

تنوير الخواطر الحاضر والمستقبل



امام المناظرین حضرت علامہ
مولانا محمد الشہداء صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ادارہ اشاعت العلوم
پشاور، پاکستان

هَذَا كِتَابُنَا نَبِيْطِقْ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ * فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفِرْ
 یہ ہمارا کتاب ہے اس پر ایمان لائے اور جو چاہے انکار کرے

توضیح النواظر بتحقیق الحاضر والناتر

ابوزائد محمد سیف الدین صاحب فخر گھڑوی کی کتاب
 تصویب النواظر فی تحقیق الحاضر والناتر کا مکمل اور مستحقانہ جواب اور اس کی
 وجہ لاء روشنی کا منصفانہ تعصب و مستند حاضر و ناتر کی عام فہم توضیح

از قلم

امام المناظرین حضرت علامہ مولانا محمد اللہ داتا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ناشر

ادارہ اشاعت العلوم دس پڑ، لاہور، پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

نمبر	مضامین	صفحہ	نمبر	مضامین	صفحہ
۱	گذرشش	۷	۱۶	شرح الاسلام ابراہیم کاسنی	۳۸
۲	چند مثالیں۔ مثال اول	۸	۱۷	حضرت لوط علیہ السلام کا واقعہ	۳۹
۳	مثال دوم۔ محمد اسحاق دہلوی سے	۱۱	۱۸	حضرت یعقوب علیہ السلام کا واقعہ	۴۰
۴	سوال و جواب	۱۹	۱۹	خان کے قول کا ایک جواب	۴۱
۵	مثال سوم	۲۰	۲۰	خان کے قول کا دوسرا جواب	۴۲
۶	مثال چہارم و پنجم	۲۱	۲۱	عارف صدیقی کا فرمان	۴۳
۷	مثال ششم	۲۲	۲۲	حضرت عمری علیہ السلام کا واقعہ	۴۴
۸	مثال ہفتم	۲۳	۲۳	حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ	۴۵
۹	مثال ہشتم جواب اول۔ دوم	۲۴	۲۴	حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ	۴۶
۱۰	جواب سوم	۲۵	۲۵	اعتراف	۴۷
۱۱	مسئلہ غیب و عقیدہ اہلسنت	۲۶	۲۶	جواب	۴۸
۱۲	فرمان علامہ قاری و نابین شرح	۲۷	۲۷	اعتراف	۴۹
۱۳	شرح عقائد	۲۸	۲۸	جواب	۵۰
۱۴	فرمان علی قاری و بار کے کشت	۲۹	۲۹	دوسرا باب	۵۱
۱۵	اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں	۳۰	۳۰	اعتراف۔ جواب	۵۲
۱۶	فرمان علی قاری	۳۱	۳۱	فرمان قطب شہرانی	۵۳
۱۷	فرمان محشی جلالین العارفان نصاری	۳۲	۳۲	صورت اول	۵۴

نام کتاب :- تنویر الخواطر بتحقیق الحاضر والماطر
 مصنف :- امام المناظرین حضرت مولانا صوفی محمد اللہ تاج محمد اللہ تعالیٰ علیہ
 کتابت :- ذاکر حسین باجوہ
 اشاعت سوم :- اکتوبر ۱۹۹۱ء
 تعداد :- اشاعت اول تا دوم = ۳۰۰۰
 اشاعت سوم = ۲۰۰۰
 ۱۶۰
 ہدیہ

ناشر :- ادارہ اشاعت العلوم اقصان سٹریٹ دکن پورہ لاہور۔ ۳۹
 ملنے کا پتہ
 ادارہ اشاعت العلوم جامع مسجد صوفی صاحب
 دکن پورہ۔ لاہور

صفحہ	نمبر	مضامین	صفحہ	نمبر	مضامین
۱۰۳	۷۱	چوتھا اعتراض جواب دہ	۷۱	۷۲	مذکور دوم و توضیح صورت اول
۱۰۵	۷۲	جواب دہ دیکھ بھریہ دیگر	۷۲	۷۳	فرمان محمدی الدین ابن عربی
۱۰۶	۷۳	جواب دہ بھریہ دیگر	۷۳	۷۴	فرمان علیہ السلام حبیبی شافعی
۱۰۷	۷۴	پانچواں اعتراض و جواب	۷۴	۷۵	فرمان علامہ علی قاری
۱۰۸	۷۵	چھٹا اعتراض	۷۵	۷۶	فرمان شاہ عبداللہ محدث دہلوی
۱۰۹	۷۶	جواب دہ دہ	۷۶	۷۷	فرمان شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
۱۱۰	۷۷	دھوکہ دہ دہ	۷۷	۷۸	فرمان خورشید الادویہ سیدی عبدالعزیز
۱۱۱	۷۸	اعلان	۷۸	۷۹	دیارغ
۱۱۲	۷۹	ساتواں اعتراض و جواب	۷۹	۸۰	فسرمان علامہ سیوطی
۱۱۳	۸۰	آٹھواں اعتراض و جواب	۸۰	۸۱	فسرمان ابن حجر قسطلانی
۱۱۴	۸۱	نواں اعتراض و جواب	۸۱	۸۲	رد معاندین از علماء مرصادی
۱۱۵	۸۲	دسواں اعتراض و جواب	۸۲	۸۳	فسرمان ابن حجر مکی
۱۱۶	۸۳	گیارہواں اعتراض و جواب	۸۳	۸۴	فرمان امام جمال الدین سیوطی فی
۱۱۷	۸۴	بارہواں اعتراض و جواب	۸۴	۸۵	شرح الصدور
۱۱۸	۸۵	فرمان علامہ نووی شافعی سلم	۸۵	۸۶	دلائل گمردی کے جوابات
۱۱۹	۸۶	تیرہواں اعتراض و جواب	۸۶	۸۷	پہلا اعتراض
۱۲۰	۸۷	چودھواں اعتراض و جواب	۸۷	۸۸	جواب
۱۲۱	۸۸	اعتراض	۸۸	۸۹	دوسرا اعتراض
۱۲۲	۸۹	جواب	۸۹	۹۰	جواب
۱۲۳	۹۰	اعتراض و جواب	۹۰	۹۱	تیسرا اعتراض و جواب

صفحہ	نمبر	مضامین	صفحہ	نمبر	مضامین
۱۲۴	۹۱	فرمان تفسیر خازن تحت آیت	۱۲۴	۹۲	اعتراض
۱۲۵	۹۲	اعتراض و جواب	۱۲۵	۹۳	نوٹ و جواب
۱۲۶	۹۳	دوسرا واقعہ - اعتراض	۱۲۶	۹۴	تیسرا باب
۱۲۷	۹۴	جواب	۱۲۷	۹۵	قرینہ دہ
۱۲۸	۹۵	اعتراض - جواب	۱۲۸	۹۶	ہمارا عقیدہ
۱۲۹	۹۶	دوسرا جواب - اعتراض جواب	۱۲۹	۹۷	خاص صاحب کی بن ترانی و اعتراض
۱۳۰	۹۷	اعتراض اولی	۱۳۰	۹۸	جواب - اعتراض - جواب
۱۳۱	۹۸	اعتراض ثانی، ثالث، رابع، خامس	۱۳۱	۹۹	چوتھا باب - تقریر شہادت
۱۳۲	۹۹	سادس، سابع، ثامن، نائن	۱۳۲	۱۰۰	صورت اول نبی کریم کا مشاہدہ بالسر فناء
۱۳۳	۱۰۰	سناٹا - عاشر - جواب	۱۳۳	۱۰۱	دلیل اول عقلی
۱۳۴	۱۰۱	فرمان امام الاحناف علی قاری	۱۳۴	۱۰۲	دلیل دوم عقلی
۱۳۵	۱۰۲	خاص صاحب کی حماقت	۱۳۵	۱۰۳	دلیل اول عقلی
۱۳۶	۱۰۳	جواب - اعتراض	۱۳۶	۱۰۴	دلیل دوم عقلی
۱۳۷	۱۰۴	جواب اول، دوم، سوم، چہارم	۱۳۷	۱۰۵	صورت دوم نبی کریم کا مشاہدہ بالسریت
۱۳۸	۱۰۵	پہلا حیلہ - جواب - دوسرا حیلہ	۱۳۸	۱۰۶	فرمان
۱۳۹	۱۰۶	جواب	۱۳۹	۱۰۷	علامہ علی نور الدین حلی کا فیصلہ
۱۴۰	۱۰۷	واقعہ انکس کی حقیقت	۱۴۰	۱۰۸	اعتراض - جواب
۱۴۱	۱۰۸	واقعہ غریب کہتے ہیں ایک جواب	۱۴۱	۱۰۹	اعلان
۱۴۲	۱۰۹	اعتراض	۱۴۲	۱۱۰	فرمان پرست نہایتی
۱۴۳	۱۱۰	آخر مشاہدہ پر اعتراضات	۱۴۳	۱۱۱	واقعہ حضرت زبیر بن العقیل

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۰۸	اہلسنت کی پہلی دلیل اور گھڑوی کا اعتدال	۱۱۵	گھڑوی کا معتدل اور سادہ و مفتی
۱۰۹	اہلسنت کی دوسری دلیل اور گھڑوی کا اعتدال	۱۱۶	احمد یار خان پر بہتان
۱۱۰	ایک معر اور اس کا حل	۱۱۷	فرمان ابن عباسہ قسطلانی
۱۱۱	ماکت تکرول فی هذا الرجل پر اعتراض	۱۱۸	خان صاحب کا ایک اور ہرمان
۱۱۲	گھڑوی کا معتدل عبد الرسول علیہ السلام	۱۱۹	جواب
۱۱۳	بہرے سے میزبانی	۱۲۰	گھڑوی کا اعتدال جواب
۱۱۴	تشریح میں مشہور نئی اکرم کو صیغہ	۱۲۱	فرمان شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
۱۱۵	غالب سے خطاب کی وجہ	۱۲۲	فرمان خان ابن عثمان وکیل اہلسنت
۱۱۶	گھڑوی کا مدارج اثبوت اور احیاء السنن کی عبارت نہ سمجھنا	۱۲۳	ولائن الخیرات کی روایت
		۱۲۴	تفسیر المؤمنان کے متعلق خان صاحب کی من ترانی

گزارش

ہر خاص و عام خواندہ و ناخواندہ پر یہ بات واضح ہے کہ اہل سنت اور دہ بیوں کے درمیان عقائد اور اعمال میں ایسا اختلاف ہے جس کا رفع بوجہ نہایت مشکل ہے کیونکہ فرقہ دہ بیہ نے کبھی متقی مسلک کی کوشش نہیں کی بلکہ سادہ مسلمانوں کو ہمیشہ دھوکہ اور فریب دینے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور کرتے ہیں یہ ان کے بزرگوں کی پُرانی سنت ہے اور سر فراز خاں صاحب نے تو اس میں کمال بہادری کا ثبوت دیا ہے اور اپنی دو صفتیں خوب ظاہر فرمائی ہیں ایک جہالت اور دوسری یہودیت۔ خاں صاحب گھڑوی کی اس روش نے بندہ کو مجبور کیا کہ اس کی کتاب تبرہ النوائظ کا جواب لکھوں۔ اس کے جاہلانہ استدلالات اور یہودیہ تحریکات کا انکشاف کروں اس لیے اس کتاب میں جو کہ ہدیہ قارئین ہے میں نے دو باتوں کا ہی اہتمام کیا ہے۔ خاں صاحب گھڑوی اور اس طائفہ دہ بیہ کی تحریفات اور ان کے استدلالات کی تردید۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضل تمام مسلمانوں کو عطا فرماتے اور اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرمادے آمین ثم آمین

نیاز آگین محمد شاد دہلوی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَنُحَمِّدُهُ وَنُصَلِّىْهِ وَنُسَلِّمُ عَلٰى
رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلٰى اٰلِهِ وَاصْحَابِهِ اَجْمَعِيْنَ

اَمَّا بَعْدُ

ہیں تو اس طائفہ واپس بخدیہ کے یہودی صفت ہونے کی اتنی مثالیں ثابت
ہیں کہ اگر ان کو جمع کیا جائے تو ایک مستقل کتاب تیار ہو جائے۔ لیکن یہاں صرف
چند مثالیں بطور نمونہ تحریر کی جارہی ہیں۔ تاکہ ہمارے دعوے کی دلیل ہوں۔

مثال اول

خان صاحب لکھڑوی نے اپنی کتاب تسوید النواظر پر
احمد علی صاحب لاہوری کی تصدیق تحریر کی ہے۔ تحریر
تصدیق کے شروع میں ان کا نام لیں لکھا ہے۔ اسوۃ الصالحا قدوة العلماء شیخ التفسیر
حضرت مولانا احمد علی صاحب۔

مگر صدغوس کے ساتھ ساتھ (دروازہ شیراز لاہور) نہ لکھا تاکہ رسوائی سے
بچاؤ کی کوئی تصویرت باقی رہے اور اسی طرح شیخ التفسیر صاحب نے اپنی تحریر
کے اخیر میں اپنے دستخط تو فرمائے لیکن یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ شیخ التفسیر صاحب
کون ہیں اور کہاں کے رہنے والے ہیں۔ درست ہے کہ دل کا چور ضرور کھٹکتا
ہے اسلئے علامہ شیخ التفسیر کی حقیقت شیخ اپنی تصدیق میں لکھتے ہیں۔

دیوبندی حضرات کے عقیدہ کے متعلق حنفیوں کے مسلم العقیم محدث حضرت
علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ شیخ جو حضرت مولانا سرفراز خان صاحب نے تبریک النواظر
کے صفحہ ۱۶۵ کے حاشیہ پر تحریر فرمایا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ حضرت علامہ قاری

رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہتے ہیں..... اور اسی مسئلہ کو انہوں نے شرح شفا میں پیش
کیا ہے۔

"لَا يَلَانُ دَعْوَاهُ حَاضِرًا فِي بَيِّنَاتِ الْمُسْلِمِينَ يَهْتَمُّ بِهَا خِيَالٌ صَحِيحٌ نَحْنُ نَحْنُ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِي رُوحُ مُبَارَكِ مَوْتُونَ كِي مَعْرُوفُونَ فِي مَوْجُودِ
يَهْتَمُّ بِهَا شَيْخُ التَّحْقِيقِ نَحْنُ نَحْنُ تَسْوِيدِ النُّوَاطِرِ سَعَاثُ جَهَنَّمَ كِي نَقْلُ كِي
يَهْتَمُّ بِهَا تَسْوِيدِ النُّوَاطِرِ كِي أَصْلُ عِبَارَتِ يَهْتَمُّ بِهَا

"لَا يَلَانُ دَعْوَاهُ حَاضِرًا فِي بَيِّنَاتِ الْمُسْلِمِينَ
خال صاحب لکھڑوی نے یہ عبارت شرح الشفا علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ
سے اس غرض کے لیے نقل کی ہے کہ عقیدہ حاضر ناظر کو غلط ثابت کرے اور یہودیت
کا خوب ثبوت دے۔ بندہ قارئین کے سامنے شرح الشفا کی صحیح اور پوری عبارت نقل
کر دیتا ہے۔ پھر قارئین حضرات ان دونوں یعنی گرو اور جیلے کی عیاری پر غور
فرمادیں۔ شرح الشفا شریف کی اصل عبارت یہ ہے۔

اِنَّهُ اَوْ فِي تَشْخِصِ طَرَفٍ اَلَمْ يَكُنْ فِي الْكَيْتِ اَحَدًا فَقَدْ اَسْلَمَ
عَلَيْهِ السَّجْدَ وَرَحِمَهُ اللَّهُ وَبَرَكَاتُهُ اَلَمْ يَلَانُ دَعْوَاهُ عَلَيْهِ
السَّلَامُ حَاضِرًا فِي بَيِّنَاتِ اَهْلِ الْاِسْلَامِ
ترجمہ: اگر اہل بعض نسو میں ہے۔ پس اگر گھر میں کوئی نہ ہو۔ پس
تو بحمدہ السَّلَامُ عَلٰی النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ یعنی (یہ حکم نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے اس لیے دیا ہے کہ رُوح مُبَارَكِ آپ کی اہل اسلام کے گھروں میں
موجود ہے۔

۱۔ تسوید النواظر ص ۱

۲۔ تسوید النواظر ص ۱

۳۔ شرح شفا جلد ۲ ص ۱۱

خان صاحب گھڑوی کو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں لفظ لا اپنی طرف سے گھسیڑتے ہوئے شرم نہیں آئی اور عوام کی آنکھیں سیاہ کرنے کے لیے یہ گہرا فحاشی کی کہ بعض نسخوں میں لفظ "لا" رہ گیا ہے اور یہ نہ سوچا کہ بن کے پاس کتا رہا ہو جو دہے۔ انہیں میں دھوکہ نہیں دے سکتا۔ کیا خان صاحب کس ایسے فنیہ طرف ہماری رہنمائی فرما سکتے ہیں جس کی اصل عبارت میں "لا" موجود ہو ملا علی سے کہتا ہے کہ اکیلے خان صاحب ہی کیا ان کا سارا طائفہ بھی یہ بت نہیں کر سکتا کیوں کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرح کی عبارت میں لفظ "لا" کی گنجائش ہی نہیں۔ کیونکہ حرف (امی) جو کہ حرف تفسیر ہے وہ اس بات کا مقتضی ہے کہ میرے بعد جملہ مفتیہ اور مشیت ہو۔ خان صاحب عربی گرامر سے بالکل نااہل معلوم ہوتے ہیں۔ اس لیے اگر عبارت میں لفظ لا داخل کر دیا جائے تو پورا جملہ یوں بنتا ہے۔

اَلَا تَلَوْنَ اِنَّ رُوحَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَاضِرٌ فِيْ بَيْتِ اَهْلِي الْاِسْلَامِ

اس صورت میں لفظ "لا" یہ تقاضا کرتا ہے کہ یہ جملہ نافیہ جس عقیدہ کی نفی کرتا ہے۔ اس جملہ سے پہلے ایک ایسا جملہ شبہ ہو جو اس عقیدہ کے خلاف کو ثابت کرے تو ایسے جملے کا ساری عبارت میں نام و نشان نہیں ہے۔ لہذا یہ خان صاحب کا صریح کذب ہے اور کا ذہن کے بارے میں قرآن مجید کا فتویٰ مشہور ہے لَنْفَسُ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِيْنَ۔ اب اس کا ذب کے مصدق شیخ التفسیر صاحب بھی اس انعام کے مستحق ہوں گے یا نہ۔ اگرچہ خان صاحب گھڑوی کی کتاب ایسی خیانتوں سے بھرپور ہے جن کا اظہار ان کے مواقع میں کیا جائے گا اب اس طائفہ و بیہنجیہ کے گرو گھٹالوں کی بھی سنئے۔

مثال دوم محمد اسحاق دہلوی سے کسی نے سوال کیا۔

سوال سی ام : مسجد بنا کر دن در گورستان برائے نماز و مکان دیگر برائے نشستیں و ماندن و راحت یا فتن مردان از گرد و سرا و ہارش جائز است یا گناہ کد ام گناہ۔

جواب : مسجد بنا کر دن در مقامی و بر قبور یا حرام مستوجب لعنت است، حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بر کبک بر قبور یا مسجد بنا کند لعنت فرمودہ اند چنانچہ در مشکوٰۃ شریف بروایت

ابوداؤد و ترمذی و نسائی حدیث مذکور است

لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَمْسَجَرَ الْقُبُورَ وَالْمَجْلِسَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالشُّرُجَ الَّتِي وَقَالَ الْمَذْهَبُ عَلَيْهَا فِي شَرْجِ عَنْ الْمَشْكُورَةِ (تَفَاحَرَهُ) إِنَّكَ ذَا الْمَسَاجِدِ عَلَيْهَا لِأَنَّ الصَّلَاةَ فِيْهَا بَيْنَانِ بَيْنَ الْيَهُودِ وَيَلَّ عَلَيْهِ قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى الَّذِينَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وَمَسَاجِدَهُمْ مَسَاجِدَ تَهْتَبُونَ
محمد اسحاق نے حضرت ملا علی قاری کی عبارت نقل کرنے میں کمال خیانت کی ہے۔ ملاحظہ ہو عبارت مرقاۃ کی۔ ملا علی قاری کہتے ہیں۔

لے ہائے مسلمان مستند اسحاق دہلوی ص ۴۴

قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ اشْمَا حَرَّمَ اتِّخَاذُ الْمَسَاجِدِ عَلَيْهَا لِأَنَّ فِي
الصَّلَاةِ فِيهَا اسْتِثْنَاءُ يَسْتَعْنِ الْيَهُودُ أَنْ يَصَلُّوا وَقَدْ عَلِمُوا أَنَّ
يُسَبِّحُ أَنْ اتَّخَذَ الْمَسْجِدَ مَجْلِسًا لَا يَأْتِي بِهِ وَيَذَلُّ عَلَيْهِ
قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا لَفَّ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى
الَّذِينَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وَمُصَلِّينَهُمْ مَسَاجِدَ لَهُ

علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن مالک نے کہا ہے کہ جہاں پر مسجید
حرام کی گئی ہے۔ قبروں پر مسجد بنانا اس لیے کہ اس مسجد میں نماز گزارنا یہودیوں
کے طریقے پر عمل کرنا ہے۔ انتہی یعنی اتنا ابن مالک کا قول ہے اس کے بعد خود
فرماتے ہیں کہ حدیث میں عیسا کی قید یہ فائدہ دیتی ہے کہ قبر کے ایک طرف
مسجد بنانے میں کوئی حرج نہیں۔

ابن قاری حضرت اسحاق بن عیسیٰ کی دیانت داری دیکھیں کہ ابن مالک کے
قول کو علی قاری کا قول قرار دے دیا اور علی قاری کی اصل عبارت بضم کر گیا۔ اب
ذرا اسحاق صاحب سے بچوں کو ملاحظہ فرماویں۔

مثال سوم

اس طائفہ واپس بخدیہ کے گرووں کی فہرست میں رشید احمد
نگوہی اور خلیل احمد انیسٹروی کا نام بھی آتا ہے بلکہ رشید احمد نگوہی تو ان کے عزت
اعظم ہیں اس عزت الاعظم کے حکم سے ایک کتاب بھی لکھی گئی۔ جس کا نام تراہین قاطعہ
ہے اور لکھنے والے خلیل احمد صاحب انیسٹروی ہیں وہ اس کتاب کے صراح پر کہتے
ہیں شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو (یعنی نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام) دیوار

شعبہ - دانش سرگرمی و اسحاق دہلوی

شعبہ - فتاویٰ شرعیہ مشکوٰۃ

کے پیچھے کا بھی علم نہیں حالانکہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے
ہیں کہ بعض لوگ یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مجھے
دیوار کے پیچھے کا علم نہیں اس کی کوئی اصل نہیں۔ لا اَصْلَ لَهُ كَذَا جملہ مراجع البتوت میں
موجود ہے اب قاری ابن خود فیصلہ فرما دیں کہ لَأَنْتَ كَبُرَ الصَّلَاةَ كَوَقْلٍ كَرًا اور كَأَنَّكُمْ
مُسْكِرًا کو چھوڑ جانا دیانت ہے یا بددیانتی۔ اب ذرا اس عزت الاعظم کے چہرے
سے تھوڑا سا نقاب اور اٹھا دیتا ہوں۔

رشید احمد کی خدمت میں سوال کیا گیا کہ اول ما خلق اللہ نورینی اور لو کان ما خلقت
الانفکات یہ دونوں صحیح حدیثیں ہیں یا وضعی زبان کو وضعی بنا ہے۔

جواب :-

یہ حدیثیں کتب صحاح میں موجود نہیں مگر شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے اول
ما خلق اللہ نورینی کو نقل کیا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے۔

ملاحظہ ہو عبارت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ دہلوی کی۔ آپ لکھتے ہیں۔

بدانکہ اول مخلوقات واسطہ	جان تو کہ اول مخلوقات اور واسطہ
صدور کائنات واسطہ خلق آدم و عالم	صدور کائنات اور واسطہ خلق عالم اور
نور محمد است صلی اللہ علیہ وسلم چنانچہ در	آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام وہ نور محمد ہے
حدیث صحیح وارد شد کہ اول ما خلق	عیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے۔
اللہ نورینی	اول ما خلق اللہ نورینی

کہیں جناب گنگوہی صاحب رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان چھپانا مستحب
یہود ہے یا نہیں۔

شعبہ - فتاویٰ رشیدیہ کالی ص ۱۵

شعبہ - تاریخ المیزان جلد ۲ ص ۲

مثال چہارم۔ ذرا سنئے شرح حصن حصین جس کے شارح قطب الدین محدث دہلوی ہیں۔ اس کا ایک قدیم نسخہ جو کہ ۲۵۲ھ ہجری میں عبدالغفور شاہ جہاں آبادی کے مطبع میں چھپا تھا۔ میرے پاس موجود ہے اس میں ایک حدیث اور اس کی شرح یوں موجود ہے۔

وَإِذَا أَرَادَ عَقْلًا فَلْيَقُلْ يَا عِبَادَ اللَّهِ أَتَعْبُدُونِي
يَا عِبَادَ اللَّهِ أَتَعْبُدُونِي

اور جو چاہے مدد اللہ کی جانب سے کسی امر میں پس چاہیے کہ کہے اے بندو اللہ کے مدد کرو میری اے بندو اللہ کے مدد کرو میری۔ نقل کی ہے یہ طبرانی نے فی قول راوی کا ہے۔ میرک شاہ نے بعض علماء ثقات سے نقل کیا ہے۔ کہ یہ حدیث حسن ہے اور محتاج میں طرف اس کے تمام مسافر اور مشائخ سے روایت کی گئی ہے کہ یہ مجرب ہے اس مقدمہ اور نزدیک ہے ساتھ اسی کے فتح مقصود کذا لکوا الفخر والمعالی

اس طائفہ و طبعیہ نجدیہ نے خیانت سے کام لیتے ہوئے بیک شاہ کی عبارت بالکل اڑا دی اور اپنی طرف سے یہ عبارت بڑھا دی کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور عباد اللہ سے مراد فرشتے ہیں۔

مثال پنجم۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تفسیر عزیزی سورہ بقرہ کے ترجمہ میں خیانت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے لکھا وَلَيَكُونَنَّ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا

کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ

وإشاد رسول شما بر شما گواہ زیر کہ او مطلع است بر نبوت بر رتبہ ہر

متدین ہیں خود کہ ور کد ام در جہاز ویں من رسیدہ و تحقیقت ایمان او پست و حجاب کہ دہاں از ترقی و تجویب ماندہ است کد ام است پس اوی شناسد گاہاں شمار و درجات ایمان شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاص و نفاق شمارا۔

اس کا ترجمہ فارسی سے اردو محمد علی چاند پوری نے کیا ہے جو کہ مطبع رحیمیہ دیوبند میں چھپا ہے اس نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ رحمۃ اللہ دہلوی کی سند بجا لا کر اس کا صرف یہ ترجمہ لکھا ہے۔

کیونکہ رسول اسباب نبوت کے ہر شخص کی دیانت اور امانت کا درجہ بخوبی جانتا ہے کہ کس درجہ تک کون ایمان ان کا پتہ چاہے اور کونسا امر یعنی پروردہ ترقی سے مانع ہوئے محمد علی چاند پوری نے یہ ترجمہ اپنی بڑولی کی بنا پر کیا ورنہ اگر محمد علی جیسے ولیہ ہوتے تو ترجمہ لفظ بہ لفظ کر دیتے اور آخر میں کہہ دیتے کہ یہ عبدالعزیز صاحب کی اپنی رائے ہے اس لیے مردود ہے اَلْمَوْثِقَيْنِ عَلَى نَفْسِهِ

مثال ششم۔ آدم بر میر مطلب۔ اہل سنت و جماعت کی مساجد میں نمازوں کے بعد نبی اکرم علیہ السلام پر صلوٰۃ و سلام بلند آواز سے پڑھا جاتا ہے خان صاحب لکھنوی اور ان کا گروہ اس کا رخصت بھی مسلمانوں کو منع کرتے ہیں، خان صاحب نے اپنی کتاب میں حدیث اور علماء کرام کی عبارتوں میں قطع برید کر کے اور تراجم میں تحریف کر کے ذی کب پانی جھٹک کی ممانعت ثابت کرنے کی بے سود کوشش کی ہے اور تحریر فرماتے ہیں۔

بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۶۰۵، مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۳۳۶ وغیرہ میں یہ حدیث آتی ہے کہ صحابہ کرام کسی وقت آواز بلند ذکر رہے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنے سے ان کو منع فرمایا اور کہا۔

اِنَّكُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصْحَمَ وَلَا غَائِبًا۔ تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار

رہے جبکہ تم تو سمیع اور قریب کو پکار رہے ہو پھر منذ آواز سے چلانے کا کیا فائدہ ہے۔
یہ عبارت خان صاحب کی کتاب کی ہے۔ ہم پورے وثوق سے کہتے ہیں کہ وہابی
کبھی تحریف سے باز نہیں آسکتے کیونکہ اس میں ان کی قدیم سنت ہے اور جو تحریف
نہ کرے اس کے وہابی ہونے میں شک ہے۔ خان صاحب نے حدیث پاک کی پوری
عبارت کیوں نہیں نقل کی اس لیے کہ ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا تھا۔ بخاری شریف
میں یہ حدیث یوں مذکور ہے۔

عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
أَقَالَ لِمَا فَجَّحَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْرَكَ النَّاسُ عَلَى كَذِبٍ
هَرَفَعُوا أَمْصُوا قَالُوا بِأَنَّكَ بَرٌّ
أَنْتَ أَكْبَرُ لِرَأْيِهِ إِنَّ اللَّهَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَبَعُوا عَنِ النَّاسِ
أَنْتُمْ فَتَدْعُونَنَا أَمْصُوا فَلَا عَاقِبَةَ لَكُمْ
تَدْعُونَنَا سَمِعْنَا قَوْلَهُ وَهُوَ مَعَكُمْ

ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی جنگ لڑی
جب اس پر متوجہ ہوئے لوگ ایک وادی
پر چڑھے اور تکبیر کے ساتھ اپنی آوازیں بلند
کیں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا اپنی جانوں پر نرمی کرو تم کسی پہرے
اور غائب کو نہیں پکارتے تم تو سمیع اور
قریب کو پکارتے ہو سو وہ تمہارے
ساتھ ہے۔

ہم خان صاحب سے سوال کرتے ہیں کہ حدیث پاک میں یہاں فَعْلُوا اَمْصُوا جگہ
کہاں ہے اور منذ آواز سے چلانے کا کیا فائدہ ہے یہ کون سے جملے کا ترجمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے
حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ گواہنے والوں کے حق میں جو وعیدیں آئی ہیں وہ
بھی سے محض نہیں اور آوازوں کو نرم کرنے کے حکم سے ذکر باہر کی ممانعت کیسے ثابت

سے تسویر النواظر ص ۲

سے بخاری شریف جلد ۲ ص ۶۰۵

ہوگئی۔ ٹھیک ہے اگر عقل و دانش ہوتی تو وہابی کیوں جنتے۔ قرآن نے فیصلہ فرمادیا ہے
کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جہ ادبی شعور ختم کر دیتی ہے اس کے بعد انھیں دعا کے چند حوالے
نقل کر دیے جن کو اصل مسئلہ کے ساتھ تعلق ہی نہیں بھلا کہاں اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا
جن کو دعا سے تعبیر کیا جاتا ہے اور کہاں ذکر الہی بہر حال یہ عدم شعور کی وجہ ہے۔
مثال مفتاح قاری کی شرح مشکوٰۃ سے حوالہ نقل کرتے ہیں کہ علی قاری فرماتے ہیں۔

قَالَ بَعْضُ عُلَمَاءِ نَابَاتٍ نَجَعَ
الصَّوْتِ فِي الْمَسْجِدِ وَكَوْنَهُ بِالذِّكْرِ حَرَامٌ

ہمارے بعض علماء نے کہا ہے کہ آواز
بلند کرنا مسجد میں اگرچہ ساتھ ذکر کے ہو
حرام ہے۔

اس حوالہ کی نقل میں بعینہ اسی طرح خیانت کی ہے جس طرح محمد اسحاق دہلوی
کا حوالہ ہم نقل کر آئے ہیں کہ ابن مالک کے قول کو علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب
کر دیا اور علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا قول ضم کر لیا۔ اگر خان صاحب کو بعض قائلین حرمت
کا علم نہیں تو ہم بتا دیتے ہیں۔

فِي الْحَاشِيَةِ الشَّامِيَةِ أَقُولُ اضْطَرَابٌ
كَلَامُ الْبُحَارَانِيَّةِ فِي ذَالِكَ رَأَى دَفْعَ الصَّوْتِ
بِأَيْدِيهِمْ فَتَدْعُو قَالَ إِنَّهُ حَرَامٌ وَتَدْعُو
قَالَ إِنَّهُ حَرَامٌ

حاشیہ شامیہ میں ہے کہ میں کہتا
ہوں دفع الصوت بالذکر میں بڑا زبرد
کے قول میں اضطراب ہے کبھی اس
نے حرام کہا ہے اور کبھی جائز۔

اب لا علی قاری کا مذہب ملاحظہ ہو۔ صاحب مشکوٰۃ شریف نے
باب التمرین نقل کیا ہے کہ

سے تسویر النواظر ص ۲

سے تسویر النواظر ص ۲

عَنْ أَبِي بَكْرٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَلَمَ فِي الْوُضُوءِ قَالَ مُبَاحٌ لِي أَنْ يَكُونَ الْقُدُوسُ الْيَوْمَ وَأَوْدُ النَّسَابَةِ وَكَأَنَّكَ مَرَاتٌ تَبْصُرُ فِي رِجَالِهِ الْيَسَافِرُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْبَرْزِيِّ قَالَ إِنَّ أُمَّيَّيْنِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْعَبُ إِذَا اسْتَلَمَ سُبْحَانَ الْعَزِيزِ اللَّهُ وَمِنْ شَلَا يَرْفَعُ صَوْتَهُ بِالشَّامِثَةِ

ابن ابی بکر کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز وتر کے سلام کے بعد سُبْحَانَ الْعَزِيزِ الْعَلِيِّ الْقُدُّوسِ کہتے ہیں اور سنائی نے عبد الرحمن بن البرزقی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز وتر کے سلام کے بعد ہمیشہ تین مرتبہ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ کہا کرتے تھے اور قیسری مرتبہ اپنی آواز بلند فرمایا کرتے تھے

علی القاری رحمہ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں ارشاد فرماتے ہیں ۔

قَالَ الْمُطَهَّرُ هَذَا يَدُلُّ عَلَى جَوَازِ الذِّكْرِ بِرَفْعِ الصَّوْتِ بِذِكْرِ اللَّهِ لَا بِسُبْحَانَ اللَّهِ إِذَا اجْتَنَبَ الرَّيَاءَ وَظَهَرَ لِلَّهِ تَبَيُّنًا وَتَضَعًا لِلْإِسْمَاعِيلِيِّينَ أَيْضًا تَسْمِعُهُمْ مِنْ رِقْدَةٍ انْفَقَتْهُ وَابْتِغَاءَ بَرَكَاتِ الذِّكْرِ الْمَقْدُورِ مَا يَنْبَغِي أَنْصَرَّتْ إِلَيْهِ مِنَ الْخَشْيَةِ وَالْمُتَحَرِّ وَالْمُحَرِّ وَالْمَدْرِكِ طَبَا أَقْبَا الْمُغِيرِ بِالْعَبْرِ وَنَشْهُدُ لَهُ كَيْ دُطِبَ وَابْنِي

علامہ مطہر نے کہا ہے کہ یہ حدیث ہند آواز سے ذکر کرنے کے جواز بلکہ استحباب پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس میں اہلادین سامعین کو تعلیم اور ان کو ذکر سے غفلت سے جگانا ہے اور ذکر کی برکت چاہنا ہے جہاں تک آواز پہنچے حیوانوں کو و فرشتوں کو پتھر اور مٹی کو ، اور دوسروں سے مطالبہ ہے بھلا کام کی تسبیح کرنے کا اور اس

مشکوٰۃ شریف ص ۱۱۲

سَمِعَ صَلَوَةً وَبَعْضُ الشَّيْخِ يَحْتَرُ اخْفَاءَ الْبِكْرِ لِأَنَّهُ الْبَدَا مِنْ الرِّيَاءِ وَهَذَا مُتَعَلِّقٌ بِالْمُسْتَوْتِ

نے بھی کر شہادت دیں گے ذکر کے لیے تمام خشک اور تر جواڑ نہیں گے اور بعض مشائخ نے اخفا کر

پسند کیا ہے کہ ریاء کی مداخلت نہ ہو اور اس کا تعلق نیت کے ساتھ ہے

کیوں جی خاں صاحب آنکھوں سے وہاں بیت کا پردہ دور ہوا نہیں اور سنیے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں و درین حدیث دلیل است اس حدیث شریف میں جہر کے ساتھ بزرگوں کی جہر ذکر و اس ثابت است ذکر کی مشروعیت پر دلیل ہے اور یہ بلاشبہ ثابت ہے

اگر اب بھی خان صاحب کے مرض قلبی میں تخفیف نہیں ہوئی تو ان کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی کی نوکان سے دوائی لا دیتے ہیں ۔ ہمارے غرض صرف خاں صاحب اور ان کے طالبہ کی شفا ہے ۔ حکیم الامت کے فتویٰ مذکور ذیل کو ملاحظہ فرمادیں ۔ حکیم الامت کہتے ہیں ۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَمَنْ أَهْلَهُمْ مَنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذَكَّرَ فِيهَا اسْمُهُ تَعَالَى

ظاہر ہے کہ منع ذکر بدوں اطلاع ذکر ممکن اور اطلاع بدوں جہر غیر مشروع ہے وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۔ حاشیہ مشکوٰۃ ص ۱۱۲

۲۔ اشعۃ اللمعات ص ۱۵۵

۳۔ پ ۲۰ البقرہ آیت ۱۱۳

إِذَا اسْتَلَمَ مِنْ صَلَوةٍ يَقُولُ بِصَوْتِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَخَدَّ
 لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَكْمُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ
 شَيْءٍ قَدِيرٌ فِي الْخَيْرِ الْحَدِيثِ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ
 أَنَّ رَفَعَ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ حِينَ يُنْصَرَفُ السَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ
 كَانَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رواه البخاري)
 وَفِي اسْتِثْنَاءِ الْخَيْرِيَّةِ مِنَ الْكُفْرِ أَمَّا وَاسْتِثْنَاءُ حَبَاوِي
 الْحَدِيثِ مَا أَقْتَضَى طَلَبُ الْجَهْرِ بِهِ نَحْوَ إِنْ ذَكَرْتُمْ فِي مَلَا
 ذِكْرُهُ مَلَا حَيْثُ مَنَّهُ دَوَاهُ الشَّيْخَانِ وَمَذَاهِبُ أَحَادِيثِ
 أَقْصَتْ طَلَبُ إِسْرَارٍ وَالْجَمْعُ بَيْنَهُمَا بِأَنَّ ذَاكَ يَحْتَلِفُ
 بِأَحَادِيثِ الْأَشْخَاصِ وَالْأَحْوَالِ كَمَا جَمَعَ ذَلِكَ بَيْنَ
 أَحَادِيثِ الْجَهْرِ وَالْخَفَاءِ وَلَا يَخَارِفُ ذَلِكَ حَدِيثُ خَيْرِ الذِّكْرِ الْخَفِيِّ
 لِأَنَّهُ خَيْرُ خِلَافِ الْوَلَاءِ وَكَذَا فِي الْمُنَافِقِينَ
 لِأَنَّهُ أَكْثَرُ سَمَاءً فِي الْبُغْيِ وَالْبَغْيِ إِلَى السَّامِعِينَ وَفِي ذَلِكَ قَوْلُ الذَّكَرِ يَخْلُجُ عَهْدَهُ إِلَى الْبُكَرِ لِيَعْرِفَ
 سَمْعَهُ الْيَكْبَرُ وَيَصِيرُ السُّوْمُ وَيُزِيلُ السَّكَّ طَاهِرٌ مَخْصُصًا وَتَعَامُ الْكَلَامُ
 هَذَا فَرَجُهُ وَفِي حَاشِيَةِ الْحَمِيرِ عَنِ الْإِسْلَامِ الشَّعْرَانِ الْجَمْعُ
 الْمُسْلِمَاءُ سَلَفًا وَخَلْفًا عَلَى اسْتِجَابِ ذِكْرِ الْجَمَاعَةِ فِي الْمُنْجِدِ وَعَبِيرُ مَا
 إِذَا أَنْ يُشِيرَ قَدْ خَبَرَ قَدْ نَادَاهَا أَوْ مَصْدَرًا أَوْ كَرِيمًا اسْتَمْرَ وَأَوَّلُ مَا لَعْنِ
 كَسَرِ جَوَابِ فِي كَرَامَتِ كَاجِبِ أَوَّلِ تَوْبَةٍ كَسَرِ مَشْرُكٍ بَعْدَ
 دَرَمِيَانِ اَعْلَانِ وَاسْرَارِ چنانچه منتفی الادب میں ہے مخافیا یہاں کر د و
 اَشْكَارِ اِذَا لَفَاتِ اَصْدَادِ اسْتِثْنَاءِ اسْتِثْنَاءِ اَمْتِثْنَاءِ مَقْتَلِ بُوْنِ وَادَا
 جَاءَ الْاَحْتِمَالُ بِطَدِ الْاِسْتِدْلَالِ وَلَوْ سَمِعْتَ كَسَرِ مَعْنَى اسْرَارِ بَعْدَ لَعْنِ

تعارض اولہ جمعاً بینہا امر کو اہمیت یا استجاب پر عمل کرنا ضروری ہے
 حدیث کا جواب لغات میں اس طرح دیا گیا ہے۔

أَمْتَعُ مِنَ الْجَهْرِ وَيُشِيرُ إِلَيْهِ وَأَوْرَاقِي لَا أَنْ يَكُونَ الْجَهْرُ فِي الْمَقَامِ
 اسْتِثْنَاءِ اِقْوَالِ بَعْضِ فُقَهَاءِ كَ بَعْضِ رَحْمَتِ نَبِيِّ هُوَ سَكَنَ
 بِرِغْلَا صَرْفِ اِخْتِلَافِ اِقْوَالِ كَا وَابْتِسَاطِ الْمَطَرِ ذَاتِ رَاقِمِ كِي رَا
 ناقص میں قول مجتہدین کا صمیم اور ان میں سے مفسرین کا قول راجح معلوم
 ہوتا ہے کسب آیات و احادیث و اقوال علماء کے جمع ہو جاتے ہیں۔
 اِنْ حَيْثُ لَا مُرَدَّ لَهَا پس بعد ثبوت مشروعیت جہر کسی طور و ہیئت کے ساتھ
 متعین نہیں بلکہ بوجہ اطلاق اولہ مطلق ہے خواہ منفرد یا مجمع صدقہ باندہ کر ہو یا صفت
 باندہ کر یا کسی اور صورت سے کھرے ہو کر یا بیشعہ کر ہر طور سے جائز ہے.....
 پس ثابت ہوا کہ جہر ہر طور سے جائز ہے کسی کو کسی طور سے منع نہ کریں۔ یہ
 ہی اجماع واضح ہے بلکہ اگر عدم مشروعیت کو بھی ترجیح دی جائے تب بھی
 عوام کو منع نہ کریں کہ اسی بہانے کچھ خیر کر گزرتے ہیں چنانچہ خود مانعین نے اس
 امر کی تصریح کر دی ہے۔

قَالَ فِي الدَّرِّ الْخَفَاءِ بَعْدَ الْمُنْعِ مِنَ الْجَهْرِ وَهَذَا بِالْحَقِيقَةِ
 أَمَّا الْعَوَامُ فَلَا يُمْتَنَعُونَ مِنَ تَكْبِيرٍ وَلَا تَقْلِيدِ أَصْلًا بِمِلَّةٍ
 رَغْبَتِهِمْ فِي الْخَيْرِ لَتِ بَحْرُ ۱۲ قَوْلُ، فَلَا يُمْتَنَعُونَ لَا تَحْسَرُ
 الْمَقَابِلَةُ لَا تَقُولُ فَلَا يَكُونُ فِي حَقِّهِمْ وَقَدْ يَمَالُ وَلَا رَمُ
 عَدَمِ الْكُرَاهَةِ وَقَوْلُهُ أَصْلًا أَيْ لَا يَسْرُ وَلَا جَهْلًا فِي
 التَّكْبِيرِ شَامِي

اگر حکیم الامت جناب اشرف علی صاحب تھانوی کے کس سہل سے بھی خان صاحب کی طبیعت صاف نہ ہو تو دو باتوں میں سے ایک بات ضرور لازم آئے گی۔ وہ یہ ہے کہ یا تو اشرف علی صاحب حکیم الامت ہی نہیں یہ دم خواہ خواہ اُن کے پیچھے لگائی گئی ہے یا یہ کہ خان صاحب گھڑوی ہی مریض و علاج ہیں۔ یہاں پر ایک دفع دخل مقدر بھی ضروری ہے کہ اگر کوئی کہے کہ ان عبارتوں سے تو جہر کے ساتھ ذکر الہی کرنا ناجائز ثابت ہوا لیکن امت مسلمہ نمازوں کے بعد بالخصوص نماز جمعہ کے بعد صلوٰۃ و سلام حلقہ باندھ کر بڑے زور و شور سے پڑھتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پاک بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے جیسا کہ شفا شریف قاضی عیاض میں مذکور ہے۔

رَوَى أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّا بَيْنَ يَدَيْهِ كَيْلٌ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ رُحْمًا وَرَبَّنَا يَقُولُ تَذَرْنِي كَيْفَ رَفَعْتُ ذِكْرَكَ قَالَتْ إِنَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ إِذَا ذُكِرْتَ ذُكِرْتَ مَعِي قَالَ (بَلْ شَيْءٌ مِمَّنْ عَمِلْتَ شَاءَ)

ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

کہ جب ریل علیہ السلام میرے پاس آئے پس کہا کہ میرا اور آپ کا رب فرماتا ہے کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں نے کس صورت پر آپ کا ذکر کیا ہے میں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول ثوب جاتا ہے کہ جب ریل علیہ السلام نے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے جب میں ذکر کیا جاؤں گا۔ آپ کا ذکر بھی کیا جائے گا۔ ابن عساکر نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے ایمان کو آپ کے ذکر سے تمام کیا ہے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ آپ کو میں نے اپنا ذکر قرار دیا ہے پس جس نے آپ کا ذکر کیا اس نے میرا ہی ذکر کیا۔

مثال مشتمل: خان صاحب گھڑوی کہتے ہیں۔

متاخرین نے ذکر باجہر سے متعلق کیا کہا ہے اس سے بحث نہیں ہے۔

دیکھنا صرف یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند پایہ صحابی نے بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنے اور درود شریف پڑھنے والوں کو بدعتی فرماتے ہوئے مسجد سے خارج کر دیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس چیز کو تمہارا لیے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ پسند کرے اس چیز کو میں بھی تمہارے لیے پسند نہیں کرتا۔ . . . اور ابو علی اتقاری حنفی نے حدیث اقلیاء تکلفاً فی شرح میں صحابہ کرام کی سادہ زندگی کا نقشہ کھینچ کر بتایا ہے جس میں یہ بھی لکھا ہے کہ صحابہ کرام کا گروہ ذکر اور درود شریف کو مسجدوں یا گھروں میں حلقہ بنا کر بلند آواز کے ساتھ نہ پڑھتے تھے۔

جواب اول: رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا کسی کام کو پسند نہ فرمانا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ کام کرنا ناجائز یا حرام ہے۔ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت سے کاموں کو پسند نہیں فرمایا جن میں سے بلند عمارات بنانا بھی شامل ہے اور صحابہ کرام اچھا لباس، عمدہ کھانے، جگہ جو تیاں بہک پہننا پسند نہ فرماتے تھے جیسا کہ قریب ہی بیان کریں گے تو کیا خان صاحب کے نزدیک یہ مذکور بالا کام ناجائز اور حرام نہیں۔

جواب دوم: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن لوگوں کو

وَبِالْجُمْلَةِ نَعْلَمُ بِالْغَيْبِ أَمْ تَتَذَكَّرُ بِهِ اللَّهُ تُكَذِّبُ
لَا سَبِيلَ لِمَنْ يَلْعَبُ إِلَّا بِأَعْلَانٍ مِنْهُ وَانْهَاهُمْ بِطُرُقِ
الْمُعْجِزَةِ أَوْ الْكُفْرِ أَمْ تَأْتِيهِمْ إِذَا شَاءَ إِلَى اسْتِئْذَانِهِ
بَلَاءَ مَا دَانَتْ فَيَمَّا يُمْكِنُ فِيهِ ذَاكُكَ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ علم غیب ایک ایسی چیز ہے جو اللہ پاک کے
ساتھ خاص ہے۔ بندوں کو اس طرف کوئی راستہ نہیں مگر اللہ کے بتلانے
یا بذریعہ الہام بطور معجزہ یا کرامت کے یا جس معاملہ میں علامات سے استدلال
ممکن ہو

علی القاری رحمہ اللہ الباری فرماتے ہیں :-

ثُمَّ أَعْلَمُ أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يَنْتَهُوا الْمُنْتَظَرَاتِ
مِنَ الْأَشْيَاءِ إِلَّا مَا أَعْلَمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى
يَقِينُ كَرْتُو كَمَا أَنْبَأَ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالْبِلَامُ غَائِبِ حَيْزُوهَا كَوْنِهِ
جَانِتِ مَرَّ بِأَعْلَامِ اللَّهِ تَعَالَى .

نبراس شرح شرح العقائد میں ہے۔

التَّحْقِيقُ أَنَّ الْغَيْبَ مَا غَابَ عَنِ الْحَوَاسِ وَالْعِلْمِ الصَّرْفِيِّ
وَالْعِلْمِ الْإِسْتِدْلَالِيِّ وَقَدْ لُطِّقَ الْقُرْآنُ بِفَعْلِ عَنْهُمْ مِنْ
سَوَاءٍ تَعَالَى فَهَذَا إِذْ عَمِلَ اللَّهُ بِعِلْمِهِ كُفْرَ مَنْ
صَدَّقَ الْمُدَّعَى كُفْرًا وَمَا عِلْمُ بِحَاسَّةٍ أَوْ ضَرْفٍ

أَوْ دَلِيلٍ فَلَيْسَ بِالْغَيْبِ وَلَا كُنْ فِي دَعْوَاةٍ لَا فِي تَصَدِيقِهِ
عَنِ الْحَزْمِ فِي الْيَقِينِ وَالطَّنِّ عِنْدَ الْمُحَقِّقِينَ وَبِهَذَا
التَّحْقِيقِ لَنْ تَفْعَلَ إِلَّا شَكْلًا فِي الْأُمُورِ الَّتِي يَزْعُمُ أَنَّهَا
مِنَ الْغَيْبِ وَتَكُنْ .

تحقیق یہ ہے کہ علم غیب اسے کہتے ہیں جو جو اس خسر علم ضروری مسلم
استدلال سے غائب اور تحقیق قرآن نے ایسے علم کی اللہ تعالیٰ کے ماسوا انفس
کی سے پس جو کوئی ایسے علم غیب کے جاننے کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے۔
اور اس کا مُصَدِّق بھی کافر۔ لیکن جو جو اس خسر علم ضروری یا علم استدلالی
کے ذریعے جان لیا جائے وہ غیب مطلق نہیں اس کا دعویٰ کرنے سے کافر
نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کا مُصَدِّق کافر ہے۔ چاہے تصدیق یقینی ہو یا ظنی
اور اس تحقیق سے ان تمام امور میں سے اشکال دور ہو جاتے ہیں جو کہ غیب
مکان کے جاتے ہیں اور اصل میں وہ غائب نہیں ہوتے۔

مَنْ يَكُونُ مَذْكُورًا يَسْمَعُ أَوَّلَ الْبَصَرِ أَوَّلَ الْبَصَرِ فَاحْذَرُهَا
أَخْبَارَ الْأَنْبِيَاءِ لِأَنَّهُمْ مُتَّفَقُونَ مِنَ الْعَرَجِ أَوْ مِنَ خَلْقِ
الْفِلْمِ الضَّوِّ دَرَجَاتِهِمْ وَمِنْ أَتَى فِي الْقُرْآنِ عَلَى
حُكْمِهِمْ ثَانِيًا أَخْبَارَ النَّبِيِّ لَأَنَّهُ مُتَّفَقٌ مِنَ السَّبَبِ
أَوْ رَوَا بِصَالِحَةٍ أَوْ مِنَ الْكَلَامِ الْمُنِيِّ أَوْ مِنَ الْمَطَرِ فِي
السَّوْحِ الْمُحْفُوظِ وَهَذَا بَيِّنٌ مِنْ أَهْلِ الْكُتُبِ . . .
وَذَكَرَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْمُحَقِّقِينَ أَنَّ التَّكْفِيرَ حَاصِلٌ بِمَنْ يَدَّعِي
عِلْمَ الْغَيْبِ أَوْ بِرَأْسِهِمُ الْعُقُومَ مُدْبِرَةً بِإِسْتِغْلَالِهَا

کیوں کہ ان کا اور اک سنسنے یا دیکھنے یا کسی دلیل کے ذریعے ہوتا ہے۔
ان امور میں ایک انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی خبریں ہیں جو کہ بذریعہ وحی یا
علم ضروری جو کہ پیدائشی طور پر انہیں دیا گیا ہے یا ان پرچیزوں
کے مشکف ہو جانے سے حاصل ہوتی ہے اور دوسرے اولیاء کی خبریں کہ انہیں
وہ یا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام یا رقیہ صاکنہ یا الہام الہی یا لوح محفوظ دیکھنے
کے ذریعے حاصل ہوتی ہے اور یہ اہل کشف سے ثابت ہے اور اکثر محققین
نے کہا ہے کہ تکفیر خاص اُس شخص کے ساتھ ہے جو بالاستقلال علم جاننے
یا سادوں کے تدبیر ہونے کا گمان کرے۔

ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ صاحب کشف کے بارے میں
فرماتے ہیں۔

فَإِذَا انْكَشَفَ جَعَانُ الْحَقِّ لَمْ أَذْكَاءَ ذَلِكَ السُّورُ
فَيَنْتَقِوْا أَيْ كَنْ يَنْبُطُ يَنْشُرُ حِ الصُّورُ وَيُطْبِعُ
الْمُسْبَدُ عَلَى حَقَائِقِ الْأَشْيَاءِ وَيَتَجَلَّى لَهُ الْغَيْبُ وَ
غَيْبُ الْغَيْبِ

جب جمال حق بندہ پر منکشف ہو جاتا ہے تو نور باطنی تقویت
میں تک پکڑ جاتا ہے کہ اس بندے کا سینہ کشادہ کر دیتا ہے اور اطلاع
پاتا ہے بندہ ادھر حقائق اشیاء کے اور روشن ہو جاتا ہے کس کے
لیے غیب اور غیب الغیب۔

اس نور باطنی کے بارے میں احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں۔
۱۱) اَتَشَوُّقُ قُلُوبُ الْمُؤْمِنِينَ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِغُورِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ
اس کی شرح میں علامہ عزیزی لکھتے ہیں۔

قَالَ أَمَّا وَحْيُ أَيْ إِطْلَاعٌ عَلَى مَا فِي الصُّمُورِ بِسَوَاطِعِ
أَنْوَارِ اشْرَافٍ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَجَعَلَتْ لَهُ بِهَا الْحَقَائِقُ وَقَالَ
الْمَلَكُ عَلَى عَرْفِهَا لَعَنَهُمْ بِأَنَّهُمْ أَهْلُ طَلْعٍ عَلَى مَا فِي
صَمِيرِ السَّاسِ وَبَعْضُهُمْ بِأَنَّهُمْ مَكْتَفَى الْيَقِينِ
وَمَعَايِشَةُ الْغَيْبِ

شرح مساوی نے فرمایا ہے کہ فرست اطلاع علی مافی الصمائر ہے
بوجہ اس نور کے جو کہ بندہ کے قلب پر روشن ہو جاتا ہے پس اس نور کی
روشنی کے سبب بندہ پر حقائق روشن ہو جاتے ہیں اور علامہ غلظی نے
کہا ہے کہ بعض نے فرست کی یہ تعریف کی ہے کہ اطلاع علی مافی الصمائر
کو فرست کہتے ہیں اور بعض نے مکاشفہ یقین اور معاینہ غیب کہا ہے
اور اس حدیث شریف کے بارے میں علامہ عزیزی لکھتے ہیں۔

قَالَ الشَّيْخُ حَدِيثٌ حَسَنٌ

۱۲) (إِنَّ لِلَّهِ تَعَالَى عِبَادًا يُنْزِلُونَ النَّاسَ بِوَحْيٍ يَطْبَعُونَ
عَلَى مَا فِي صُغَائِرِهِمْ وَأَمَّا إِلَهُهُمْ رَبُّ الْمَرْسَمِ
أَيْ بِالْمَعْرِفَةِ قَالَ أَمَّا وَحْيُ عَرَفَاتِي
بِحَجَرِ شُهُودِهِ فَجَادَ عَلَيْهِمْ بِكُشْفِ الْبَصَائِرِ عَنْ الْبَصَائِرِ
فَأَبْصَرُوا بِهَا بَوَاطِنَ النَّاسِ

بیشک اللہ تعالیٰ کے بندے میں اطلاع ہے ان لوگوں کے دلوں اور حواس پر پذیر یوسف فرست علامہ ماضی نے کہا ہے کہ مرق ہیں اللہ تعالیٰ کے بحر شہود (مشاہد حق) میں اٹھا دیئے اللہ نے ان کی آنکھوں سے پردے پس وہ اس کشف کی وجہ سے لوگوں کے اندر و فی حالات دیکھتے ہیں :

اَللّٰهُمَّ وَالسَّبَّحُ عَنْ النَّبِيِّ اَرْضَيْكَ اللهُ عَنْكَ قَالَ الشَّيْخُ وَحَدَّثَ حَسَنٌ
اکابر محققین اہل سنت و جماعت کی کس تحقیق سے یہ بات صاف ظاہر
ہو گئی کہ غائب پر اطلاع پانے کے یہ تین ذریعے ہیں وحی الہی، الہام الہی، مکاشفہ
وحی اور الہام بوقت ضرورت ہوتا ہے لیکن مکاشفہ حالت استمراری ہے جیسا
کہ مندرجہ بالا احادیث مبارکہ سے ظاہر ہے لیکن اس میں التفات اور عدم
التفات الی مشرف کو بھی دخل ہے۔

خان صاحب لکھنؤوی اور اُن کے مُصدق شیخ التفسیر احمد علی صاحب
نے لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے یہ بہتان تراش مارا کہ بریلوی حضرات
انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہر وقت عالم ماکن و مایکون مانتے
ہیں ماثِر الشریعت کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں اور نہ ہی یہ عقیدہ سببِ جوازِ
بیانِ کُراٹے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو مغیبات پر اطلاع دیتا
ہے۔ ذریعہ اطلاع اگرچہ کوئی بھی ہو اور اس عقیدہ کی بنیاد قرآن مجید پر ہی
ہے۔ ہم امام اہل سنت سیدنا مولینا شاہ احمد رضا رضی اللہ عنہ کا عقیدہ
بیان کر دینے کے بعد دلائل نقل کریں گے۔

إِنَّ الْعِلْمَ أَمَّا ذَاقُ أَنْ كَانَ مُصَدَّرَةً ذَاتُ النَّاسِمِ لَمْ تَخْصَرْ
فِيهِ بَيْنَهُ عَصَاهُ وَلَا سَبَابُ وَإِنَّمَا عَطَاكَ إِذَا كَانَ يُنْعِمُ
فَالْأَوَّلُ مُخَصَّرٌ بِالْمَوْثِقِ سَجَانَهُ وَثَقَالُ لَا يُمَكِّنُ بَيْنَهُ وَمَنْ

أَشْبَتْ شَيْئًا مِنْهُ وَلَوْ أَدْنَى مِنْ أَدْنَى مِنْ ذَرَّةٍ لِإِحْدَى مِنَ
الْعَالَمِينَ فَقَدْ كَفَرُوا أَشْرَكَ وَبَارِدَ هَلَاكٌ وَالثَّانِي مُخْتَصَرٌ
يَعْبُدُهُ وَمَنْ أَشْبَتْ شَيْئًا مِنْهُ لِلَّهِ لَعَالَى فَقَدْ كَفَرَ

(الدولة المكيّة ص ٩)

بلیک علم دو قسم پر ہے ذائقہ اس کا صدور ذات عالم سے ہی ہو
 اسی میں کسی کی عطا اور سبب کو فصل نہ ہو۔ عطائی جو کسی کے عطا کرنے سے
 ہو۔ پس قسم اول اللہ تعالیٰ سے خاص ہے غیر کیلئے ممکن نہیں جو ایک ذرہ سے
 بھی کم کسی کے لیے ثابت کرے کہ فرائض شرک ہے اور قسم دوم اللہ کے بندوں سے خاص ہے
 اللہ تعالیٰ کے لیے ناممکن پس جو اس قسم کا علم اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کرنے کا قرینہ ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں

اللہ عزوجل ہی عالم بذات ہے اس کے بتائے ایک حرف بھی
کوئی نہیں جان سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم
الصلوة والسلام کو اللہ عزوجل نے اپنے بعض غیب کا علم دیا
پھر فرماتے ہیں۔ ہم نہ علم الہی سے مساوات مانیں نہ عین کے لیے علم بذات
جانیں اور عطا الہی سے بھی بعض علم ہی غنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع

یہ بھی عقیدہ قرآن مجید اور حدیث پاک سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
 عَالِمُ الْغَيْبِ لَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ

في الدولة المكيّة

٢٤ : خلاص الاعتقاد ص ١
٢٥ : خلاص الاعتقاد ص ١

۴۸ - ایت ۲۶ - ۲۸

اور فرمایا :-

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ

یہاں پر چند مفید باتیں عرض کر دیتا ہوں جن سے وہابیہ نجدیہ کے اکثر اعتراضات کا عدم ہو جائیں گے۔

۱ : اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں عالم الغیب بالذات کی نفی فرمائی ہے۔

۲ : عالم الغیب اسی ذات کو کہا جاسکتا ہے جو عالم الغیب بالذات ہو۔ یہ شان اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ خاص ہے۔ مخلوق کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا فقہانہ کفر قرار دیا ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام کو مطلقاً عَلَی الْغَيْبِ کہا جاسکتا ہے یعنی غیب پر اطلاع پانے والے۔

۳ : باطنی معلومات خواہ کسی بھی ذریعہ سے حاصل ہوں۔ ظاہری معاملات کے سرانجام دینے کی بنیاد اُن پر نہیں رکھی جاتی مگر حکم خداوندی و اگر نہ تمام معاملات عادت اور دنیا کے اصولوں کے مطابق ہی انجام دیئے جاتے ہیں جیسا کہ بخاری شریف میں مذکور ہے۔

قَالَ النَّاسِمْ لَا يَنْفَعِي بَلْعَاكُمْ إِلَّا يَقْضِي قَعْنَائِي بَعَائِيهِ
دُونَ عَلَيْهِمْ عَيْرِهِ مَعَ أَنْ حَلَفَهُ أَكْثَرُ مِنْ شَهَادَةِ عَيْنِي
حاکم کو سنراوا نہیں کہ اپنے ذاتی علم کی بنا پر فیصلہ دے۔ جب تک کہ وہ معلومات کسی دوسرے سے حاصل نہ ہوں۔ خواہ علم قاضی کا دوسرے کی شہادت سے زیادہ ہی ہو۔

سنہ : ۱۰۴۱ ہجری شریف جلد ۲ ص ۱۰۴

خان صاحب گھڑوی نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جن واقعات سے ان کے عدم علم پر دلیل پکڑی ہے وہ ملاحظہ ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ :-

وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلًا اِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَى قَالُوا سَلَامًا
قَالَ سَلَامٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَاءُوْهُ بِعَجَلٍ حَنِیْنٍ
ذَآئِیْ اُنْبَیْهِمْ لَا تَصِلُ اِلَیْهِ لِنُكَرَهُمْ وَ اَوْجَسَ مِنْهُمْ
خِیْفَةً ط قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّ اَنْ سَلَا اِلَیْهِمْ لَوْطٌ

اور البتہ آپکے ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) ابراہیم علیہ السلام کے پاس خوشخبری لے کر بولے سلام وہ بولے سلام ہے پھر دیر نہ کی کہ آئے۔ ایک کچھڑا ملا ہوا پھر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ نہیں آتے کھلنے تک ان سے متوجش ہوئے اور کھٹکا دل میں ان سے ڈر، وہ بولے مت ڈر ہم (فرشتے) ہیں بھیجے ہوئے ہیں قوم لوط کی طرف سے۔

یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد خان صاحب یوں گمراہی فرماتے ہیں۔
اگر ابراہیم علیہ السلام حاضر و ناظر ہوتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ یہ فرشتے ہیں میرے سامنے اور میرے روبرو آسمان دنیا سے نیچے اترے ہیں پھر فلاں راستے سے ہوتے ہوئے میرے پاس پہنچے ہیں۔ اگر ابراہیم علیہ السلام کو معلوم ہوتا کہ یہ فرشتے ہیں تو ان کے لیے کچھڑا کیوں فرج کیا۔ پھر بخون تل کر سامنے کیوں لا رکھا جب معلوم ہے کہ فرشتے نکھاتے ہیں نہ پتہ ہیں۔ پھر علیہ مذاق ان سے کیوں کیا اور دل میں ڈر کیوں پیدا ہوا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حاضر و ناظر

۱ : پ ۵۵۵ بیت ۵۱ - ۵۲ : تسبیح النوافل ص ۱۰۴

تھے تو ان کو پریشانی کیوں لگتی ہوئی حالانکہ اس بڑے عقیدہ کے اعتبار سے وہ فرشتوں کے ساتھ ساتھ حاضر بھی تھے اور ناظر بھی اس واقعہ سے جہاں ابراہیم علیہ السلام کے حاضر و ناظر ہونے کی تردید ہوتی ہے اس کے ساتھ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ جمیع ماکان و مایکون کا علم بھی نہ رکھتے تھے۔

خان صاحب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین کرنا تمہارے نزدیک عین ایمان ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اس واقعہ کو مسدّد حاضر و ناظر اور علم غیب سے کیا تعلق ہے۔ کیا یہ ہی علم غیب ہے جو اللہ تعالیٰ سے خاص ہے۔ کیا آپ کے نزدیک ابراہیم علیہ السلام ایک امتی مومن صراح سے بھی کم ہیں۔ حالانکہ ایسے واقعات کی حقیقت پر تو ہر وہ انسان اطلاع پاسکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے فرست ایمانی عطا فرمائی ہو۔ جیسا کہ ہم انفقاً قرآنہ المؤمنین فابنہ یفسر بنور اللہ (الحديث) کے ماتحت شارح کا قول نقل کر آئے ہیں۔
مزید سنئے:-

علی القاری رحمۃ اللہ الباری فرماتے ہیں:

قَالَ أَبُو سَلَيْمَانَ الدَّارِيُّ الْفَرَّاسِيُّ مَكَشَفَةُ
النَّفْسِ وَمُعَايِنَةُ الْغَيْبِ

ابو سلیمان الدارنی نے فرمایا ہے کہ فرست مکاشفہ نفس اور معائنہ غیب کا نام ہے۔

۱۔ تسمیہ النواظر ص ۳۵ ۲۔ شرح فقہ اکبر ص ۴۰

اگر دیانتداری کے ساتھ غور کیا جائے تو اس واقعہ سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ اول امر میں ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مہمانوں کی طرف پورا پورا التفات نہ فرمایا جیسا کہ مہمانیت کے لفظ سے ظاہر ہے اور مہمان نوازی جس کا آپ پر انتہائی غلبہ تھا اس کے تقاضوں کو پورا فرمایا، لیکن جب مہمانوں کے کھانا نہ کھانے پر آپ نے ان کی طرف توجہ تمام فرمائی تب ان کی حقیقت آپ پر ظاہر ہو گئی۔ آپ جان گئے کہ یہ فرشتے ہیں اور ان کا آنا خطرہ سے خالی نہیں۔ وگرنہ تو اللہ کے خلیل جو مردود اور اس کی تمام رعایا سے نہ ڈرے وہ تین آدمیوں سے کیوں ڈرتے۔ کیا طائفہ دہلا بیہ تجدید کے نزدیک انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یہ ہی شان ہے کہ وہ اپنے جیسے انسانوں سے بھی ڈرتے ہیں۔ اب سنئے کہ مفسرین کرام نے واقعہ میں کیا کچھ فرمایا ہے۔

العارف النصارى رحمه الله عليه حاشية جلالين فرماتے ہیں

إِنْ قُلْتَ كَيْفَ يَخَافُ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ مِنْهُمْ مَعَ كَوْنِهِ
خَلِيلَ الرَّحْمَنِ وَهُمْ مُحْصَرُونَ فَإِنَّ بَيْتَهُ أَجِيبُ
بِأَنَّ خَوْفَهُ لِمَا رَأَى فِيهِمْ مِنْ جَلَالِ اللَّهِ فَصَبَّغَتْهُ خَوْفَهُ
مِنْ رَبِّهِ لَا مِنْ ذَوَاتِهِمْ لَه

اگر تو کہے کہ ابراہیم علیہ السلام باوجود اللہ کے خلیل ہونے کے ان سے کیوں ڈرے اور حالانکہ وہ (مہمان) ان کے گھر کے اندر تھے تو جواب یہ ہے کہ خوف ان کو تب ہوا جب انہوں نے مہمانوں میں جلال الہییت الہی کو ملاحظہ فرمایا تو دراپنے رب کا ٹھکانہ کہ ان کا

کیوں جی خان صاحب العارف باللہ علامہ صاوسی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ایمان کے تقاضے کو پورا کرتا ہے یا آپ کی خرافات کو۔

شیخ الاسلام علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی رحمۃ اللہ علیہ

جو عقائد ہیں اہل سنت و جماعت کے امام و پیشوا ہیں، فرماتے ہیں
وَالطَّاهِرَاتُ اِنَّهٗ اَحْسَنَ بِاَنَّهُمْ مَدَّ يَدَهُ وَفَكَرَهُمْ
لَاِنَّهٗ تَخَوَّفَ اَنْ يَكُوْنُوْا نَزُوْلُهُمْ لَا مَرَا نَكْرَهُ
اللّٰهُ عَلَيْهِ اَوْ لِيَتَذَيَّبَ قَوْمِي

ظاہر بات یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے محسوس کر لیا تھا کہ یہ فرشتے ہیں اور انکار کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے خوف کیا کہ ان کا نازل ہونا کبھی ایسے امر کی وجہ سے ہے جو کہ اللہ کو پسند نہیں یا میری قوم کے عذاب دینے کو آتے ہیں۔

علامہ نسفی کی عبادت سے صرف یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو فرشتوں کے نازل ہونے کی اصل وجہ معلوم نہ تھی اور یہ ہی علم غیب ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ سے مخفی رکھ کر فرشتوں کے ذریعے اطلاع دے دی۔ باقی سب کچھ آپ نے محسوس کر لیا تھا۔ اسی لیے فرشتوں نے آپ کی تسلی کے لیے عرض کی اِنَّا نُرْسِلُكَ اِلٰی قَوْمٍ لُّغُوْہُ کَرِہٌ تَوْ قَوْمٍ لُّوْہُ کِی طَرَفٌ یَّحِبُّہُ کَے ہیں۔ یہ مجاہد ہی آپ کے مافی الضمیر کی اطلاع دیتا ہے۔ و گرنہ وہ کہتے کہ ہم تو فرشتے ہیں۔ لہذا خان صاحب کی بات نہیں بنتی۔ اس کے بعد خان صاحب نے خواہ مخواہ ڈیلرہ وبقیہ سیاہ کر مارا اور ابراہیم علیہ السلام کے حاضر و ناظر نہ ہونے پر واقعہ ملک شام سے کہ مکرمت تک اپنے اہل و عیال کی ملاقات کے لیے آنے کا ذکر کر کے دلیل

لے : تفسیر مدارک ج ۲ ص ۱۵۱

پکڑی ہے۔ سو یہ بھی خان صاحب کی جہالت ہے کہ وہ اہل سنت کے عقائد سے ناواقف ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا اہل سنت کی کوئی کتاب میں لکھا ہے اور جس ذات اطہر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں یہ عقیدہ ہے اس کے بارے میں انشاء اللہ تعالیٰ ہم سیر حاصل بحث کریں گے باقی رہی مکاشفہ کی بات سو اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام قوم کے اخلاق و اعمال کی اصلاح کے لیے مبعوث ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کے افعال اور اقوال اسی پر مبنی ہوتے ہیں۔ اگر اپنے مکاشفہ اور باطنی معلومات پر سکون کے ساتھ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہیں تو ان کی بعثت کا مقصد کیسے پورا ہو۔ اس سفر سے تو آپ نے میاں بیوی کے آپس کے معاملات، محبت اور وعدہ و فانی کا پورا پورا نمونہ مخلوق کے سامنے رکھا ہے۔ اسی لیے قرآن مجید فرماتا ہے کہ تمہارے لیے ابراہیم علیہ السلام کی زندگی نمونہ ہے اور فرماتا ہے کہ بیشک ان کے قصص میں عبرت ہے اہل بصیرت کے لیے لیکن طائفہ و لابیہ بخدیہ کو یہ دولت کہاں نصیب یہ تو بس مقبولان بارگاہِ خداوندی پر اصرار غلوئے کی بصیرت رکھتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اِهْدِ الْوَهَابِیۃَ

حضرت لوط علیہ السلام کا واقعہ

حضرت سیدنا لوط علیہ السلام کا واقعہ تقریباً ابراہیم السلام کے واقع سے ملتا جلتا ہی ہے اور بعینہ وہی اعتراض جو ابراہیم علیہ السلام پر کئے گئے ہیں۔ وہی حضرت لوط علیہ السلام پر کئے گئے ہیں۔ لیکن خان صاحب کی عیاری ملاحظہ ہو کہ وہ واقعات مذکورہ فی القرآن سے صرف وہ ہی محکم نقل کرتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام کی لاعلمی ثابت کر سکیں۔ یہ اس بات کی روشنی دیتا ہے کہ وہابیہ تجدید کا پورے قرآن پر ایمان نہیں دگر نہ تو قاعدہ یہ ہے کہ جو واقعہ متعدد مقامات پر مذکور ہو۔ ان تمام مقامات کی مطابقت کے پیش نظر نتیجہ نکالنا چاہیے۔ لوط علیہ السلام کی لاعلمی پر مندرجہ ذیل آیات سے استدلال کیا ہے۔

لَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيقًا بِهِمْ وَصَاقٍ بِهِمْ
رَزَعًا وَقَالَ هَذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ
دُوسرے :-

قَالُوا يَا لُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَئِنْ لَمْ تَبْطَلْ بِالنِّسَاءِ
حَضْرَتِ لُوطِ عَلَیْہِ السَّلَام کے پس فرشتوں کے آنے کا قرآن مجید میں دو مقامات پر ذکر ہے اول سورہ ہود جو کہ خاں صاحب نے نقل کیا ہے۔ تمام دوئم سورہ حجر میں ۔

۱۔ پ ۲ ہود غ آیہ ۷۷

۲۔ پ ۲ ہود غ آیہ ۸۱

سورہ حجر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

فَلَمَّا جَاءَ الْكَافِرُونَ قَالَ لُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَئِنْ لَمْ تَبْطَلْ بِالنِّسَاءِ
مُسْكِرُونَ قَالُوا بَلْ مَجْنُونٌ يَمَّا كَانُوا فِي يَمِيمَةٍ قَدْ لَهِ
پھر جب بھیجے ہوئے فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے خاندان کے پاس
آئے تو آپ نے فرمایا کہ تم تو ناؤیدہ لوگ ہو۔ انہوں نے کہا بلکہ ہم تو وہ عذاب
لے کر آئے ہیں جس میں تمہاری قوم کے لوگ شک کرتے ہیں ۔
ہم خان صاحب سے سوال کرتے ہیں کہ حضرت لوط علیہ السلام نے قوم
مُسْكِرُونَ کو کس بات کی ترجمانی کی تھی جس کے جواب میں فرشتوں نے کہا کہ
ہم تو عذاب لے کر آئے ہیں ۔

مدارک شریف میں ہے ۔

(فَلَمَّا جَاءَ الْكَافِرُونَ قَالَ لُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَئِنْ لَمْ تَبْطَلْ بِالنِّسَاءِ
أَمْ لِيَ غَيْرِكُمْ أَمْ لَيْسَ خَلْقُكُمْ ذُنًى السَّيْرِ وَلَا أَنْتُمْ
مِنْ أَهْلِ الْخَضِرِ فَأَحَافُ أَنْ تَضُرُّهُ فَوَيْلٌ لِلْبَشَرِ (قَالُوا بَلْ
جِنَّتُكَ يَمَّا كَانُوا فِي يَمِيمَةٍ قَدْ لَهِ أَمْ لِيَ غَيْرِكُمْ أَمْ لَيْسَ خَلْقُكُمْ
ذُنًى السَّيْرِ وَلَا أَنْتُمْ مِنْ أَهْلِ الْخَضِرِ فَأَحَافُ أَنْ تَضُرُّهُ فَوَيْلٌ لِلْبَشَرِ
تَشْفِيكَ مِنْ أَعْدَائِكَ وَهُوَ الْعَذَابُ
جب فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے خاندان کے پاس آئے آپ

۱۔ پ ۱۲ الحجر غ آیہ ۶۳ - ۶۱ -

۲۔ مدارک جلد ۲ ص ۲۳

نے کہا کہ تم نادیدہ لوگ ہو۔ یعنی نہ تم مسافر ہو اور نہ ہی اہل قریہ ہو تو میں ڈرتا ہوں کہ تم مجھے کسی مصیبت میں نہ ڈال دو۔ فرشتوں نے کہا بلکہ ہم تو وہ چیزیں کر آئے ہیں جن میں تمہاری قوم شک کرتی ہے یعنی ہمارا آنا اس لیے نہیں جس کی وجہ سے آپ ہمارے آئے کو ناپسند فرما رہے ہیں بلکہ ہم تو ایک ایسے کام کے لیے آئے ہیں جس میں آپ کی اپنے دشمنوں کی طرف سے خوشی اور تشفی ہے۔ وہ عذاب ہے۔

اب خان صاحب ہمیں بتائیں کہ جب اول ملاقات میں ہی فرشتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی تسلی اور تشفی کر دی تھی تو بعد کے واقعہ سے لاعلمی پر دلیل کچھ نہ کہہنا کی دیانت داری ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا واقعہ

خان صاحب گاہڑ دی نے حضرت یوسف علیہ السلام کی جو کہانی بیان کی ہے اس کا اکثر حصہ من گھڑت ہے اور جو اعتراضات کئے ہیں وہ لایعنی خان صاحب نے تو چرب زبانی سے کام لیتے ہوئے بلا دلیل اعتراضات کئے ہیں لیکن ہم دلائل کے ساتھ ان کی جہالت اور کجور باطنی کاشتوت دیتے ہیں۔

خان صاحب کا قول

اگر حضرت یعقوب علیہ السلام حاضر و ناظر ہوتے تو جب ان کے صاحبزادوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے جانے کا مشورہ کیا تھا حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ قصہ معلوم ہونا چاہیے تھا ؟

جواب

بیٹوں کی سازش کا حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہلے ہی سے پتہ تھا اسی لیے یوسف علیہ السلام کو منع فرمایا تھا کہ اپنا خواب بھائیوں سے نہ کہنا ورنہ وہ تیرے خلاف کوئی خفیہ تدبیر کریں گے۔ قرآن مجید کے الفاظ یہ ہیں

قَالَ يَا بَنِيَّ لَا تَقْصُصُوا رُؤْيَاكُمْ عَلٰى اٰخَوَتِكُمْ فَيَكِيدُوا لَكُمْ كَيْدًا ۝

آپ نے فرمایا اے بیٹے اپنا خواب بھائیوں سے نہ کہنا و تیرے خلاف تدبیر کریں گے۔

خان صاحب کا قول

پھر جب بھائی گمنام میں حضرت یوسف علیہ السلام کو ڈال آئے تھے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نکال لاتے۔

جواب

خان صاحب آپ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں حالانکہ صبر و رضا کے معانی میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اعلیٰ ترین مقام پر ہوتے ہیں۔ اسی لیے حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کے بیان کو ٹھٹھلاتے ہوئے یہ فرمایا کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو واقعہ اس طرح نہیں بلکہ یہ تو تمہارے نفسوں نے تمہیں سازش سوچائی ہے۔ لیکن میں صبر جمیل ہی سے کام لوں گا۔

قرآن مجید کے الفاظ یہ ہیں

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْراً فَصَبْرٌ جَمِيلٌ

ترجمہ وہی ہے جو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ اگرچہ مزید تسلی چاہتے ہو تو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا واقعہ یاد کر لو۔ آپ کی شہادت کی خبریں کثرت کے ساتھ ہمارے آقاؑ نے نامدار حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی۔ لیکن آپؐ نے کوئی لب کشائی فرمائی اور نہ ہی اپنے نواسے رضی اللہ عنہ کو کربلا جانے سے منع فرمایا بعینہ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے صبر اختیار فرمایا۔

خان صاحب کا قول

پنیر کے مومن بیٹوں کا بھی یہ عقیدہ نہ تھا کہ ہمارے باپ خدا کے نبی ہیں حاضر و ناظر ہیں۔ اگر ان کا یہ عقیدہ ہوتا تو اس قسم کی سازش وہ ہرگز نہ کرتے۔

جواب

خان صاحب آپ کے اس استدلال سے تو یہ بات بھی واضح ہو گئی حضرت یعقوب علیہ السلام مومن بکدولی یا انبیاء کے بیٹوں کا یہ بھی عقیدہ نہ تھا کہ خدا حاضر و ناظر ہے ورنہ یہ سازش نہ کرتے۔ لہذا ان پیغمبرِ اہل اور طائفہ و ماہیہ نجد کے نزدیک خدا بھی حاضر و ناظر نہیں۔ ان کے اس عقیدہ پر بہت سے دلائل قائم کئے جاسکتے ہیں لیکن ہم ان کے گرد گھنٹال رشید احمد لنگوہی کا صرف ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔

سے ۱ پ ۲ یوسف ۱۸ آیت

ایک دفعہ لنگوہی کی خانقاہ میں مجمع تھا حضرت لنگوہی اور حضرت نانوتوی کے مرید و شاگرد سب جمع تھے اور یہ دونوں حضرات بھی دعوت میں تشریف فرما تھے حضرت لنگوہی نے حضرت نانوتوی سے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا کہ یہاں ذرا لیٹ جاؤ حضرت نانوتوی کچھ شرما سے گئے پھر حضرت نے فرمایا تو ادب کے ساتھ جت لیٹ گئے۔ حضرت بھی اسی چار پائی پر لیٹ گئے اور مولانا کی طرف کو کروٹ لیکر اپنا ہاتھ ان کے سینے پر رکھ دیا جیسے کوئی عاشق صادق اپنے قلب کو تسکین دیا کرتا ہے مولانا ہر چند فرماتے ہیں کہ میں کیا کر رہے ہو۔ یہ لوگ کیا کہیں گے حضرت نے فرمایا لوگ بچیں گے تو کہنے دو۔

کیونکہ خان صاحب جی تمہارے طائفہ کے نزدیک خدا حاضر و ناظر ہے یا نہیں ہرگز نہیں اور اگر رشید احمد کا عقیدہ ہوتا کہ خدا حاضر و ناظر ہے تو ہرگز بھڑے مجمع میں اپنے معشوق کوٹا کر ساتھ نہ لیتے اور نہ جانے کہ بھی کیا رہے تھے۔ بعینہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کا معاملہ ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ان پر خدا کا نبوت سوار تھا اور رشید پر بیشک جس کو اللہ تعالیٰ سے شرم نہ آئے وہ کس سے بھی شرم نہیں کرتا۔ آدم برسر مطلب۔

صاحب معالم التنزیل کا قول

لَوْ لَا أَنَّ دَاحِي بَرَّهَانَ رَبِّهِ (قرآن)

کہ ماتحت معالم التنزیل میں ہے۔

قَالَ قَتَادَةُ وَ أَكْثَرُ الْمُفَسِّرِينَ أَنَّ دَاحِي صُورَةُ يَعْقُوبَ وَهُوَ يَقُولُ لَهُ يَا يُوسُفُ تَفَعَّلْ عَمَلِ السَّفَهَاءِ وَ أَنْتَ مَكْتُوبٌ

سے دارالاحیاء مکتبہ مولانا اشرف علی تھانوی ص ۳۹

فِي الْأَنْبِيَاءِ وَقَالَ الْحَسَنُ وَسَعِيدُ بْنُ جَبْرِ وَمُجَاهِدٌ وَعِكْرَمَةُ
وَالضَّحَّاكُ إِنْ فَرَجَ لَهُ سَقْفُ الْبَيْتِ فَرَأَى يَعْقُوبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
عَاصًا عَلَى أَصْنَعِهِ وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ جَبْرِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمَا مَثَلُ لَهُ يَعْقُوبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَضْرَبَ بِيَدِهِ فِي صَدْرِهِ
فَخَزَجَتْ الشَّمْعَةُ مِنْ أَنْفِ صِلِهِ

قنادہ اور اکثر مفسرین نے فرمایا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے
حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت دیکھی آپ فرما رہے تھے اسے یوسف تو
بیوقوفوں کا سائل کرے گا؟ حالانکہ تیرا نام انبیاء کی فہرست میں تحریر ہے اور کہا کہ ابن
سعید ابن جبیر، مجاہد، عکرمہ، الضحاک نے کہ مکان کی چھت کھل گئی اور حضرت یوسف
علیہ السلام نے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیکھا اپنی انگلی دائیں میں
پکڑے ہوئے تھے اور سعید ابن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت
کی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام صورت مثالی میں حضرت یوسف علیہ السلام
کے پاس حاضر ہوئے اور اپنا ہاتھ ان کے سینے پر مارا بس شہوت انگلیوں کے
ذریعے خارج ہو گئی۔

اس کے علاوہ اور بھی اقوال مذکور ہیں جو اس واقعہ کے منافی نہیں کیوں کہ
علامہ عارف صاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے
بِالْجُمْلَةِ فَقَدْ كَثُرَتْ عَلَيْهِ الْأَوَارِدَاتُ فِي هَذَا الشَّانِ
اس واقعہ سے یعقوب علیہ السلام کا علم بھی ثابت ہو جاتا ہے اور مسئلہ

۱۔ تفسیر معالم التنزیل جلد ۳ بر حاشیہ خازن ص ۲۳

۲۔ صاوی شریف جلد ۲ ص ۲۳

حاضر و ناظر بھی۔ اب خان صاحب چاہے کتنے ہی التبیح کھائیں لیکن کوئی بھی
دانشمند اتنے جلیل القدر تابعین انھوں میں سید المفسرین سیدنا عبد اللہ ابن عباس
رضی اللہ عنہما کے مقابلہ میں ٹیس ٹیس ٹٹنے کے لیے تیار نہیں۔ باقی رہنا ہر ہی معاملہ
سوا اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حکم الہی کے پابند ہوتے ہیں
اور غاصب کو کچھ بھی شہور ہو تو سرچیں کیا یعقوب علیہ السلام کا صبر کیا تھا گھر بیٹھے رہنا عدم علم کی
دیس ہے تو کیا یوسف علیہ السلام کو بھی اپنے والد کا پتہ نہ تھا اور ان کی محبت کا احساس
نہ تھا وہی آپ اطلاع پہنچتے مگر بات وہی ہے کہ ظفر بن ابی حکم الہی کے پابند تھے۔

پھر یعقوب علیہ السلام کا فرمانا:

عَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعًا

ترجمہ: مقرب اللہ تعالیٰ میرے سب بیٹے آئے گا۔

پھر فرمایا: يٰلَيْتِي أَذْهَبُوا فَتَحَسُّوْا مِنْ يُّوسُفَ وَأَحْيُوْا

ترجمہ: اے بیٹو جاؤ یوسف اور اس کے بھائی یا مین کو تلاش کرو۔

پھر آپ کا فرمانا:

إِنِّي أَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَلَأَ تَعْلَمُونَ

ترجمہ: میں اللہ کی طرف سے جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

بھائیوں نے جو کچھ یوسف علیہ السلام سے برتاؤ کیا تھا وہ تو جانتے تھے
اور کہیں سے نکل جانے کے بعد جو کچھ ہوا وہ جانتے تھے۔ لہذا ثابت ہوا کہ یعقوب
علیہ السلام اپنے پیارے بیٹے کے حال سے آگاہ تھے۔ اور یہ آگاہی اللہ کی طرف سے
تھی۔ ذریعہ خواہ کوئی بھی ہو کیونکہ ہمارے عقیدہ میں یہی ہے کہ جو بات اللہ تعالیٰ کسی سے
پوشید رکھے اس پر کسی صورت اطلاع نہیں پائی جاسکتی۔

۱۔ پ ۱۳ یوسف فتح ایت ۸۳ - ۲۔ پ ۳ یوسف فتح ایت ۸۹

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ

تینا موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کے واقعہ سے صرف اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ بعض علم جو کہ موسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا تھا وہ حضرت خضر علیہ السلام کو نہ تھا جو علم خضر علیہ السلام کو عطا فرمایا گیا وہ ملاقات سے قبل حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہ تھا اور ملاقات سے وہ بھی آپ پر ظاہر ہو گیا اور ملاقات صرف موسیٰ علیہ السلام کو یہ بات جملانے کے لیے تھی کہ فسوق سے بچ کر ذیٰ علیہم علیہم اس واقعہ سے ہمارے عقیدہ پر کوئی زد نہیں پڑتی کیونکہ ہمارا یہی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو وہ امور عظیم جن کا علم ان کے لیے ضروری ہوتا ہے ان کا علم عطا فرماتا ہے اور کسی کے لیے غیر ضروری معلومات نہیں دیتا کہ علم اور علم کی شان نہیں۔ لیکن ہم یہ نہیں سمجھتے کہ طائفہ دہلیہ نجدیہ ترازو سے کراہتیں علیہم الصلوٰۃ والسلام کا علم تو لے کے لیے کیوں بیٹھتے تھے ہیں۔ برخلاف اس کے یہ گروہ اپنے پیروں میں اللہ علیہ اللہ کے حاضر و ناظر ہونے اور اس کے علم کی نفی کرنے کے لیے کبھی درپے نہیں ہوتے۔ بیشک اپنے بزرگوں کی تمغیں شان کس کو گوارا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ

حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ سے خان صاحب کا استدلال تو خان صاحب کی کمال جہالت پر روشن دلیل ہے۔ جہلا وہابی اور قرآن کا فہم دو متضاد چیزیں ہیں میں کیسے جمع ہو سکتی ہیں۔ خان صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کی حاضری لی تو ہڈ ہڈ نظر نہ آیا۔ فرمانے لگے! کیا وجہ ہے کہ وہ مجھے نظر نہیں آتا یا واقعی وہ غائب ہے اگر ہڈ اپنی غیر حاضری کی معقول وجہ نہ بتا سکا تو میں اس کو سخت سزا دوں گا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی حکم عدولی پر میں اسے فرج ہی کر دوں۔ تھوڑی ہی دیر گزری کہ ہڈ ہڈ آیا اور اپنی غیر حاضری کی وجہ بیان کی کہ میں ملک سب کو چلا گیا تھا وہاں سے کچھ ایسے پیش ہوا اور دل کش حالات اور معلومات فراہم کر کے لایا ہوں کہ آپ کو ان کی خبر تک نہیں ہڈ ہے پوچھنے کو اسے گستاخ اور بے ادب و میاں تو نے یہ کیا کہہ دیا کہ مجھے ملک سب کا حال معلوم ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو خدا کے پیغمبر تھے حضرت داؤد علیہ السلام کے لاڈلے تاج و تخت کے ملک جو امر حکومت کر نیوالے اور جنات پر تسلط رکھنے والے ان کو یہ معلوم نہیں اسے ہڈ تو نے غضب فساد حضرت سلیمان کی جلالت شان اور عظمت کا خیال نہ کیا ان کے علم کو تو نے گھٹایا ناپا اور تو لا چل دے ہڈ بھی وہابی ہو گیا۔

خان صاحب نے قرآن مجید کی تفسیر میں جو عوام کو دھوکہ دیا ہے اس معاملہ میں تو خان صاحب کی خبر ہم خود لیں گے۔ لیکن اتنا تو خان صاحب ہی سے پوچھنا ہے

کہ خان جی آپ ﷺ رسول اللہ، کلمہ پڑھتے ہیں یا لا الہ الا اللہ رسول اللہ جو کہ ہد کو اپنا پیشوا تسلیم کرتے ہوئے ہو۔ ہد کے قول کی بنیاد تو کوئی نہیں ہے تھی نہ کہ ظن پر و نہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علوم میں طعن کرنا تو صریح منافقت ہے جسے آج کل عرف عام میں دہا بیت کہتے ہیں۔ کیا آپ ثابت کریں گے کہ کسی ایماندار نے بھی انبیاء علیہم السلام کے قول، فعل، علم میں طعن کیا ہو۔ ہرگز نہیں۔

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَتَقْوُوا الْمَنَافِقَ إِنَّهُمْ
وَقَوْمَهُمَا النَّاسُ وَانْجِبَا دَاغَ الْكَافِرِينَ

منافقوں کا ثبوت ہم پیش کر دیتے ہیں۔ مقتدا اور غیر مقتدا دہا بیوں کے امام و پیشوا علامہ بغوی معالم التشریح میں حدیث نقل کرتے ہیں۔

قَالَ سُدِّيٌّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَرِضْتُ عَلَى أُمِّتِي فِيهِ صُورَةُ مَا فِيهِ الْبَطَيْنُ كَمَا
عَرِضْتُ عَلَى آدَمَ وَأَعْلَمْتُ مَنْ يُؤْمِنُ بِهِ

وَمَنْ يَكْفُرُ بِهِ فَبَلَغَ ذَلِكَ الْمُنَافِقِينَ فَقَالُوا
إِسْتَهْزَأُوا نَعَمْ مُحَمَّدٌ أَنَّهُ يَعْلَمُ مَنْ يُؤْمِنُ بِهِ وَمَنْ
يَكْفُرُ بِهِ مِمَّنْ لَمْ يَحْكَمْ مَعَهُ وَمَا يَسْرِفُ فَبَلَغَ
ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ
عَلَى الْمَنُورِ فَحَمِدَ اللَّهَ وَاشْتَمَلَ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ
مَا بَالُ أَقْوَامٍ طَعَنُوا فِي عِلْمِي لَا تَسْأَلُونِي
عَمَّا نَمُو فِيهِ بَيْنَكُمْ بَيْنَ السَّاعَةِ إِلَّا تَبَاتُكُمُ

بہا سدی نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت میرے سامنے اپنی اپنی صورت پر مٹی میں پیش کی گئی جیسا کہ آدم علیہ السلام پر پیش کی گئی اور جانائیں نے جو مجھ پر ایمان لائے گا اور جو میرا انکار کرے گا۔ پس یہ خبر جب منافقوں کو پہنچی تو انہوں نے استہزا کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم گمان کرتا ہے کہ وہ جانتا ہے جو اس پر ایمان لائے گا جو اس کا انکار کرے گا۔ ان میں سے جو ابھی پیدا نہیں ہوئے حالانکہ وہ ہم کو نہیں پہچانتا جب یہ بات منافقوں کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا، کیا حال ہے ان قوموں کا جو میرے علم میں طعن کرتے ہیں نہیں پوچھو گے تم کوئی چیز آپ سے قیامت تک ہونے والی گر میں تمہیں اس کی خبر دوں گا۔

اس حدیث شریف سے یہ دو باتیں ثابت ہو گئیں اول یہ کہ خان صاحب اور ان کا طائفہ کوئی نوحہ انسانی میں سے ہیں دوسرے ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصت علمی۔ آپ آئیے اصل مسئلہ کی طرف۔

خان صاحب فرماتے ہیں۔

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرُ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهَدْيَ هَذَا أَمْ كَانَ مِنَ
الْعَائِلِينَ وَكَعْدَ بَنِي عَدَّ ابْنِ سَدِيدٍ أَوْ لَا أَذْجَنَهُ
أَوْ لَبَّاءُ بَنِي سُلَيْمٍ سُلَيْمٌ نَمَكْتُ هَيْئَ بَعِيدٍ فَقَالَ
أَحْطَتْ بِكَ أَلَمِ حُطْبَيْهِ وَحِجَّتُكَ مِنْ سَكَاوِ بَنِي
يَقِينِي

اور حاضری لی اڑتے جانوروں کی تو کہا کیا ہے جو میں نہیں دیکھتا ہد کو یا ہے

وہ غائب اس کو سزا دوں گا سخت سزا یا ذبح کر ڈالوں گا یا لائے میرے پاس
سند صریح پھر بہت دیر نہ کی کہ ہڈ ہڈنے آکر کہا کہ میں لے آیا خبر ایک چیز کی
کو سچہ کو اس کی خبر تک نہ تھی اور آیا ہوں میں تیرے پاس ملک سب سے ایک
تحقیقی خبر لے کر آیا

خان صاحب (صا) اور (ما) کی حقیقت سے ہی ناواقف ہیں ورنہ دھوکہ نہ
کھاتے اور اگر واقف ہیں تو دانستہ طور پر عوام کو دھوکہ دیا ہے مآلہ لا ادری
الغڈ ہڈ میں ما استفہامیہ ہے اور استفہام کی قسموں میں ہی سے ایک قسم
استفہام اختیاری بھی ہے اور اُم کان و سن الغائبین میں ام شک کے مترادف
نہیں بلکہ بل کے مفہوم میں ہے۔ اور ام منقطعہ ہے یعنی اپنے سے باقی اور
ما بعد میں تعلق کو منقطع کرتا ہے تو معنی مآلہ لا ادری الغڈ ہڈ اُم کان و سن
الغائبین کا یہ ہوا کہ آپ نے فرمایا کہ ہڈ کو میرے نہ دیکھنے کی کوئی دوسری
وجہ ہے اور خود ہی فرمایا کہ نہیں بلکہ وہ غائب ہی ہے اس کی مثالیں قرآن مجید
میں اکثر موجود ہیں۔ یہاں صرف ایک مثال بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے
پہلے پارے کے آخر میں فرمایا ہے کہ وَ اَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰہُ اس آیت مبارک
میں بھی ہمنو (د) استفہام اختیاری کا ہے اور ام بل کے معنوں میں ہے اور
اضراب استثنائی ہے معنی آیت کا یہ ہے کہ کیا تم زیادہ جانتے ہو نہیں بلکہ اللہ
ہی زیادہ جانتا ہے۔ اگر خان صاحب کے فہم کے مطابق ام کو اوشکیہ کے معنوں
میں مراد لیا جائے تو معنی آیت کا یہ ہوگا کہ تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ یعنی
شک ہے اس بات میں کہ مخالف زیادہ جانتے ہیں یا اللہ تعالیٰ اور شک

بھی کس کو اللہ تعالیٰ کو اور یہ مراد بالکل باطل ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ حضرت
سلیمان علیہ السلام کو ہڈ کے غائب ہونے میں شک نہیں بلکہ یقینی علم تھا
دوسری دلیل یہ ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے نزدیک ہڈ کا جرم ہی
محقق نہ تھا تو سزا سنانا کیسا؟ تیری دلیل یہ ہے کہ اگر ہڈ کا غائب ہونا محقق
نہ تھا تو آپ نے یہ کیسے فرمایا۔ اُولَیْہِ تَسْبِیْہِ بِسُلْطٰنِ مُّبِیْنٍ یا بیان کرے میرے
سلسلے اپنے غائب ہونے کی معقول وجہ۔ جب ہڈ کے غائب ہونے میں ہی
شک ہے تو یہ مطالبہ کیسا؟ لہذا خان صاحب کی غول غول کی کوئی حقیقت نہیں اور
خان صاحب کا یہ فرما کہ اگر واقعی حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس کا علم ہوتا تو
وہ ہرگز نہ فرماتے۔

قَالَ سَتَلْقٰہُ اَمَدًا قَاتًا اَمْ کُنْتَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم ابھی دیکھ لیتے ہیں کہ تو
سچ کہتا ہے یا جھوٹوں میں سے ہے

خان صاحب ذرا یہ فرمائیں کہ مشاہدہ فی الحال کیا علم کے منافی ہے
ہرگز نہیں ورنہ تو اس آیت اور اس جیسی دیگر آیات کا کیا جواب ہوگا اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے۔

ہَلٰی دُبُکُمْ اَنْ یَّخْلُقَ عَدُوًّا کُمْ وَ لَیْسَ تَعْلَمُوْنَ اَنْتُمْ فِی الْاَدْرَہِیْ

فَیَنْتَظَرُ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ

عقرب تمہارا رب تمہارے دشمنوں کو جاکر دیکھا اور تم کو زمین میں خداوند
دیکھا پھر دیکھے گا تم کیسے عمل کرتے ہو

کے پاس گئیں انہیں کہانی سنائی آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ چھری
لاؤ میں اس لڑکے کے دو حصے کر کے دونوں میں بانٹ دیتا ہوں۔
پس چھوٹی نے کہا کہ آپ ایسا ذکر کریں لڑکا اسی کا ہے لیکن بڑی کچھ دہولی
آپ نے فیصلہ چھوٹی کے حق میں دے دیا۔

خان صاحب سمجھتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بڑی کی بات کو بچا بھریا۔
حالانکہ عربی عبارت میں کوئی جملہ ایسا نہیں جو اس بات پر دلالت کرتا ہو۔
کیا خان صاحب یہ بتا سکتے ہیں کہ ان کو داؤد علیہ السلام کے مافی الضمیر
کی کس طرح اطلاع ہو گئی یا دانستہ طور پر لفظ اللہ خلق انسان کے انعام
کا شوق کو داؤد پھر خان صاحب یہ جواب دیں کہ کیا قاضی یا مفتی کے لیے ضروری
ہے کہ مدعی اور مسائل کو پہلے سچا یقین کرے پھر فیصلہ یا فتویٰ دے کیا شریعت
میں اس قانون کو ثابت کر سکتے ہیں مگر اصول تو یہ ہے کہ اگر مدعی ثبوت دہلی بہم
پہنچا دے تو فیصلہ اس کے حق میں ہو جائے گا اور اگر ثبوت انکار بہم پہنچا دے
فیصلہ اس کے حق میں ہوگا۔ اور قاضی کو ذاتی معلومات کی بنا پر فیصلہ کرنے کا حق حاصل
نہیں۔ اسی لیے حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے جس نے ثبوت استحقاق بہم پہنچا
دیا۔ آپ نے اُسی کے حق میں فیصلہ دے دیا اور خان صاحب کا یہ کہنا کہ حضرت
سلیمان علیہ السلام نے چھوٹی کی حالت اضطراری دیکھ کر جان لیا کہ فیصلہ
حقیقت کے خلاف ہے۔ یہ بھی ثبوت ہے کیونکہ خود خود آپ کے پاس مقدمہ
لے گئیں تھیں۔ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو یقین ہو گیا تھا کہ فیصلہ حقیقت
کے خلاف ہے تو انہوں نے بغیر حکمت عملی کے کیوں نہ چھوٹی کا لڑکا دلوادیا۔

درا بھی کیے کہتے تھے۔ وہ خان صاحب کی طرح جاہل تو نہ تھے۔ آپ قانون فقہاء
کے واقف تھے کہ جب ان دونوں میں سے کوئی ایک حقیقت کا خود اقرار کرے
فیصلہ ناممکن ہے۔ اسی لیے آپ نے چھری لانے کا حکم دے کر بڑی کی زبان حال
سے اور چھوٹی کی زبان حال سے حقیقت کا اقرار کروایا اور پھر فیصلہ حقیقت کے
مطابق دے دیا۔ خان صاحب اگر اپنی نظروں سے حسد اور بغض کی پٹی اتار کر دیکھیں
تو ان پر صاف ظاہر ہو جائے گا کہ اپنے ذاتی علم پر فیصلہ کرنے کا حق تو اللہ تعالیٰ نے
بھی اپنے لیے نہیں رکھا۔ باوجود اپنے بندوں کے اقوال اور اعمال سے واقف ہونے
کے پھر تمام اعمال کی فہرست تیار کر لے کے لیے فرشتے مقرر فرما دینے میں تاکہ
حقیقت کا خارج میں ثابت ہو جانے کے بعد فیصلہ فرمایا جائے۔ لہذا اس واقعہ سے
داؤد علیہ السلام کی شانِ علیت پر کوئی دھبہ نہیں پڑتا۔

خان صاحب سمجھتے ہیں۔

اعتراف

فریقِ مخالف کے اعلیٰ حضرت مجددِ وقت مولوی احمد رضا

خان صاحب بریلوی اپنی مشہور کتاب مفتوحات حصہ دوم

ص ۴۹ پر رقمطراز ہیں ”ابھی سیدی سلجھی کے دو بیویاں تھیں سیدی عبدالعزیز
دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رات تم نے ایک بیوی کے جاگتے ہوئے،
دوسری سے ہم بستری کی یہ نہیں چاہیے۔ عرض کیا حضور وہ اس وقت سوئی تھی
فرمایا سوئی مدھکی سوتے میں جان ڈال لی تھی عرض کیا حضور کو کس طرح علم ہوا فرمایا
جہاں وہ سو رہی تھی۔ کوئی اور پٹنگ بھی تھا عرض کیا ہاں ایک پٹنگ خالی تھا فرمایا
اس پر میں تھا سو کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں ہر آن ساتھ رہے۔“

اس واقعہ پر خان صاحب عاشقہ آرائی فرماتے ہیں: حضرات ہمیں تو یہ حوالہ نقل کرتے بھی شرم آتی ہے مگر کیا کیا جائے ہم بھی مجبور ہیں۔ دیکھا کہ ان بیویوں کے علم غیب اور حاضر و ناظر کی انتہا کی مرید کی ہم بہتری کے وقت بھی ان کے پروہر مشد حاضر و ناظر ہوتے ہیں اور سب واقعہ چشم خورد دیکھتے ہیں۔

جواب اعلیٰ حضرت نے یہ واقعہ یحییٰ نہیں نقل فرمایا بلکہ روایت یحییٰ کی ہے۔ لیکن خان صاحب گکھڑوی کو کیا علم کہ اس واقعہ کے اصل راوی کون ہیں اور یہ کس کا واقعہ ہے۔ خان صاحب گکھڑوی کی عبارت سے قبل ہم یہ واقعہ بینہ نقل کرتے ہیں۔

یہ واقعہ جن کو پیش آیا تھا ان کی تشریف کتاب الابرار کے اختتام پر یوں مذکور ہے: نجم العرفان، امام الیمان، سید نصر، قطب وقتہ سیدی احمد بن المبارک السجاسی اور ان کے شیخ غوث الاولیاء والعارفین سیدنا عبد العزیز و بارخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں اور یہ واقعہ ان دونوں عظیم الشان ہستیوں سے متعلق ہے سیدی احمد سجاسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

إِنِّي جَمَعْتُ بَيْنَ دَوْجَتِي ذَاتِ لَيْلَةٍ فِي بَيْتِي فَأَجِدْتُهَا
مَنْعًا إِخْدًا هُمَا مِنْ بَيْتِيهَا بِمَنْكِبَيْهَا فَبَاثَتْ كُلَّ وَاجِدَةٍ
وَبَنَّهُمَا عَلَى فُرَاتَيْنِ وَخَذَهَا قَرِيبَتْ أَنَا عَلَى فُرَاتٍ وَخَلَوْنِي وَبَقِي
فُرَاتٌ رَافِعٌ فِي الْبَيْتِ لَمْ يَبْتَ عَيْشِهِ أَخَذَ شَعْدَ عَيْنِي فَعَشَى
إِلَى وَطْءٍ إِخْدَ عِ الْوُجْهَيْنِ فَوَطَّطَهَا ظَنًّا وَبَقِي أَنِ الْآخِرَى
لَا تَبْعُهُ لَمَّا بَدَأَتْ شَيْئًا قَلِيلًا فَهَمَّتْ وَطَّطْتُ الْآخِرَى

سہ۔ نسوہ الزواجر ص ۲۰

ظَنًّا وَبَقِي أَنِ الْآخِرَى لَمْ تَبْعُهُ أَتَمَّتْ ظَنًّا لَمَّا قَدِمْتُ لِيَأْتِيَنِي
وَكُنْتُ أَكْثَرُ مِنْهَا وَإِنْ بَدَتْ الْمَاخَةُ جَعَلَتْ ذَاتَ يَوْمٍ
يَسْمُو جَبْنِي قَالَ مَا تَقُولُونَ فِي جَمْعِ الْمَرْأَتَيْنِ فِي مَنْكَبٍ وَاجِدَةٍ
مَنْعَ وَطْئِهِمَا فَعَدِمْتُ أَنَّ أَشَارَ إِلَى مَا دَفَعْتُ وَبَقِي فَقُلْتُ يَا
سَيِّدِي وَكَيْفَ عَلِمْتَ ذَلِكَ فَقَالَ وَمَنْ نَأْمَ عَلَى الْغَدَاشِ
الترابيع ص ۱۰

ترجمہ میں نے ایک رات کسی عذر کی بنا پر اپنی دونوں بیویوں کو ایک ہی کمرے میں اکٹھا کر لیا، پس ہر ایک علیحدہ اپنے اپنے بستر پر سوئی اور میں علیحدہ اپنے بستر پر سویا اور چوتھا بستر خالی رہا۔ پھر میرے جی میں ایک بیوی سے بہتری کی خواہش پیدا ہوئی تو میں نے یہ خیال کر کے کہ دوسری سو رہی ہے ایک بیوی سے بہتری کی اور پھر کچھ دیر کے بعد یہ ہی خیال کرتے ہوئے دوسری بیوی سے بہتری کی جب میں سیدی عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ دو بیویوں کو ایک کمرے میں اکٹھا کر کے ان سے بہتری کے مسئلہ میں تہار کیا خیال ہے۔ تو میں سمجھ گیا کہ حضرت نے میرے واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ میں نے عرض کی کہ آپ کو کیسے علم ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ چوتھے بستر پر کون سویا ہوا تھا۔

اب اس عبارت میں غور فرمائیں اور خان صاحب گکھڑوی کی خرافات بھی پیش نظر رکھیں۔ کیا پوری عبارت میں کوئی جملہ ایسا ہے جس سے یہ ثابت ہو

سہ۔ کتاب الابرار ص ۱۰

کہ حالت بہتری کے وقت پختہ خود اس فعل کو دیکھ رہے تھے۔ حضرت تو خود فرما رہے ہیں کہ چوتھے بستر پر کون سو رہا تھا۔ کیا جو شخص انھیں کھول کر دیکھ رہا ہو اسے نام نہاد کہا جائے۔ بلکہ نام کا اطلاق تو اسی شخص پر ہوتا ہے جو انھیں بند کر کے لٹا ہوا ہو اگرچہ جاگ ہی رہا ہو۔ جو لوگ باطل تنگ اور مختصر مکانات میں زندگی گزارتے ہیں کیا وہ اس موقع پر گھر کے دیگر افراد جو اس پاس بیٹھے ہوتے ہیں ان کو باہر نکال دیتے ہیں۔ باقی رہا شیخ کامل کا مرید کے ساتھ رہنا سو یہ تاریخ اور متبوع میں ظاہر اور باطن کمال اتحاد پر مبنی ہے اور یہ بات بھی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بریلوی نے اپنی طرف سے نہیں فرمائی بلکہ یہ سیدی احمد سلیمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

قَالَ لِي دَخَنِي اللَّهُ حَنَنُهُ مَسْرُوعًا آخِرِي إِلَى لَا أَفَادُكَ يَسْلُوكَ كَالْفَالِ

ترجمہ: کہ میں تجھ سے دن رات میں کبھی جدا نہیں ہوتا اور میرے فرماتے ہیں،

قُلْتُ لَهُ مَسْرُوعًا يَا سَيِّدِي مَا يَتِي فِي السَّامِ ذَاتِي وَذَاتِكَ فِي شَوْبِ

وَأَجِدُ نَقَالَ هَذَا وَذَاتِي حَقٌّ قَدْ شَأْنًا فَكَ لَا يُفَارِقُنِي يَسْلُوكَ كَالْفَالِ

ترجمہ: یعنی ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ حضور میں نے خواب میں خود

کو اور آپ کی ذات کو ایک کپڑے میں دیکھا ہے فرمایا یہ خواب سچا

ہے اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت دن اور رات میں کسی

وقت مجھ سے علیحدہ نہیں ہوتے بلکہ

اب خان صاحب فرماتے ہیں کہ اس واقعہ میں قباحت اور بے حیائی کی کوئی

بات ہے جس کی وجہ سے آپ شرم کی نالی میں ڈوب مرے۔ کیا رشید احمد کا بھرے

ملے۔ کتاب الہدایہ ص ۱۰۰

مجمع میں اپنے معشوق کے ساتھ بیٹھے تھے اور خواب میں اسی معشوق کے ساتھ افہام بازی کرنے تھے۔ بھرے مجمع میں عورت کی شرمگاہ کی ہیئت کو تاثیر بیان کرنے سے یہ واقعہ زیادہ شرمناک ہے۔ اور خان صاحب نے جو فرشتوں کا حوالہ دیا ہے کہ فرشتے ایسی حالت میں انسان سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ ہم خان صاحب سے پوچھتے ہیں کہ علیحدہ ہو کر اسی جگہ کمرے میں ہی رہتے ہیں۔ یا باہر نکل جاتے ہیں کیا ایسے موقع پر جب مرد و عورت کوئی بات کریں تو کھینے کے لیے حاضر نہیں ہوتے۔ کیا ان کی ہر نقل و حرکت تحریر میں نہیں لاتے۔ السراج المنیر کا حوالہ تو نقل کر دیا لیکن اسی حدیث پر شیخ الاسلام محمد بن سالم رحمۃ اللہ علیہ کیوں نظر سے اوجھل رہے۔ اور وہ یہ ہے۔

أَحَى يُقَارِفُونَ، وَجَنَّبِي مَعَ الْقَرِيبِ مَشْدًا يَسْلُوكَ كَالْفَالِ

يَقَعُ مَشْدًا يَسْلُوكَ كَالْفَالِ

ترجمہ: فرشتے انسان سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن قریب ہی رہتے

ہیں تاکہ جو کچھ اس سے سرزد ہو اس کا ملاحظہ کرتے رہیں تاکہ اس کو نکلیں۔

اگر فرشتوں کا ایسے وقت میں موجود رہنا اور ملاحظہ کرنا بے حیائی نہیں تو ولی

کامل کی معیت روحانی کیونکر بے حیائی ہوگئی۔ فرشتوں کے معاملے میں بھی شیطان

کی شرارت کو دخل نہیں اور ولی کامل کے معاملات میں بھی دخل نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے۔

وَإِنْ عِبَادِي لَئِنْ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ

ملے۔ اور اح شمس ص ۲۳۹

ملے۔ تذکرۃ الرشید جلد ۲ ص ۲۵۵

ملے۔ تذکرۃ الرشید جلد ۲ ص ۲۵۵

ملے۔ تذکرۃ الرشید جلد ۲ ص ۲۵۵

ملے۔ السراج المنیر ص ۱۰۰

ملے۔ السراج المنیر ص ۱۰۰

ملے۔ السراج المنیر ص ۱۰۰

ترجمہ :- اے شیطان بیشک میرے خاص بندوں پر تیری قدرت نہیں

ہے۔

اور نیچے علامہ بغوی اپنی تفسیر معالم التنزیل میں کذا البت شرعی ابن ابی نعیم
مملکوت السموات والارض کے تحت ایک حدیث نقل کرتے ہیں۔

رَوَى مِنْ شَلِيحَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَرَفَعَهُ بَعْضُهُمْ عَنْ
عَبِي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَمَّا أَدَّى ابْنُ إِدْرِيسٍ مَمْلَكُوتَ السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ أَبْصَرَ رَجُلًا عَلَى قَارِضَةٍ قَدْ عَا عَلِيَّوْهُ فَبَلَكَ شَمَّ
أَبْصَرَ آخَرَ قَدْ عَا عَلِيَّوْهُ فَبَلَكَ شَمَّ أَبْصَرَ

ترجمہ :- حضرت سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بعض نے
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام
نے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی کو دیکھا تو آپ نے ایک آدمی کو
نہا کرتے ہوئے دیکھا اور آپ نے اس کے حق میں ہر دعا کی وہ ہلاک
ہو گیا، پھر دوسرا دیکھا اس پر ہر دعا کی وہ بھی ہلاک ہو گیا پھر اسی طرح
تیسرا دیکھا۔

کیوں ہی خان صاحب اللہ تعالیٰ اور ابراہیم علیہ السلام سے بھی زیادہ شرم
آپ کے حصے میں کہاں سے آگئی " اَنَا خَيْرٌ مِنْهُ " کہنے والے سے کوئی خاص برکت
معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ایسی کرم نوازاں اسی کی شان ہے۔

اس کے بعد خان صاحب لکھنوی لکھتے ہیں۔

سہ :- معالم التنزیل بر حاشیہ خان ص ۳۳ -

اعتراض :- ایک اور شوریدہ سر اٹھتا ہے اور وہ ولی اور نبی کے کمال کی یہ

شرط لکھتا ہے کہ :-

لَا تَسْتَفِيزُ نَطْعَةً فِي خَدِيجِ اَنْثَى اِلَّا يَنْظُرُ ذَالِكَ الرَّجُلُ
اِلَيْهَا.

ترجمہ :- کسی مادہ کی شرمگاہ میں کوئی نطفہ نہیں قرار دیتا مگر وہ کامل
اس کو دیکھتا ہے۔

جواب :- خان صاحب کی یہ بات سمجھنی کرنی دشوار نہیں کہ شوریدہ سر کا
تمذہب بارت کے نازل کو دیا گیا ہے یا اصل قائل کہ بہر حال ایسی باتیں کرنا یا
لکھنا خان صاحب کے نزدیک شوریدہ سروں کا ہی کام ہے۔ طائفہ و لامبیہ
نجدیہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جناب
میں گستاخیوں سے باز نہیں آئے بلکہ عین ایمان جانا۔ تو اولیاء کرام کی گستاخی
تو ان کے نزدیک کوئی مقام ہی نہیں رکھتی۔ عابد ماسکان و مایکون
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ٹھیک فرمایا ہے کہ اِذَا خَالَكَ الْخِيَانَةُ
فَاَنْفَعَنَ مَا بَشَرْتِ جِبْ جَانِءٌ هَے جو جی چاہے کہو اور کرو۔ تسوید النواظر
میں خان صاحب کے فقدان جیا پر کافی ثبوت ہیں کہ ہر جگہ اولیاء کرام کے
ارشادات عالیہ کو منتر جنس اور مفسرین کرام کے اقوال کو خیالات مردودہ قرار
دیتے ہیں اور احادیث کو خواہ مخواہ باطل قرار دیتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے
بذات خود ہماری راہنمائی ان بزرگوں کی طرف فرمائی ہے قرآن مجید میں ارشاد
ہوتا ہے۔

سہ :- تسوید النواظر ص ۳۳ -

قَدْ كَانَ الشَّيْخُ عَبْدُ الْقَادِرِ الْجِيلِيُّ يَقُولُ أَدْبَى الْأَنْبِيَاءِ إِسْمُ
النَّبِيِّ وَأَوْثَقُنَا النَّقَبَ أَيْ حَجَرٍ عَلَيْنَا إِسْمُ النَّبِيِّ مَعَ أَنَّ الْأَعْيُنَ
لَعَالَى يُغَيِّرُنَا فِي سَرَّائِرِنَا بِمَعَانِي كَلَامِهِ وَكَذَلِكَ رَسُولِهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبُشَى صَاحِبِ هَذَا الْمَقَامِ أَنْبِيَاءُ الْأَوْثَانِ
فَقَايَةُ نُبُوَّتِهِمْ الشَّرِيفُ بِالْأَحْكَامِ الشَّرِيفَةِ حَتَّى لَا يَخْطُوا
فِيهَا سَلَه

ترجمہ :- شیخ عبدالقادر جیلیؒ فرمایا کرتے تھے انبیاء کو اسم نبوة دیا
گیا ہے اور ہم کو لقب یعنی روکا گیا ہے ہم پر اسم نبی کا اطلاق باوجود
اس کے کہ اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے۔ ہمارے دلوں میں اپنی اور اپنے
رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام کے معنوں کی اور اس مقام کے
انسان کو انبیاء اولیاء کہا جاتا ہے۔ پس انتہا ان کی نبوة کی جانتا ہے۔
احکام شریعت کا یہاں تک کہ یہ لوگ نہیں خطا کرتے شریعت کے
معاظت میں۔

لہذا ثابت ہوا کہ کالمین کے اقوال قرآن مجید اور احادیث پاک کے ہرگز خلاف
نہیں ہوتے اب خان صاحب کے اصل اعتراض کی حقیقت سنئے۔ خان صاحب
نے جس کلام کی بنا پر ناقل کو شوریدہ سر کہا۔ اس کے مثل کلمات طبعیہ اجلہ اکابر
أمت کی تصانیف میں پائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ سیدی نور الدین ابوالحسن علی
شطنونی اپنی کتاب ہر سجدۃ الامرار میں اور عبد اللہ بن اسمعیل شافعی اپنی کتاب
خلاصۃ المفخر میں اور امام الاحناف علی قاری مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تصنیف.....

نزیحہ النیاط میں اور عارف کبیر احدا قطاب الادب سیدنا احمد رافعی رحمۃ اللہ
تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں اَطْلَعْنَا عَلَى عَيْنِهِمْ حَتَّى لَا تَبْنَتْ شَجْوَةٌ وَلَا تَهْضُمَ
وَدَقَّةٌ إِلَّا بِنَظَرِهِ ۚ کہ مرد کامل کو اللہ تعالیٰ اپنے غیب پر مطلع کرتا ہے یہاں
تک کہ کوئی چیز نہیں آگتا اور کوئی پتہ نہیں ہرانا مگر اس کی نظر کے سامنے ولی اللہ
صاحب دہلوی لکھتے ہیں۔

فَأَضَى عَلَى مِنْ جَنَائِمِ الْقُدْسِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفِيَّةً
مَنْوِيَّ الْعَبْدِ مِنْ حَيْثُ بِالْإِلَهِ الْقُدْسِ فَتَجَلَّى لَهُ كُلُّ شَيْءٍ ۚ
ترجمہ :- بارگاہ رسالت تاب صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی کیفیت القا
کی گئی جس سے بندہ اپنے مقام سے بارگاہ قدس تک ترقی کرتا ہے
اور اس کے لیے ہر چیز روشن ہو جاتی ہے۔

اب ہم خان صاحب سے پوچھتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ صاحب کو آپ
کے گھر ہی کے منتری ہیں ان کے ضرب سے کھوپڑی بچانے کی کوئی صورت
ہے اور سیدنا ذکر یا علیہ السلام کے واقعہ سے جو استدلال کیا ہے سو اس
کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اکتسابی معلومات پر وہی معلومات
کو ہمیشہ ترجیح دیتے ہیں اور پسند فرماتے ہیں۔ لہذا آپ کا دلیل طلب کرنا اولیاء
اکرام کے مشاہدہ کا منطقی نہیں۔ اس کے بعد خان صاحب نے مرد کی ران کے
عورت ہونے اور اس کی طرف نظر کی ممانعت پر بیکار زور دیا ہے بھلا ران
کے عورت ہونے اور اس کی طرف نظر کرنے کی ممانعت میں کسی کو اختلاف ہے۔
لیکن اس سے کالمین کے مشاہدہ کا انتقاد کیسے ہو سکتا ہے؟ ہمارا دیکھنا اور قسم

کہا ہے اور ان کا دیکھنا کچھ اور ہے۔ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی ارشاد فرماتے ہیں۔

”جب نظر بصیرت حاصل ہو جاتی ہے۔ بصارت پر غائب نظر آتی ہے پس عارف حقیقت میں نظر بصیرت سے دیکھتا ہے۔ اور اگر یہ سمجھے کہ آنکھوں سے دیکھتا ہے تو اس کی غلطی ہے دلیل اس بات کی کہ اس نظر سے نہیں دیکھتا یہ ہے کہ اگر آنکھ بند کرے روشت بدستور ہے دوسرے یہ کہ دید آنکھوں کی عارضی محتاج نور آفتاب کی ہے۔ بخلاف اس دید کے کہ محتاج نور بصیرت ہے ہر دوں پر تو اس نور کے غیر ممکن اور محال ہے“ پھر فرماتے ہیں۔

”لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء اور اولیاء کو نہیں ہوتا میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت اور ادراک غیبات ان کو ہوتا ہے۔ اصل میں یہ علم حق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حدیبیہ و حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے معاملات سے خبر نہ تھی اس کی دلیل اپنے دعویٰ کی سمجھتے ہیں یہ غلط ہے۔ کیونکہ علم کے واسطے توجہ ضروری ہے“

حضرت حاجی صاحب کے قول اول سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ بصیرت کو احکام بصارت کی زد میں لانا جہالت ہے اور دوسرے قول نے ہمارے ان جوابات کی تائید کر دی جو ہم نے ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں دیے ہیں۔ اگر قارئین حضرات حاجی صاحب کے ان دو قولوں کو ذہن نشین کریں گے تو

لے۔۔ شہنام امدادیہ ص ۴۰۔۔ شہنام امدادیہ ص ۴۱۔۔

انشاء اللہ تعالیٰ از حد مفید ثابت ہوں گے۔ چونکہ خان صاحب گفٹروی کی کتاب تسوید التواظر کا پہلا باب ان ہی نامعلوم اطرانت پر مشتمل ہے۔ لہذا ہم بھی حسب ضرورت اور مسکت جوابات عرض کر کے اس باب کو تمام کرتے ہیں۔

هَذَا مِنْ فَضْلِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَمِنْ بَرَكَاتِ الْاَوْدِيَةِ
الْكَاسِلِينَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔



دوسرا باب

خان صاحب رقمطراز ہیں۔

اعتراف :- "جناب امام الانبیاء سید ولد آدم خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مختاری صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باوجود اس کے کہ تمام مخلوق سے

آپ کا رتبہ بلند اور اونچا ہے اور بے شمار معجزات اللہ تعالیٰ نے آپ کے دست مبارک پر ظاہر فرمائے ہیں اور ایسے ایسے علوم و معارف وقائق و اسرار اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیئے ہیں کہ نہ وہ کسی اور رسول کو عطا ہوئے نہ کسی فرشتہ مقرب کو۔۔۔ مگر بائیں ہمت آپ ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر نہ تھے اور نہ صحیح ماکان و مکانوں کا علم ہی آپ کو عطا کیا گیا تھا اور بے شمار ایسی جگہیں ہیں جہاں آپ کو حاضر و ناظر تسلیم کرنا آپ کی توہین اور تحقیر ہے اور متعدد ایسے علوم و فنون ہیں خصوصاً اس فنی دور میں کہ جن کو کوئی بھی شریف انسان جاننا اور سیکھنا گوارا نہیں کرتا ایسے ناپاک علوم و فنون کی نسبت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف خاص گستاخی اور بے ادبی ہے۔

ہم خان صاحب سے یہ پوچھتے ہیں۔

جواب :- اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ حاضر و ناظر مانتے ہو یا نہیں اگر نہیں مانتے تو یہ

سلفہ در ملتہم تسوید النواظر ص ۳۳

صریح کفر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ۔**

اور اگر اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے تو ان بے شمار جگہوں میں جہاں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حاضر و ناظر ماننا آپ کی توہین اور تحقیر ہے ان جگہوں میں خدا کو حاضر و ناظر تسلیم کرنا اللہ تعالیٰ کی توہین اور تحقیر کیوں نہیں؟

اور کیا اللہ تعالیٰ ہر جگہ شہید و علیحدہ ہے یا نہیں وہ کونسا علم ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم خزانہ میں نہیں ہے؟ تو یہ فنی معلومات اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا توہین خداوندی ہے یا نہیں؟

کیا ہر وہ بری جگہ جہاں انسان بُرائی کراتے ہیں فرشتے وہاں حاضر ہوتے ہیں یا نہیں؟

کیا سیناؤں، شراب خانوں، ناچ گھروں اور چٹکوں پر اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور فرشتوں کا حاضر اور ناظر ہونا اور ہم جیسے بدکار انسانوں کا حاضر و ناظر ہونا دونوں برابر ہیں؟ اور

کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فنی کاروائیوں اور اس جیسی دیگر بے حیائی کا علم رکھنا اور عام انسانوں کا ان گندے علوم کو حاصل کرنا برابر ہے؟ شریف انسان بے حیائی کے کام سے اس لیے بچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو بُرا جانتے ہوئے ان سے بچنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے بلکہ انسانوں کے لیے کسی قسم کے علم کی تحصیل بُری نہیں ہے جبکہ بیت خیر کی ہو، مثلاً جاؤ سیکھنا، شراب خوردن کی حالت پر آگاہی، اور فنی بے حیائی کی معلومات کوئی مع نہیں جبکہ مخلوق خدا کو ان برائیوں سے بچانے کے لیے ہو، لہذا ہم خان صاحب کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ ہمارے ان سوالوں کا جو جواب اللہ تعالیٰ کے بارے میں آپ کے ذہن شریف میں آئے وہی جواب رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے بارے میں کافی اور وافی ہو گا اور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اَدْبِیْتُمْ
عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ تَوْحٰنٌ صَاحِبُ كَیِّسٍ كُوْنِیْ دَلِیْلٌ لِّیْ
عِلْمِ الْاٰخِرِیْنَ مِیْنِیْ سَیْ كُوْنِیْ عِلْمٌ مُّسْتَشْفٰی كِیْا جَیْ كَیْ۔

قطب شمرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

قَدْ اٰخَبَرَنَا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ یَا اَنَّهُ اَدْبِیْتُمْ الْاَوَّلِیْنَ
وَالْاٰخِرِیْنَ وَتَحٰنٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ یَدُلُّکُمْ وَتَدْعُمُ
مُحَمَّدٌ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ اَنْتُمْ فِی الْیَوْمِ الْاَوَّلِ
اَدْبِیْتُمْ فَتَمْلَکُ کُلَّ عِلْمٍ مَّنْقُولٍ وَمَنْقُولٍ وَمَنْقُولٍ وَمَنْقُولٍ
ترجمہ :- تحقیق ہم کو خبر دی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ وہ دینے گئے
ہیں اولین اور آخرین کا علم اور ہم بیشک آخرین ہی سے ہیں اور حضرت
محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دینے گئے علم پر حکم عام لگایا ہے۔
پس شام یہ حکم علم منقول اور معقول کو اور فہمی و دہی کو۔

باقی رہا خان صاحب کا یہ دعویٰ کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر جگہ حاضر و ناظر
ہیں اور یہی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم ماکان و مایکون عطا کیا گیا
ہے، سو یہ بے بنیاد ہے اور جن واقعات سے اپنے دعویٰ پر استدلال کیا
ہے اُن کا کافی اور وافی جواب دیا جائے گا۔ اہلسنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے
کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ماکان و مایکون بلکہ اس سے بھی زیادہ

علم عطا کیا گیا لیکن ہندو پنج حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم کی تکمیل
قرآن مجید کے نزول کی تکمیل سے ہوئی ہے جو اُن قرآن مجید نازل ہوتا گیا آپ
کے علم میں اضافہ ہوتا گیا۔ جب قرآن کا نزول تمام ہوا آپ کے علم بھی تمام ہو
گئے۔ اور حاضر و ناظر کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ کوئی زمانہ اور کوئی
مکان ایسا نہیں جو آپ سے خالی ہو اور اس عقیدہ پر علامہ شیخ علی نور الدین حلبی
صاحب سیرۃ علیہ متوفی ۳۴۵ھ نے ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا ہے جس کا نام

تَقْرِیْفُ اَهْلِ الْاِسْلَامِ وَالْاِیْمَانِ بِاَنَّ مُحَمَّدَ
صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ لَا یَخْلُو مِنْہُ مَکَانٌ وَلَا زَمَانٌ

علامہ موصوف نے دلائل نقلیہ اور عقلیہ سے ثابت کیا ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ
والسلام سے کوئی مکان اور کوئی زمانہ خالی نہیں ہے اور اس رسالہ کو بعینہ
علامہ شیخ یوسف بن اسماعیل انجمانی نے اپنی کتاب جواہر الجہاد جلد ۲ ص ۲۴۰ پر
نقل فرمایا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس رسالہ کے حسب ضرورت اقتباسات بھی قارئین
کی پیش نظر کیے جائیں گے۔ موجودہ دور میں جن حضرات اہل سنت و جماعت نے
مسئلہ حاضر و ناظر کو چھیڑا ہے، اذروئے دلائل سیر حاصل بحث فرمائی ہے لیکن ان
حضرات نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی کہ اس مسئلہ کی حقیقت کو عام فہم طریقہ سے
عوام کو سمجھایا جائے تاکہ عوام متحرکین کے دامن مکر و فریب سے محفوظ رہیں، دراصل نبی
اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر و ناظر ہونے کی دو صورتیں ہیں۔

صورت اول :- یہ کہ تمام اشیاء آپ کے سامنے موجود ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم اپنے مقام مقدس سے سب کو ملاحظہ فرماتے ہیں یہ صورت

عام ہے جو کہ قبل از ظہور اور بعد از ظہور دونوں زمانوں کو شامل ہے۔

صورت دوم : یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے جسم الطہر کے ساتھ ہر جگہ موجود ہوں۔ یہ صورت خاص ہے اور موقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیار سے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مشیت پر کہ جب وہ چاہیں دو چار دس بلکہ ہزار دو ہزار بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ مقامات پر ایک ہی وقت میں بذاتِ خود تشریف لے جائیں اور مقام خاص بھی آپ کی ذاتِ الطہر سے خالی نہ ہو۔

صورت اول کی توضیح

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
 اِنَّ اللّٰهَ عَلٰۤی كُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ ۝

اس کا ترجمہ بھی محققین نے یہ ہی کیا ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے سامنے موجود ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کو ہر شے پر حاضر کیا درست ہے یہاں سے یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ حاضر و ناظر ہونے کے لیے یہ قید لگانا کہ ہر جگہ اس کا جسم ہی موجود ہو باطل و بیکار ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جسم سے پاک اور منزہ ہے۔ از روئے علم اور قدرت کے بھی حاضر و ناظر ہو سکتا ہے۔ اور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْۢ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَہِیْدٍ ۚ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰی کُلِّ لَہٗ شَہِیْدٌ ۝

ترجمہ :- پس کیا کیفیت ہوگی جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ کھڑا کریں گے اور آپ کو ان سب پر گواہ لائیں گے۔

آپ کی یہ گواہی ماقبل کے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کی امتوں کو

۱۔ پلٹا پلٹا آیت ۱۰۔ ۲۔ پلٹا پلٹا آیت ۳۱۔

شامل ہے اور پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّا کُنَّا سَمٰعًا ۚ شَہِیْدًا ۚ ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا ہے یہ گواہی آپ کی تمام امت کو شامل ہے۔ ثابت ہو کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر قیامت تک تمام مخلوق پر گواہ ہیں اور گواہی میں اصل واقعہ کا مشاہدہ اور معائنہ ضروری ہے۔ اگرچہ شہادت بالتسامع بھی بعض معاملات میں جائز اور مقبول ہے اس کی پوری بحث خان صاحب کے اعتراضات کے رد کے موقع پر کی جائے گی۔ قرآن کریم اور احادیث پاک میں یہ ہی بتلاتی ہیں کہ شاہد اور شہید کے معنی حاضر ہی کے آتے ہیں اور گواہ پر شاہد کا اطلاق بھی اسی دوہ سے ہے کہ وہ موقع پر موجود ہوتا ہے اور یہ ہی گواہی ادنیٰ اور افضل ہے۔ یہ بات خان صاحب کو ہم پھر ذہن نشین کرا دیتے ہیں کہ شہادت بالمعاذہ کسی باب میں بھی مرسوم نہیں اور شہادت بالتسامع بعض معاملات میں جائز اور مقبول ہے اور اکثر میں مرسوم جیسا کتب فقہ میں موجود ہے لہذا گواہی میں معائنہ اور مشاہدہ کے اصل ہونے کا انکار تہاالت کا ثبوت دینا ہے۔ اس صورتِ اول کی تائید میں علماء محققین ادنیاء و کبار کے اقوال نقل کرنے سے قبل ہم خان صاحب کے کان کھول دینا چاہتے ہیں کہ آپ کی یہ لہجہ قرآنی ہرگز مسموع نہیں کہ اس باب میں مفسرین اور اولیاء کلام اور محدثین کی ذاتی رائے نہ سنی جائے گی۔ کیا یہ لوگ قرآن و حدیث سے ناواقف ہیں یا عربی زبان نہیں جانتے۔ اگر یہ ہی بات ہے تو آپ جیسی نور مزی کا اس جنگل میں کونسا حصہ ہے۔ جو کہ آیات میں تفسیر پالائے اور احادیث میں قطع برہ سے کام لیتے ہوئے عوام کو دھوکا دینا چاہتے ہو کہ یہ آپ کا دلیل نہیں کہ مفسرین کرام مفسرین اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اقوال کو ان کی ذاتی رائے یعنی بلا دلیل بات قرار دیتے ہو کہ قرآن مجید میں اپنی رائے کو دخل دینا اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنانا ہے یا نہیں؟ اگر یہ لوگ جہنمی ہیں تو آپ کو جنت کا محفل اعلیٰ میں عین نے عنایت فرمایا کیا خان صاحب کہیں

نسوار شریف کے لشکر میں تو نہیں رہتے۔ عوام کے دلوں سے اُن مبارک اور با عظمت لوگوں کا وقار ختم کرنے کی کوشش کرتے ہو جو صراطِ مستقیم کے لیے نشانِ راہ ہیں۔ اب یسے اس گواہی کی حقیقت۔

فخّ شہین اور مستزین کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس واقعہ کو باہیں طور نقل فرمایا ہے کہ روزِ قیامت تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کی امتیں بلائی جائیں گی اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے سوال ہو گا کیا تم نے اپنی اپنی اُمت کو تبلیغ کی تھی؟ عرض کریں گے کہ ہاں۔ اس پر کافر لوگ کہیں گے کہ ہمارے پاس تو کوئی رسول نہیں آیا تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا جائے گا کہ تمہارا کوئی گواہ ہے عرض کریں گے کہ ہمارے گواہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت کے لوگ ہیں پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت کے عادل لوگ بلائے جائیں گے وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حق میں گواہی دیں گے۔ پھر یہ کہیں گے کہ یہ لوگ کس طرح ہم پر گواہی دے سکتے ہیں۔ جبکہ یہ بہت بعد میں پیدا ہوئے۔ اس جرح کے بعد حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام بلائے جائیں گے اور آپ اپنی اُمت کے عادل ہونے پر شہادت دیں گے تب فیصد انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں ہو گا۔ اس واقعہ سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ صحابہ کرام اور دیگر ادویاء کرام کی گواہی باتِ حق تھی جس پر جرح ہوگی پھر آخر کار نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت بالاعانہ پر ہی فیصلہ ہو گا کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تبلیغ کا علم قرآن کریم کے ذریعے اور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے سے ہی ہوا تھا کیونکہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا صراحۃً ذکر تو قرآن مجید میں موجود نہیں ہے اگر نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام شاہدِ حقیقی نہ ہوتے تو وہی جرح آپ پر بھی ہو سکتی تھی جو دیگر گواہوں پر ہوئی۔ اب ہمارے اس بیان پر ادویاء کاملین اور علماء وارثین کی شہادتیں ملاحظہ ہوں

مگر یہ بات یاد رہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر و ناظر ہونے کی بنیاد قرآن مجید کی وہ آیات ہیں جن میں آپ کو شاہد اور شہید فرمایا گیا ہے اور گواہی میں اصل شاہد ہی ہے اور اصل سے عدول بغیر تعذر کے ہرگز جائز نہیں۔ ادویاء کرام اور علمائے عظام کی شہادتیں تو صرف تائید میں نقل کی جاتی ہیں مگر حقیقہ کی بنیاد ان پر ہے۔

شیخ اکبر سیدی محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

لَمْ تَقَمَّ رِسَالَةٌ أَحَدٍ مِنَ الرِّسَالِ سِوَى رِسَالَتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ زَمَانٍ آوَمَ إِلَى زَمَانٍ بَعَثَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى يَوْمِ الْبَيْعَةِ مَلَكًا وَقَدَّمَ عَلَى جَمِيعِ الرِّسَالِ دَبِيذَةً فِي الْأَجْدَاثِ مُنْعَمًا مِنْ عَلَيْهِمَا فِي السَّجِيحِ مَنَّةً فَزِدْ حَايَتَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرُوحَانِيَّةً كُنْ نَبِيٍّ وَرَسُولٍ مُوجُودٍ فَكَانَ الْإِسْلَامُ يَأْتِي إِلَيْهِمْ مِنْ تِلْكَ التَّوَجُّطِ الطَّاهِرِ تَوَلَّى

ترجمہ :- سوائے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کے کسی رسول کی رسالت عام نہ تھی۔ پس حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لیکر آپ کی بعثت کے زمانے تک اور قیامت تک آپ ہی کی بادشاہی ہے اور آپ کے تقدم اور آخرت میں سرداری پر آپ کی حدیث صحیح میں نفس موجود ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانیت اور تمام انبیاء

۱۔ فتوحاتِ مکہ باب ۱۰

کی روحانیت موجود ہے اور انبیاء کی طرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح طاہرہ کی طرف سے مدد آئی تھی۔

پھر یہ بزرگ فرماتے ہیں۔

الْقُطْبُ الْوَاحِدُ فَصَوَّرُوحَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَهُوَ الْمُوَظَّاعُ لِجَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ
وَالْأَقْطَابُ مِنْ حِينَ انْشَاءِ الْإِنْسَانِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ
ترجمہ :- قطب واحد پس وہ روح ہے (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کی اور وہ مددگار ہے تمام انبیاء اور رسولوں اور قطبوں کی ابتداء سے
انسانیت سے لیکر یوم قیامت تک۔

شیخ عبد الکریم حبلی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

شیخ عبد الکریم حبلی شافعی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ اکابر صوفیہ میں سے ہیں اپنی
کتاب الکملات الالہیہ فی الصفات المحمدیہ میں فرماتے ہیں۔

وَأَمَّا الشَّهِيدُ فَإِنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّصِفًا بِهِ
وَالدَّلِيلُ عَلَى ذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى وَكَأَنَّكَ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا
فَهُوَ الشَّهِيدُ الْمَطْلُوقُ لِلْحَقِّ وَالْخَلْقِ۔

ترجمہ :- آپ کا ایک نام شہید بھی ہے پس نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام
مختلف تھے۔ صفت شہید کے ساتھ اور دلیل اس کی اللہ تعالیٰ کا

قَوْلِ أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مِنْ أَنْفُسِنَا أَفَرَأَيْتَ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذْرٌ
لِأَكْثَرِ الْعَالَمِ اور مخلوق کے لیے۔

صوفیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی عبارات پر مگر عوام کے فہم سے بالاتر ہیں
اس لیے ہم ان ہی چند حوالوں پر اکتفا کرتے ہیں ورنہ تو بی شمار عبارات نقل کی جا سکتی
ہیں جن سے مسئلہ بالکل واضح طور پر ثابت ہو جاتا ہے۔

علی قاری مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فرمان

مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث آتی ہے جو کذا لَكَ جَعَلْنَاكَ أَمَّةً
وَسَطًا تَسْكُونُهَا شَهِيدًا عَلَى النَّاسِ وَ يَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكَ شَهِيدًا
سے متعلق ہے۔ امام الاحناف مجدد وقت علی بن سلطان قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

فِيهِ تَنْبِيْهُ نَبِيٍّ إِنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاضِرٌ نَاطِقٌ
ترجمہ :- اس حدیث میں یہ تنبیہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
حاضر و ناظر ہیں۔

نیز فرماتے ہیں۔

لَا بُدَّ أَنَّكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْهَدُ بِتُجْرَةِ إِيْمَانِ وَرَبِّهِ
مَحَلُّ التَّصَوُّعِ بَعْدَ

ترجمہ :- بعید نہیں کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت روح علیہ السلام

کے لیے بھی گواہی دیں گے کیونکہ وہ مقام مدو ہے۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا فرمان

برکت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فی دیار البند یہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشہد میں السلام علیک ایہا النبیؐ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

ایس خطاب بجمہت سریان حقیقت محمدین است
و دذو اثر موجودات و افراد ممکنات بلکہ

ترجمہ :- السلام علیک ایہا النبیؐ کا خطاب اس وجہ سے ہے کہ حقیقت
محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام موجودات کے تمام ذروں اور تمام افراد
میں سرایت کیے ہوئے ہے۔

اور جامع البرکات میں فرماتے ہیں۔

و سے صلی اللہ علیہ وسلم بر احوال و افعال امت خود مطلع است و بر قربان
و خاصان خود مدد و فیض و حاضر و ناظر است۔

ترجمہ :- یعنی نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کے احوال اور افعال پر
مطلع ہیں اور اپنے مقربان اور خواص کے مدد فرمانے والے اور فیض پہنچانے والے
ہیں اور حاضر و ناظر ہیں۔

سہ :- اشعۃ المعانی ج ۱ ص ۴۳۰۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ تفسیر عزیزی پارہ دوئم میں دیکھو کہ الرسول علیکم شہیدہ کے ماتحت لکھتے ہیں

و باشد رسول شاہ بر شاہ گاہ زیرا کہ او مطلع است بخبر نبوت ہر رتبہ ہر تہذیب
خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان چیست و حجاب
کہ بدل از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس اومی شناسد گمان
شمار و درجات ایمانی شمار و اعمال نیک و بد شمار و اخلاص و اتفاق
شمار و لہذا شہادت او در دنیا حکم شرع و حق است مقبول و واجب
العمل است۔

ترجمہ :- تمہارے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام تم پر گواہ ہوں۔ اس واسطے
کہ آنحضرتؐ بالواسطہ انور نبوت ہر دیندار کے رتبہ دین پر مطلع ہیں کہ
وہ آپ کے دین میں کس درجہ پر ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت
کیا ہے اور کس حجاب نے اسے ترقی سے روکا ہوا ہے پس آنحضرتؐ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارے گناہوں، درجات ایمان، اچھے اور
برے اعمال، اخلاص و اتفاق کو پہنچاتے ہیں۔ لہذا آپ کی گواہی دنیا
میں شرع کے حکم سے امت کے حق میں مقبول اور واجب العمل ہے۔

غوث الاولیاء سیدی عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

و اقوسی الا رداج فی ذالک رؤسہ صلی اللہ علیہ وسلم و انہما

يُحِبُّ عَنَّا شَيْءٌ مِنْ الْعَالَمِ

ترجمہ :- تمام ارواح سے قوی تر روح نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے
پس نہیں پرشیدہ اس سے کوئی چیز.....
پھر فرماتے ہیں۔

وَأَعْلَمُ الْكَوْدَاجِ عِلْمًا وَأَكْوَاهَا نَصْرًا وَأَوَّلُهَا صَلَّ اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَا شَيْءٌ يُنْصَبُ الْكَوْدَاجِ فَجَعَلَ مُطْلِعَةً عَلَى جَمِيعِ مَا
فِي الْعَالَمِ

ترجمہ :- علم اور نظر کے اعتبار سے عظیم تر اور قوی تر روح ہے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی کیونکہ وہ بادشاہ ہے تمام ارواح کی پس اسے اصرار
ہے تمام جہانوں کی چیزوں پر۔ (یعنی نظر بصیرت سے سب کچھ دیکھتے ہیں)
جلال الملت والدرین امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ شہید کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔
عَالِمٌ بِمَعْلَمٍ مَشَاهِدٌ بِأَعْيُنِ عِلْمٍ مَشَاهِدٌ رُكْنٌ وَالْأَلَا

العارف الصاوی اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں۔

الْفَارِ بِذَلِكَ إِلَى أَنَّ الشَّهِيدَ مَعْنَاهُ الَّذِي لَا يَغِيبُ عَنْهُ
شَيْءٌ

یعنی امام سیوطی نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ شہید اسے کہتے ہیں
جس سے کوئی چیز پرشیدہ نہ ہو۔

نیز علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں

وَمِنْ الظُّلَمِ فِي أَعْمَالِ أَقْسَمِ وَالْإِسْتِغْفَارِ لَكُمْ مِنْ الشَّيْءِ

سہ :- کتاب الاثر ص ۱۰۰ سہ :- صاوی شریف جلد ۲ ص ۱۰۰

وَاللَّهُ مَا يَكْتُمُ ابْنًا عَنْهُمْ وَالْقُرْآنُ فِي أَقْطَارِ الْأَرْضِ
يَعْلَمُ الْبُرْجَانِ فِيهَا وَحَقُّوْرُ جَنَانٍ مِّنْ مَّاتٍ وَسِ
صَالِحِي أَمِيرٍ فَإِنَّ هَذِهِ الْأَسْوَدَ مِنْ جَمَلِهِ أَشْعَالِهِ فِي
الْبُرْجَانِ

ترجمہ :- عالم برزخ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جملہ اشغال میں
سے یہ امور بھی ہیں امت کے اعمال میں نظر اُن کے گناہوں کی بخشش
کی دعا اور ان سے مسیت دور کرنے کے لیے دعا کرنا اور روضے زمین
میں برکت دینے کے لیے آماجنا اور اپنی امت کے اولیاء کے جنازوں
میں شرکت۔

اب فان صاحب ہی فرماتے کہ کیا یہ غیر عاقل و ناظر کے کام میں جبکہ امام
جلال الدین سیوطی ان اکابرین میں سے ہیں جن کی نظر سے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام
اُن واحد کے لیے بھی پرشیدہ نہ ہوتے تھے۔

العارف الشعلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب بیجة النفوس والاسعاع

میں بعض اکابرین اولیاء کے بعض غرضوں کلمات کا ذکر کیا ہے اور یوں فرماتے ہیں۔

وَعِنَّمَا رَشَدٌ فِي قَرْبِهِمْ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كُلُّ وَقْتٍ فَلَا يَكُنْ يُحِبُّ عَنْهُمْ فِي لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ وَحَقٌّ
أَنَّ بَعْضَهُمْ صَحَّحَ عِدَّةَ أَحَادِيثَ عَنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ بَعْضُ الْحَقَّاقِ بِمَعْنَاهَا مِنْ حَلِيقَةِ النُّفْلِ الظَّاهِرِ تَقَوُّتِ
بِذَلِكَ عِدَّةٌ وَكَذَلِكَ أَذْكَتُ جَمَاعَةً وَمِنْ لَحْمِ هَذِهِ الْقَامِ
بَعْضُ سَيِّدِي عَلَى نِ الْغَوَاصِ وَسَيِّدِي عَلَى نِ مَرْصِيٍّ وَأَجَلِيٍّ

سہ :- انتخاب الاذکیاء فی حیات الاولیاء ص ۱۰۰

أَفْضَلُ الدِّينِ وَالشَّيْخُ جَلَالُ الدِّينِ الشَّيْخُ نور الدِّينِ الشُّوفِي
وَالشَّيْخُ مُحَمَّدُ الشُّوفِي رَحِمَهُمُ اللَّهُ

ترجمہ :- کلمات مفسر میں ایک کمال نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے ساتھ شدید ترین قرب بھی ہے۔ پس انہیں پرشیدہ ہوتے رسول
اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سے بعض نے کچھ حدیثیں بھی اخذ
کیں صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہیں جن کو بعض حفاظ نے ظاہر طریقت
نقل کے اعتبار سے ضعیف کہا تھا اور اس مقام کے حضرات میں
سے ایک جماعت کو میں نے پایا ہے۔ ان میں سے سیدی علی
نواس سیدی علی مرستی، میرے بھائی افضل الدین، شیخ جلال
الدین سیر علی، شیخ نور الدین شونی، شیخ محمد شونی ہیں۔

شیخ احمد شہاب الدین ابن حجر قطلانی فرماتے ہیں

لَا فَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهِ وَحَيَاتِهِ فِي مَشَاهِدَتِهِمْ لَا مَيَّةَ
وَمَعْرِفَتِهِمْ بِأَحْوَالِهِمْ دُنْيَايَتِهِمْ وَعَدَايَتِهِمْ وَخَوَاطِرِهِمْ
وَذَلِكَ عِنْدَ مَا جَبَلُوا لَا حَقَّاقِيهِ

ترجمہ :- آپ کے اپنی اُمت کو مشاہدہ کرنے اور ان کے احوال، فتنیں
عوالم، ارادے جاننے کے اعتبار سے آپ کی موت اور حیات میں
کوئی فرق نہیں یہ سب کچھ آپ پر بلا خفا کے روشن ہے۔

لے مشوق الدین الشیخ الامام ابو العزیز حلیہ۔ لے۔ لے۔ مختصر ماہب الدنیا۔

اعلان :- حاضر دہلیہ بخیرہ اگر اولیاء عارفین اور علماء دانشمندان سے حضور نبی
اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غیر حاضر دہلیہ پر ایک بھی سوال
ثابت کر دیں تو ایک سالہ ایک سو روپے انعام دیا جائے گا۔ کتب کو نقل
وَلَنْ نَعْمُو فَانْقُضُوا الشَّوَابَ وَتَوَدَّكَ النَّاسُ وَالْعِزُّ وَتَوَدَّكَ النَّاسُ
وَلَكِنَّهُمْ يَنْهَوْنَ

اہل عناد کا رواج علامہ صاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ

قرآن کریم کی بنیاد آیات یا بعض احادیث سے جو غیر حاضر دہلیہ معلوم ہوتا
ہے اس کے بارے میں العارف الصاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں
هَذَا بِالنَّظَرِ لِلْعَالَمِ الْبَشَرِيِّ لَا قَائِمَةَ الْحَقِيقَةِ عَلَى الْخَصْمِ
وَأَمَّا بِالنَّظَرِ لِلْعَالَمِ الْوَحْدَانِيِّ فَهِيَ حَاجَةٌ إِلَى رِسَالَةٍ كُلِّ
رَسُولٍ وَمَا وَقَعَ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ آدَمُ إِلَى أَنْ ظَهَرَ بَعْضُهُمْ
بِأَخِيهِمْ وَلَكِنْ لَا يَخَاطَبُ بِهِ أَهْلُ الْإِيمَانِ

ترجمہ :- یہ عدم موجودگی جسمانی عالم کے اعتبار سے ہے بلکہ مخالفت
پر حجت عالم کی جاتے۔ مگر ہر عالم روحانی پس آپ ہر رسول کی
رسالت اور جو کچھ اُس کے ساتھ وقرآن میں آیا حضرت آدم علیہ السلام
سے ایک جسم شریف کے ظاہر ہونے تک سب پر حاضر ہیں لیکن
اہل عناد سے اس طریق پر خطاب نہیں کیا جاتا۔

لے۔ تفسیر صاوی شریف جلد ۳۔

کیونکہ اہل عناد حقیقت کو نہیں تسلیم کرتے اور یہی حال ہے طائف
و ما یہ نجد یہ لاکر ان کا انکار بھی عناد پر مبنی ہے۔

احمد شہاب الدین ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے

لَا مَا يَنْعِي مِنْ أَنْ يَبْرَأَ كَمَا كَثُرَ ذَنْ فِي دَقِيقَةٍ قَاجِدِلَاتُ
كَالشَّمْسِ إِذَا كَانَ الْقُطْبُ يَمْلَأُ السَّمَاءَ قَالَهُ الشَّيْخُ بَشْرُ
عَطَاءُ اللَّهِ قَسَمًا بِكَ بِاللَّيْلِ عَلَى اللَّهِ عَيْبٌ وَسَلَوِي

ترجمہ :- کوئی مانع نہیں کہ ایک وقت لوگوں کی کثیر تعداد نبی اکرم علیہ
الصلوة والسلام کی زیارت سے مشرف ہوں کیونکہ آپ مانند سورج
کے ہیں اور جب کہ ایک قطب سے کائنات کی کوئی جگہ خالی نہیں
جیسا کہ تاج بن عطاء اللہ نے فرمایا ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام
کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے۔

اور ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک یہ روایت سے بیداری نواز
ہے لہذا سرور کائنات کا حاضر و ناظر ہونا ظہر من الشمس ہے بلکہ آمد اہل سنت
کے نزدیک قطب ہو کہ نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کا خادم ہے اُس سے بھی
کوئی جگہ خالی نہیں۔ اب ذرا خادم رسول اکرم علیہ الصلوۃ والسلام یعنی ملک الموت
کا حال ملاحظہ فرمادیں۔

سنہ ۵۵۰ھ قادی حیدر شہ

امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں

أَخْرَجَ ابْنُ أَبِي الدُّنْيَا وَابْنُ الشَّيْخِ وَابْنُ أَبِي حَاتِمٍ وَابْنُ أَبِي حَاتِمٍ
وَأَخْرَجَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ وَابْنُ الشَّيْخِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ
سُئِلَ عَنْ النَّسِيِّ إِتَّقَى مَا تَسْمَعُ فِي طَرَفِ عَيْنٍ وَاجِدٍ
بِالْمُسْتَوِيِّ وَاجِدٍ بِالْعَصْرِ بِكَيْفٍ قُدْرَةُ مَلِكِ الْمَوْتِ عَلَيْهِمَا
قَالَ مَا قُدْرَةُ مَلِكِ الْمَوْتِ عَلَى أَهْلِ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ وَالْظُّلُمِ
وَالْحَوَى وَالْبُحُورِ إِلَّا كَدَجَلِي سَيْفٍ بِدَيْهِ مَا شِدَّةَ يَتَنَزَّلُ فِي
مِنْهَا أَيْمَانُ أَخْرَجَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ عَنْ زُهَيْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ
قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَلِكُ الْمَوْتِ وَاجِدٌ وَالدُّخَانُ يُلْغِيَانِ
وَالْمُسْتَوِيُّ وَالْمُعْصِرُ بِدَايَةٍ ذَالِيفٍ مِنَ السَّحَابِ وَالْعَلَاكِ
فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ خَوَى الدُّنْيَا لِمَلِكِ الْمَوْتِ حَتَّى جَعَلَهَا كَالنَّسِيِّ
لَيُؤَيِّنَ يَدَايَ أَحَدِكُمْ فَهَلْ يَنْفَعُكَ شَيْءٌ مِنْهَا

ترجمہ :- شہر بن جو شب کہتے ہیں کہ ملک الموت بیٹھا ہوا ہے اور
تمام دنیا اس کے گوشوں کے سامنے ہے۔ (حضرت ابن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا کہ دو جانیں ایک مشرق میں ایک مغرب
میں ایک ہی وقت میں مرنے میں ملک الموت کس طرح قادر ہے۔

سنہ ۵۵۰ھ شرح الصدور

اُن پر فرمایا کہ ملک الموت کے لیے مشرق و مغرب اندھیرے ہوا اور
سمندر ریلے ہی میں جیسے آدمی کے سامنے دسترخوان اُس میں سے پیتا
ہے جو چاہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ ملک
الموت ایک ہفتے اور مشرق و مغرب میں بیٹھ ہوتی ہے تو بے شمار
موتیں واقع ہوتی ہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا سمیٹ کر ملک الموت
کے لیے مانند طیشتری کے کر دی ہے جو کہ ایک آدمی کے سامنے
ہو گیا اس میں کوئی چیز اُس سے فوت ہوتی ہے۔

یہ ہی حال اہلسین کا ہے کہ اپنی جگہ سے تمام روئے زمین کے انسانوں
کو دیکھتا ہے اور ہر ایک کے حال کے مطابق دوسرے قوائے ہے۔ یہ بات
قرآن مجید سے ثابت ہے۔

ایک مرتبہ ایک نجدی سے اس امر پر گفتگو ہوئی بندہ نے عرض کیا کہ
کائنات میں بیابیت کا سرچشمہ صرف مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور گمراہی
کا ٹھیکدار ابلیس ہیں۔ مسئلہ کو تو یہ قدرت ہے کہ اپنے مقام سے تمام
روئے زمین کے انسانوں کو دیکھے اور ہر ایک کے گمراہ کرنے کی کوشش کر
سکے۔ لیکن آپ کے نزدیک ہادی نکل ملے اسلام کو اس کے مقابلہ میں یہ طاقت
نہیں کہ اپنی اُمت کو ملاحظہ فرمادیں اور مفصل کے مقابلہ میں اپنے اُمت کی حفاظت
فرمادیں اس سے تو قدرت کے اعتبار سے ہادی پر مفصل کا غلبہ مفہوم ہے اور
قرآن مجید فرماتا ہے۔ اِنَّ حُزْبَ الشَّيْطَانِ اِلَهٌ

تو فرمانے لگے کہ مولانا شہید سلطان کے حاضر و ناظر ہونے پر تو نفس قلعی ہو جو

ہے لیکن نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے کوئی نفس ہے۔ بندہ سمجھ گیا کہ
کہ یہ جملہ انسانوں نے دریا میں کھلم سے رٹ رکھا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ نبی اکرم
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ایک ہی نہیں بلکہ کئی نفس موجود ہیں۔ اُن میں سے
ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا اَنْ مَبِيتُ رَاٰ نَكْلًا مِّنْ رَّا نَا وَ اٰجِبًا اِلَى الشَّوْءِ بِالْاَدْبِ
وَسَيِّدًا اٰجَامًا مِّنْ اٰجَامٍ

صرف شام اور سراج منیر سے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ مشاہدہ
فرماتے دلتے ہیں اور ایک ایسا روشن چراغ ہیں جو ہر وقت سرگرم روشنی دینے والے
ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سورج کو بھی سراج فرمایا ہے۔ لیکن اس کی صفت
میں انہیں لایا۔ اور اس سورج کا یہ حال ہے کہ کوئی علاقہ اس کی روشنی کے فنیں سے
محروم نہیں ہاں جو اپنی پستی کی بنا پر محروم رہے تو رہے۔ اسی طرح سراج منیر صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے فیضانِ نور سے کوئی اپنے گمراہی بنا پر محروم رہے تو رہے وہ کائنات
کا ذرہ ذرہ آپ کے نور سے نور ہے۔ فَبَيَّضَ الشُّوْءُ لَمُكْتَوً

مسئلہ حاضر و ناظر میں اولیاء کا طہین اور علماء و دانشمندان نے جو تحقیق فرمائی ہے
اگر وہ سب نقل کی جائے تو ایک دفتر درکار ہے۔ حوالا جات نقل کرنے میں بندہ
نے یہ بھی احتیاط کی ہے کہ ایسی عبارات نقل کی جائیں جن کو عوام نہیں کم از کم ملحد و
سکھ سب کے درجہ ائمہ ہدایت اس شان کی ہیں کہ موجودہ دور کے علماء کے فہم سے بھی بالاتر
ہیں۔ اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ۔

اَللّٰهُمَّ اِهْدِ الْاَوَّلِيَّةَ لِيَعْلَمُوْا دِلَّةَ شَانَ جَبِيْنِكَ اَلْكَوْنُ مَعْلُوْمٌ عَلَيْهِ

الصَّلَاةُ وَالزَّكَاةُ وَالْحَجُّ وَالصَّيَامُ

خانِ ضامن گھڑوی کے دلائلِ اوسن کے جوابات

(۱) خان صاحب بخاری شریف، مکمل شریف، ہندوستان کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں۔

کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں معراج سے واپس
ہوا اور میں نے مشرکین کے سامنے اپنا سارا قصہ بیان کیا کہ میں مکہ مکرمہ سے
مسجد اقصیٰ تک پھر وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا تو منظور تھا عالم ہدایت میں
ایک ہی رات کے اندر جب عفری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی خاص
فائز ش اور قدرت سے سیر کر آیا ہوں تو مشرکین نے کہا اچھا اگر آپ واقعی گئے
ہیں تو ہمیں بتلایئے کہ بیت المقدس کی فلاں فلاں چیز کہاں اور کس موقع پر واقع
ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہ تھا اس پر مشرکین نے پستی اڑانی آپ کے
الفاظ میں بیٹھے۔

فَكَوْنَتْ كَرْيَمَةً مَّكْرُوبَةً إِنَّكَ قَدْ رَسَلْنَا فِيهِ رِيسَانًا
 پدیشان کبھی دہوا تھا اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو کھنڈر سے وقت کے لیے
 میرے سامنے حاضر کر دیا مگر کین بر پڑ پھٹتے جاتے تھے میں دیکھ کر جواب دیتا
 ہا تھا اے

پہلا اعتراض :- پھر اس پر تفسیر فرماتے ہیں "دیکھو اگر انحضرت میں علیہ السلام

١٥٠ - تسوية الشواغل

حاضر و ناظر ہوتے اور عالم الغیب ہوتے تو اتنی پریشانی کی کیا ضرورت تھی؟
جواب :- میں کہتا ہوں کہ یہ اعتراض خان صاحب کے حاضر و ناظر کی حقیقت نہ سمجھنے پر مبنی ہے بندہ پھر عرض کر دیتا ہے کہ حاضر و ناظر ہونے کی ایک صورت تو یہ ہے انسان بذات خود وہاں موجود ہو اور چشمِ خاطر سے ہر چیز کا مشاہدہ کرے اور دوسری صورت یہ ہے کہ تمام چیزیں انسان کے سامنے روشن ہوں اور چشمِ بصیرت سے اُن کا مشاہدہ کرے یہ دوسری صورت بھی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ہر وقت ثابت ہے کہ تمام کائنات آپ کے آگے روشن ہے اور آپ چشمِ بصیرت سے مشاہدہ فرماتے ہیں لیکن اس صورت میں کسی خاص چیز کا علم حاصل کرنے کے لیے توجہ تمام کی ضرورت ہے، اس کی تائید میں حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت نقل کر آئے ہیں اور احادیثِ پاک کے الفاظ اس بات پر واضح طور سے دلالت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بیئت المقدس کی طرف توجہ تمام کرنے کا آپ کو موقع ہی نہیں دیا کیونکہ جواب میں تاخیر لازم آتی تھی جس سے قریش کو چھٹی اُڑانے کا موقع مل سکتا تھا جس حدیث کی نقل میں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ متفقہ ہیں اُس حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

لَقَدْ أَرْسَلْنَا فِي الْحَبْرَةِ قُرَيْشًا نَسْأَلُهُمْ مَّا لَهُمْ مِّنَ الشَّيْءِ
عَنْ أَشْيَاءٍ مِّن بَيْنِ أَصْحَابِنَا لَوْ أَنَّهُمَا تَكَرَّبَتَا لَوِيَّةً
مَّا كَرَّبَتْ وَلَهُنَّ ظُهُورُهُنَّ إِلَى اللَّهِ فَظَهَرَ لِيَهُنَّ

ترجمہ :- میں مقامِ حجر میں تھا اور قریش مکہ معراج کے بارے میں سوال کرتے تھے۔ پس انہوں نے بیٹ المقدس کی بعض اشیاء کے بارے میں سوال کیا جن کی طرف میں نے ترجیح بھی نہ کی تھی پس مجھے اس پر پریشانی لاحق ہوئی کہ ایسی کبھی مدعوئی معنی پس اٹھایا بیٹ المقدس

کو میرے لیے اللہ تعالیٰ نے میں دینے کا اسی کو
اور جس روایت میں امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما متفق ہیں وہ
یہ ہے۔

كَذَٰلِكَ بَيَّنَّ قُرَيْشٌ ثَمَّتَ بَنِي النَّجَرِ فَقَالَ اللَّهُ بَلَىٰ بَيَّنَّتِ السُّمُوسِ
نَطَقَتْ أَخْبَرَهُمْ عَنْ أَيَّامِهِمْ أَنَا أَنْطَلُ إِلَيْهِ.

ترجمہ :- جب قریش نے مجھے بتلایا میں کھڑا ہوا مقام ہجر میں پس
اللہ تعالیٰ نے بیٹہ القدس کو میرے لیے ظاہر فرمایا میں نے اس
کی نشانیوں کی خبر دینی شروح کی۔ میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔
اور عبد اللہ ابن عباس کی حدیث میں یوں ہے۔

فَبَيَّنَّا بِالْمَسْجِدِ حَقِّي وَضَعْتُ يَدَيَّ دَارَ بَيْتَيْنِ وَأَنَا أَنْطَلُ إِلَيْهِ۔
ترجمہ :- پس لائی گئی مسجد یہاں تک کہ رکھا اس کو حضرت عیسیٰ
کے مکان کے پاس اور میں اس کو دیکھ رہا تھا۔

ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو پریشانی لاحق ہوتے ہی
اللہ تعالیٰ نے مسجد کو آپ کے سامنے ظاہر فرما دیا اور یہ بات بھی قابلِ غور
ہے کہ مسجد انکار کیوں لائی گئی حالانکہ اللہ تعالیٰ اس بات پر بھی قادر ہے
کہ آپ کی نظر ظاہر سے حجاب دور فرما دیتا چونکہ نبی اکرم علیہ السلام تمام
انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور فضائل کے جامع ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام
والسلام سے علی الاطلاق افضل بھی ہیں۔ جب ضرورت کے وقت سیدنا یحییٰ
علیہ السلام کے لیے آن واحد میں یقیں کا تخت لایا گیا تو سیدنا یحییٰ علیہ
السلام کے لیے بیت القدس لا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے یہ فضل
بھی ثابت کر دیا جو کہ سیدان علیہ السلام کو حاصل تھا لہذا اس سے کہیں

بڑھ چڑھ کر حضرت سیدان علیہ السلام کے خادم تو اپنے مقام سے یقیں
کے تحت کا ملاحظہ فرمائیں اور نبی اکرم علیہ السلام کے لیے یہ بات ثابت
نہ ہو اور دوسرے خان صاحب سے ہم یہ بات دریافت کرنے کا بھی حق رکھتے ہیں
کہ بیت المقدس یا اس جیسے دوسرے جزوی واقعات جن کو خان صاحب نے اپنے
عقیدہ کا سہارا بنایا ہے کیا یہ سارے اشیاء احاد نہیں ہیں کیا یہ ہی علم غیب ہے
جس میں اللہ تعالیٰ مقرر ہے اور کسی دوسرے کے لیے ثابت کرنا شرک و کفر ہے
اور خان صاحب یہ بھی فرمادیں کہ جو آپ نے لکھا ہے کہ مشرکین نے حضور علیہ
السلام کے پیچھے اڑائی یہ کس حدیث کے الفاظ ہیں اور یہ حدیث کی کون
سی کتاب میں ہے۔ یہ بات ہم اپنے تجربہ کی بنا پر کہتے ہیں کہ کوئی دہلی و النشوند
اور دیانت دار نہیں ہوتا دروغ گوئی اور قطع برید ان کا جزو ایمان ہے۔ ہمارا یہ
دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخالفین کو کبھی یہ موقع نہیں دیا کہ اس کے محبوب
علیہ السلام کی پستیوں اڑائیں کیونکہ کبھی ہمیشہ بے سرو پا اس کی اڑائی
جاتی ہے۔

دوسرا اعتراض :- خان صاحب فرماتے ہیں کہ بخاری اور ابوداؤد میں یہ روایت
موجود ہے کہ عروہ بنی مطلق میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا کا ہر نافع ہو گیا۔ فَأَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَلَى الْيَمَامَةِ۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر تلاش کرنے کے لیے رگ
گئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محلہ شریک مضر صحابہ کرام رضوان اللہ
تعالیٰ عنہم اجمعین بھی اس کو تلاش کرتے رہے مگر پوری توجہ مبذول کرنے کے بعد
بھی وہ بار بار مل سکا تھا کہ جب کبھی گم ہونے کا اعلان کر دیا تو وہ اونٹ جس پر
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سوار تھیں اس کو اٹھایا یا تو وہ اس کے پیچھے پڑا

مسلی الشہید وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو آپ کو معلوم ہوتا کہ صحابہ کرام بھی گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں آپ نے یہ خیال کیوں کیا کہ شاید چلے گئے ہوں ہم حضرت انس کو تحقیق حال کے لیے آپ نے کیوں بھیجا۔

اب اصل واقعہ ملاحظہ ہو۔ اس واقعہ کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پانچ روایتیں ہم ہمیں نقل کر دیتے ہیں تاکہ ناظرین خان صاحب کے کذب اور دہل سے بخوبی واقف ہو جائیں۔

حدیث نمبر ۱۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا تَزَوَّج رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْنَبَ ابْنَةَ جَحْشٍ دَعَا الْقَوْمَ فَطَلَبُوا شَعًا جَلَسُوا يَتَخَدُّونَ وَإِذَا هُوَ كَأَنَّهُ يَتَمَتَّعُ بِلِقَائِهِمْ فَلَمَّ يَكُونُوا فَلَمَّا دَأَى ذَٰلِكَ قَامَ فَلَمَّا قَامَ مَنْ قَامَ وَتَعَدَّ ثَلَاثَةَ لَكْسٍ فَنَاجَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَدْخُلَ فَإِذَا الْقَوْمُ حُلُوسٌ شَوَّانَتُهُمْ قَامُوا فَأُتِلَتْ قُبُورُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَمَّتْ قَدِ انْطَلَقُوا ۖ

ترجمہ :- نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے چند صحابہ کو دلیر کی دعوت دی وہ کھا کر بات چیت کے لیے بیٹھ گئے۔ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اٹھنے کا قصد فرمایا لیکن صحابہ نہ اٹھے یہ دیکھ کر نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام خود اٹھ کھڑے ہوئے تو آپ کے اٹھنے پر کچھ صحابہ اٹھ کھڑے ہوئے اور تین شخص بیٹھے رہے۔ پھر حضور امدار اٹھنے کے لیے لوٹے۔

۱۔ تفسیر التواضع ص ۲۰۰ ۲۔ بخاری شریف جلد ۲ ص ۲۰۰

لیکن لوگ بیٹھے تھے (واپس ہو گئے) اس کے بعد وہ اٹھ گئے انس فرماتے ہیں کہ میں نے جا کر ان کے چلے جانے کی معذور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اطلاع دے دی۔

حدیث نمبر ۲۔ وَصَحَّ طَعَامًا دَعَا الْقَوْمَ فَتَعَدَّ ذَا يَتَخَدُّونَ فَعَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْبُجُ شَعًا يُجِيعُهُمْ مُعَوِّذٌ يَتَخَدُّونَ ۖ

ترجمہ :- دعوت دلیر پر لوگوں کو بلایا کھانے کے بعد وہ بات چیت کرنے بیٹھ گئے۔ ان کے بیٹھے ہوئے ہی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باہر جانا اور واپس آنا شروع کر دیا۔

حدیث نمبر ۳۔ بَقِيَ شَعًا ذَا هُطِ يَتَخَدُّونَ فِي الْبَيْتِ فَعَرَجَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ... شَعًا رَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا ثَلَاثَةٌ ذَا هُطِ فِي الْبَيْتِ يَتَخَدُّونَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَدِيدَ الْحَيَاءِ فَخَرَجَ مُطَلِّعًا نَحْوَ شَجَرَةٍ عَائِشَةَ فَمَا أَدْرَى أَحْبَبَتْهُ أَوْ أَحْبَبَ أَنْ الْقَوْمَ يَخْرُجُوا فَخَرَجَ ۖ

ترجمہ :- لوگ گھر میں بات چیت کرنے لگے پس نکل گئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام.... پھر واپس آئے تو لوگ ابھی بیٹھے ہی تھے۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام جو صبر شدید الیاء تھے اس لیے عراقتا چلے جانے کا حکم نہ فرمایا، پس آپ خود پھر سیدہ عائشہ کے حجرے کی جانب تشریف لے گئے۔ (انس رضی اللہ عنہ کا قول ہے) میں

۱۔ بخاری شریف جلد ۲ ص ۲۰۰ ۲۔ بخاری شریف جلد ۲ ص ۲۰۰

نہیں جانتا کہ ان لوگوں کے چلے جانے کی خبر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو میں نے دی یا کسی اور نے۔

حدیث نمبر ۴۷ :- فَاتَّبَعَ النَّاسُ حَبْرًا وَلَحْمًا ثُمَّ خَرَجَ إِلَى حَبْرٍ أَمَّاتِ الْأُمُومِيِّينَ... فَلَمَّا رَجَعَ إِلَى بَيْتِهِ وَأَمَّ رَجُلَيْنِ جَرَى بَيْنَهُمَا الْعَدُوَّةُ فَلَمَّا رَأَاهُمَا رَجَعَ عَنْ بَيْتِهِ وَتَبَا مَسْرِعَيْنِ فَمَا أَدْرَى أَنَا أَحَبُّهُمَا يَغْتَرِدُ جِهَمًا أَمْ أَغْبَرُ فَدَجَّ بِلَهُ

ترجمہ :- حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کو خوب روٹی اور گوشت کھلایا پھر آپ امہات المؤمنین کے حجروں کی طرف نکل گئے جب واپس آئے تو دو شخصوں کو گفتگو کرتے دیکھ کر واپس ہو گئے جب ان دونوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو روٹے دیکھا تو خود بھی جلدی سے اٹھ گئے۔ میں نہیں جانتا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے جانے کی خبر کس نے دی دریں یا کسی اور نے آپ واپس آ گئے۔

حدیث نمبر ۴۸ :- مَا قَامَ قَوْمٌ حَتَّى قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَشَى فَنَفِيتُ مَعَهُ حَتَّى بَلَغَ بَابَ جُبُرٍ عَائِشَةُ ثُمَّ ظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ خَرَجُوا فَرَجَعَ وَرَجَعَتْ مَعَهُ فَإِذَا هُمْ جُلُوسٌ مَكَانَهُمْ فَرَجَعَ فَرَجَعْتُ النَّاسِيَةَ حَتَّى بَلَغَ حَبْرَةَ عَائِشَةَ فَرَجَعَ فَرَجَعْتُ فَإِذَا هُمْ قَدْ قَامُوا

فَقَعَوْبَ بَيْتِي وَبَيْتَهُ الشُّرُودُ أُنْزِلَ آيَةُ الْحَجَابِ

ترجمہ :- کھانے کے بعد لوگ نہ اُٹھے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود اٹھ کھڑے ہوئے پس آپ چلے ان کے ساتھ میں یہاں تک کہ آپ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازہ پر پہنچے پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گمان کیا کہ لوگ چلے گئے ہوں گے، آپ واپس لوٹ آئے میں ساتھ لوٹ آیا لوگ ابھی بیٹھے ہی تھے حضور پھر واپس ہو گئے میں دوسری دفعہ واپس ہو گیا یہاں تک کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے تک گئے پھر واپس آ گئے، میں بھی واپس آ گیا تو لوگ ہانپکے تھے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اندر داخل ہو کر پردہ ڈال لیا۔

خان صاحب نے مسلم شریف کی حدیث کے الفاظ ثُمَّ ظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ خَرَجُوا سے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدم علم پر جو دلیل پکڑی ہے یہ سراسر نادانی ہے کیونکہ یہ الفاظ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نہیں بلکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہیں، خان صاحب کی دانشمندی پر جتنے بھی اُلٹو بہائے جائیں کم ہیں۔ کیونکہ جن الفاظ سے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدم علم پر دلیل پکڑی ہے ان ہی الفاظ سے خان صاحب کے نزدیک حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم غیب ثابت ہوتا ہے کیونکہ ظن ایک بالینی امر ہے اگر خان صاحب جواب دیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم غیب ثابت نہیں ہوتا بلکہ انہوں نے اندازاً یہ بات کہی ہے تو ہم جواب دیں گے کہ پھر آپ کا ان

الغناء کو جو انداز آجکے گئے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدم علم پر دلیل پکڑنا
جہالت ہے۔ ایک اور طریقہ سے خان صاحب کی جہالت کا ثبوت۔

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ جانتے تھے کہ صحابہ بغیر میرے حکم کے جانے
والے نہیں مگر چاہے صراحت ہو یا کن یہ تب ہی تو آپ نے یہ آنے اور جانے کی تکلیف
گوارا کی مگر نہ تو آپ یہ حیلہ کیوں تجویز فرماتے تو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف
ایک بار نکل آنے سے ہی یہ گمان کیسے کر سکتے تھے کہ صحابہ چلے گئے ہوں کیونکہ
ایک دفعہ مجلس سے اٹھ جانا اس بات کی دلیل نہیں بنتا کہ دوبارہ واپس آکر
مجلس میں شریک نہ ہوں گے کیونکہ احتمال باقی رہتا ہے کہ کسی خاص ضرورت
کے ماتحت تشریف لے گئے ہیں ابھی واپس آکر رونق افروز ہوں گے۔ آپ
کا دوسری مرتبہ واپس آکر لوٹ جانا تو صرف اسی لیے تھا کہ صحابہ کے نزدیک
یہ بات متفق ہو جائے کہ اب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مجلس میں رونق افروز
ہونے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ لہذا ہمارا بیٹھنا بیکار ہے۔ اسی لیے نبی اکرم علیہ
الصلوٰۃ والسلام کے دوبارہ واپس لوٹ جانے کو دیکھ کر صحابہ نے مجلس برخاست
کر دی لہذا اعتراض صرف خان صاحب کے عدم علم کی دلیل ہے اور خان صاحب
کا یہ فرمانا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تحقیق کے لیے بھیجا یہ سراسر کذب
ہے۔ کیونکہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو فرماتے ہیں کہ مجھے خبر ہی نہیں کہ صحابہ
کے چلے جانے کی اطلاع میں نے دی یا کسی اور ذریعہ سے اطلاع دیئے گئے۔
خیر خان صاحب کی کذب بیانی پر ہمیں اتنا افسوس نہیں جتنا کہ ان کی کم نبی پر ہے
کیونکہ درود گئی تو اس طائفہ وہابیہ کی فطرت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔
اس پر طرہ یہ کہ خان صاحب زبان درازی اہل سنت کے ایسے جتھے ظالم پر کرتے
ہیں مثلاً فقیر العصر حضرت مفتی احمد یار خان صاحب گجراتی اور غزالی و دراز علامہ

سید احمد سعید صاحب کاظمی متانی اور مناظر اسلام مولانا محمد عمر صاحب چھپڑی
جنہوں نے ملک بھر کے تمام بد مذہبوں کے مندرجہ لکام دے رکھی ہے اور
جواب دینے میں خان صاحب کی مثال بالکل ایسی ہے کہ چغالی کی ایک مثال
ہے کہ ایک قبیلے نے ایک جاٹ کو کہا۔

اوجھا تیرے سروخ مار یا دھاتیوں قتل کدوں آدے گی۔

اس پر جاٹ صاحب بڑے گرمائے اور فرمانے لگے کہ۔

اوجھلی تیرے سروخ مار یا کہوتیوں قتل کدوں آدے گی۔

سننے والوں نے جاٹ سے کہا کہ میاں تیری بات کا توازن درست نہیں
ہے۔ جاٹ صاحب فرمانے لگے کہ توازن کو نہ دیکھو صرف دیکھنے کی بات تو یہ
ہے کہ کہوتی ویلے تو دتے سے بھاری ہے۔

خان صاحب بخاری شریف اور مسند میاںسی کے
حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

چوتھا اعتراض :-

وسلم نے حضرت عاصم بن ثابت کی سرکروگی میں ۹ صحابی بطور جاسوس مشرکین
کے حالات معلوم کرنے کے لیے روانہ کیے۔ جب یہ حضرات مقام ہدم میں پہنچے
تو قبیلہ بنو لیحان نے ان کو گھیر لیا۔ اٹھ صحابہ کو تو اسی جگہ شہید کر دیا اور دو گرفتار
کر کے مکہ مکرمہ لے گئے کچھ دنوں کے بعد ان کو بھی تختہ دار پر لٹکا دیا۔ حضرت
عاصم نے شہادت کے وقت یہ پُر درو الفاظ کہے۔

اَللّٰهُمَّ اَخْبِرْ عَمَّا بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ ۔ اے اللہ ہمارے حالات سے اپنے نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کو مطلع کر دیا۔ اس واقعہ پر خان صاحب مندرجہ ذیل تقریر فرماتے ہیں۔

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو صحابہ کرام

کو جاسوسی کے لیے آپ نے کیوں بھیجا، خود ہی مدینہ منورہ میں دشمن کے حالات بیان فرما دیتے اور پھر یہ دس صحابی کس بیدردی اور بے جگری سے تر تیغ کیے گئے۔ کیا آپ نے دانستہ ان کو قتل کرا دیا تھا؟

جواب نمبر ۱۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جاسوسی کے لیے بھیجا تعلیم امت کے لیے تھا اگر آپ تمام نظام سلطنت کو اپنی معلومات کے اعتبار سے ہی انجام دیتے تو بعد میں آنے والے کو رہا مل گیا کرتے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی ارشاد فرمایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

تمہارے واسطے رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات طیبہ میں ہر قسم کے نظام کا بہترین نمونہ ہے یعنی۔

اگر آپ ایسا نہ کرتے تو نظام جنگ کا یہ دستور کیسے ثابت ہوتا؟

جواب نمبر ۲۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام علیہم السلام اللہ فی الارض ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اسی کے احکام جاری فرماتے ہیں، اگر اپنی طرف سے بھی کوئی حکم صادر فرمائیں وہ من جانب اللہ ہی ہوتا ہے، کیونکہ اس حکم کو تائید الہی حاصل ہوتی ہے درہ تو اسی وقت اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو حکم صادر فرمانے سے روک دیتا ہے۔

جواب نمبر ۳۔ اگر جاسوس بھیجا نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر و ناظر اور مطلع علی الغیب کے متافی ہے تو اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جو شہید کیے گئے، اس کا کیا جواب ہو گا؟ کیا اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر اور عالم الغیب نہیں ہے اگر ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے دانستہ اپنے انبیاء

سے یہ تشریح الزمر فرمادے بغیر۔

کیوں شہید کرائے۔

جواب نمبر ۴۔ اگر آپ لا جاسوس بھیجنا عدم علم کی بنا پر تھا تو اللہ تعالیٰ نے کیوں نہ روک دیا اور کیوں نہ فرمایا کہ وہاں کے حالات کی اطلاع میں آپ کو دس دیتا ہوں جاسوس نہ بھیجئے، اللہ تعالیٰ نے دانستہ اپنی مخلوق کو تر تیغ کیوں ہونے دیا، حالانکہ حضرت عاصم بن ثابت انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد ان کی لاشیں مبارک کی اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی اور حضرت نبیب رضی اللہ عنہ کو ایام اسیری میں کھانے کے لیے اللہ تعالیٰ انکو بھیجتا رہا، کیا ان کو کفار کے پیچھے سے نہات لانے پر قادر نہ تھا؟ ثابت ہو اگر نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فعل عین تقصیر و قصور تھا جس پر آپ کو اطلاع تھی۔

جواب نمبر ۵۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا دُعا کرنا کہ اے اللہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہمارے حال سے باخبر کر دے سو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے متافی نہیں، کیونکہ آپ نے یہ نہیں فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ عَلِّمْ عَنَّا بَشَیْرًا کہ ہمارے اللہ اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہمارے حال کا علم عطا فرما، تو دُعا کے الفاظ میں احتمال اس بات کا ہے کہ اے اللہ! اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہمارے حال کی طرف متوجہ فرما دے، لہذا صحابی کا دُعا کرنا آپ کے حاضر و ناظر ہونے اور مطلع علی الغیب ہونے کے متافی نہیں۔

ایک اور طریقہ سے جواب۔ ایک چیز کے ثابت ہوتے ہوئے اُس کے لیے دُعا کرنا منع نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب عالی قدر اور عظیم الجہاد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔

إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ قَالَ صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۝

ترجمہ :- اے اللہ ہمیں صراط مستقیم کی طرف ہدایت فرما۔

حالانکہ آپ کو یقین تھا کہ میں صراط مستقیم پر ہوں اور ہمیشہ صراط مستقیم پر قائم بھی رہوں گا۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ حضرت عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی دُعا آپ کے حاضر و ناظر ہونے اور مطلع الغیب ہونے کے متافی نہیں۔

ایک اور طرز سے جواب :- یہ واقعہ بخاری شریف میں دو مقام پر بندہ کی نظر سے گذرا ہے اور اصل راوی

اس کے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں یہ فرماتے ہیں۔ قَالَ سَجَابَ اللَّهُ بِمَا جِئْتُكَ بِهَا يَا نَبِيَّ اللَّهِ فَأَخْبَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ خَبَرَهُمْ بِهٖ

یعنی عاصم بن ثابت نے مصیبت کے روز دُعا کی اُس کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا پس نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صحابہ کو اُن کے حال کی خبر دی۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے یہ سارا واقعہ الف سے لے کر عی تک ابو ہریرہ کو کیسے معلوم ہو گیا۔ نہ ابو ہریرہ ان صحابہ میں شریک تھے نہ ہی اُن مصیبت زدہ صحابہ میں سے کسی نے اگر سنایا۔ لا محالہ آپ نے یہ سارا واقعہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہی سنا ہے۔ اب فرما غور فرمائیں کہ عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی دُعا سے ما قبل کے واقعات اور دُعا سے مابعد کے واقعات سب کچھ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی بیان فرمائے والے ہیں۔ اگر عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

لے :- پتہ یسین آیت چلے ۔ اللہ ۔ بخاری شریف ص ۵۳۸

کی دُعا کے بعد ہی آپ کو خبر دی جاتی تو فَاَسْتَجَابَ اللَّهُ بِمَا جِئْتُكَ بِهَا ثابت کے فتوے کے بعد ضرور اللہ تعالیٰ کے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خبر دینے کا ذکر ہوتا۔ بلکہ ابو ہریرہ تو فرماتے ہیں۔ فَأَخْبَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ خَبَرَهُمْ کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صحابہ کو اُن کی خبر دے دی اور یہ خبر دے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ثابت کر دیا کہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُن کے حال سے بے خبر نہیں ہوں بلکہ باخبر ہوں۔ خان صاحب فرماتے ہیں۔

پانچواں اعتراض :- بخاری وغیرہ میں یہ روایت موجود ہے کہ مشرکین کا ایک وفد ایک سازش کے تحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آپ ہمیں کچھ آدمی امداد کے لیے مرحمت فرمائیں۔ آپ نے اصحاب صفہ میں سے ستر صحابہ کو منتخب کر کے ان کے ساتھ روانہ کر دیا۔ جب یہ لوگ بیر معونہ پہنچے تو کافروں نے ایک لشکر صحابی کے علاوہ باقی سب کو شہید کر دیا۔ ان صحابہ کرام نے اپنی زندگی کے آخری لمحہ میں درد بھری کہانی اللہ تعالیٰ کے حوالے کی کہ اے اللہ اپنے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر ساتھیوں کو ہمارے حالات سے مطلع فرما۔

جواب :- خان صاحب نے اس واقعہ پر بھی وہی اعتراضات کیے ہیں۔ جو اعتراض نمبر ۱ میں تحریر ہیں لیکن قدرے کذب بیانی اضافہ فرمائی ہے۔ میر معونہ کے تحت شہداء کا یہ واقعہ مختلف روایات میں مختلف الفاظ سے منقول ہے۔ ان سب روایات کو مفسر علامہ بغوی نے معالم التنزیل میں اور صاحب تفسیر نازن شریف

لے :- تسوید النواظر ص ۵۳۸

تو یہودی عورت کو زہر ڈالتے دیکھا جوتا خود بھی دکھاتے اور حکم کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی منع فرما دیتے کیا دیدہ دانستہ آپ نے ان صحابہ کرام کو زہر کھلا کر مروا دیا۔

جواب :- سبحان اللہ خان صاحب دھوکہ دینے میں یہ طولی رکھتے ہیں اور اسی کمال پر نازاں ہیں۔ خان صاحب نے پہلا دھوکہ تو یہ دیا ہے کہ بخاری شریف میں یہ روایت موجود ہے حالانکہ بخاری شریف میں یہ روایت بالفیصل موجود ہی نہیں۔ بخاری شریف میں تو صرف اتنی روایت ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ لَمَّا فَتَحَتْ حَبِيبَةَ أَهْدَيْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةً فِيهَا سَمَةٌ

ترجمہ :- جب غیر فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بکری بھی گئی اس میں زہر تھا۔

دوسرا دھوکہ یہ دیا کہ آپ نے چند لقمے کھائے یہ بات بھی کسی روایت میں موجود نہیں روایت کا عنقریب ہی ذکر ہوگا۔

تیسرا دھوکہ یہ دیا ہے کہ البراء و اور داری کی روایت میں ہے تَوَفَّيْنَا أَصْحَابَةَ الْأَنْدَلِيسِ أَكَلُوا مِنْ الشَّاةِ

چوتھا دھوکہ یہ دیا ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھانا کھا پینے کے بعد فرمایا کہ یہ بڑیاں مجھے بتلا رہی ہیں کہ ہمارے اندر زہر ہے۔

داری شریف کی یہ روایت ہے۔

إِنَّ يَسْمُودِيَّةً مِنْ أَهْلِ حَبِيبٍ سَمَتْ شَاةً مَصْلِيَّةً

لہ :- ۱۔ مفتاح السوایط ص ۵۵۔ ۵۵۔ ۵۵۔ بخاری شریف ج ۲ ص ۱۹۔

ثُمَّ أَهَدَتْهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مِنْهَا الذَّرْعَ فَكُلَ مِنْهَا وَ أَكَلَ الرَّهْطُ مِنْ أَصْحَابِهِ مَعَهُ ثُمَّ قَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اذْفَعُوا أَيْدِيَكُمْ وَأَرْسُلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَهُودِ يَتَفَدَّمُوا هَانَقَالِ اسْمَعْتِ هَذِهِ الشَّاةُ فَقَالَتْ نَعَمْ وَمَنْ أَخْبَرُكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَنِي هَذَا فِي يَدِي الذَّرْعَ فَقَالَتْ نَعَمْ قَالَ ثُمَّ ذَا أَرَدْتُ إِلَى ذَلِكَ قَالَتْ كَلْتَ إِنْ كَانَ نَبِيَّكُمْ يَعْزُرُكَ إِنْ لَمْ يَكُنْ نَبِيًّا اسْتَرْحَا مِنْهُ فَعَمَّا ذَرَسُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَهُ يَوْمَ قَبِيلًا وَتَوَفَّيْنَا أَصْحَابَهُ الَّذِينَ أَكَلُوا مِنَ الشَّاةِ

ترجمہ :- اہل خیبر میں سے ایک یہودی عورت نے جتنی بکری زہر لاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجی آپ نے اس کی دستی اٹھا کر اس میں سے کچھ تناول فرمایا اور آپ کے کچھ صحابہ نے بھی کھایا پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ کیسٹ لو۔ اس کے بعد یہودیہ کو بلایا اور فرمایا کہ تو نے اس میں زہر دیا ہے اُس نے کہا کہ آپ کو کس نے خبر دی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس دستی نے جو میرے ہاتھ میں ہے یہودیہ نے

لہ :- ۱۔ داری شریف ص ۱۹۔

اقرار کر لیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ایسا کیوں کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے خیال کیا کہ اگر آپ نبی ہوں گے تو سر آپ کو کچھ نہ بکے گا اور نہ آپ سے ہماری جان چھوٹے گی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے کچھ نہ کہا اور آپ کے صحابہ میں سے جنہوں نے گوشت کھایا تھا۔ بعض نے وفات پائی۔

ابوداؤد شریف کی روایت ہے۔

فَاَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذِّبَاعَ فَأَكَلَ مِنْهَا دَاكِلًا وَهَظَّ بَيْنَ أَصْحَابِهِ مَعَهُ ثُمَّ قَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْفَعُوا أَيْدِيَكُمْ وَأَرْسِلْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَهُودِ يَقُولُ كَذِبًا فَقَالَ لَهَا اسْمُكِ هَذَا الشَّاةُ قَالَتْ الْيَهُودِيَّةُ مَنْ أَخْبَرَكَ قَالَ أَخْبَرَنِي هَذَا فِي يَدِي مِنَ الذِّبَاعِ قَالَتْ تَحَسُّمٌ قَالَ فَمَا أَذْذُ بِرَأْيِ ذَاكِكَ قَالَتْ قُلْتُ إِنَّ كَانَتْ نَبِيًّا فَلَنْ يَمُوتَ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ نَبِيًّا اسْتَخَرْنَا مِنْهُ فَمَقَا عَنْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْهَا وَتَوَقَّى بَيْنَ أَصْحَابِهِ الَّذِينَ أَكَلُوا مِنْ الشَّاةِ رَلَهُ

ترجمہ :- یہی ہے جو اوپر گذرا۔

اب داری شریف اور ابوداؤد شریف کی اصل عبارت بھی ملاحظہ فرمادیں اور خان صاحب کی سن گھڑت کہانی بھی اور صاحب مشکوٰۃ سے روایت نقل کرنے

میں بعض کا لفظ سہواً چھوٹ گیا ہے۔

اعلان :- اگر کوئی شخص داری شریف اور ابوداؤد شریف کے کسی نسخہ سے یہ الفاظ تو قیاً اصحابہ الذین اكلوا من الشاة ثابت کر دے ہم دس روپے انعام پیش کریں گے۔ جگہ ابوداؤد شریف کی ایک دوسری روایت نے تو یہ بھی وضاحت کر دی کہ وہ بعض متوفی کون تھے۔

روایت یہ ہے۔

فَاَخَذَتْ لَهُ يَهُودِيَّةٌ بِخَيْبَرٍ شَاةً سَمَّيَا فَاَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا دَاكِلًا وَهَظَّ بَيْنَ أَصْحَابِهِ مَعَهُ ثُمَّ قَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْفَعُوا أَيْدِيَكُمْ وَأَرْسِلْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَهُودِ يَقُولُ كَذِبًا فَقَالَ لَهَا اسْمُكِ هَذَا الشَّاةُ قَالَتْ الْيَهُودِيَّةُ مَنْ أَخْبَرَكَ قَالَ أَخْبَرَنِي هَذَا فِي يَدِي مِنَ الذِّبَاعِ قَالَتْ تَحَسُّمٌ قَالَ فَمَا أَذْذُ بِرَأْيِ ذَاكِكَ قَالَتْ قُلْتُ إِنَّ كَانَتْ نَبِيًّا فَلَنْ يَمُوتَ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ نَبِيًّا اسْتَخَرْنَا مِنْهُ فَمَقَا عَنْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْهَا وَتَوَقَّى بَيْنَ أَصْحَابِهِ الَّذِينَ أَكَلُوا مِنْ الشَّاةِ رَلَهُ

ترجمہ :- خیبر میں یہودی عورت نے زہر ڈال کر بھنی ہوئی بکری آپ کی خدمت میں بھیجی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے اس میں سے کچھ کھایا پھر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ کھینچ لو اس گوشت نے مجھے خبر دی ہے کہ اس میں زہر ہے پس بشر بن البراء بن معرور الانصاری وفات پا گئے۔

شارحین مشکوٰۃ نے بھی یہی تصریح فرمائی ہے کہ وفات پانے

والے اکیلے بشر بن البراء بن معرور الانصاری ہی تھے۔ یہ واقعہ دراصل نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پتے نبی ہونے کا امتحان تھا جیسا یہودیہ کے الفاظ سے ظاہر ہے قربان جاؤں عالم ماکان وما یکون عیدہ الصلوٰۃ والسلام نے امتحان کے ہر پہلو کو خوب حل فرمایا۔ اپنے ساتھ صحابہ کرام کو اس لیے شریک فرمایا کہ نبی اور غیر نبی میں فرق ظاہر ہو۔ اگر صحابہ کرام کو شریک نہ کرتے تو ایک احتمال باقی رہتا تھا کہ شاید زہر مقدار ہلاکت سے کم ملائی گئی تھی یا زہر دیے ہی بلے اثر تھی۔ صحابی کے وفات پا جانے سے یہ بات واضح ہو گئی کہ زہر مقدار اور اثر کے اعتبار سے پوری تھی اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جو غیر نبی شریک تھے ان میں سے ایک کی موت بھی واقع ہو گئی، دوسرے گوشت کا آپ کے ساتھ کلام کرنا آپ کے حق میں معجزہ ثابت ہوا۔ اور خان صاحب کے اس قول سے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھانے کے بعد فرمایا کہ یہ بوٹیاں مجھے خبر دے رہی ہیں کہ ہم زہر آلودہ ہیں، ثابت ہوا کہ گوشت کھائے جانے کے بعد آپ کو اطلاع دی۔ خان صاحب سے ہم پوچھتے ہیں کہ کھانے کے بعد خبر دینا کہ ہم زہر آلودہ ہیں چہ معنی دارد کام تو ہو چکا تھا اللہ تعالیٰ جو حکیم مطلق ہے جس کے حکم سے گوشت کو گویا بی عطا ہوئی اس کا یہ فعل کونسی حکمت پر مبنی تھا۔ خان صاحب اتنے بھولے ہیں کہ یہ بھی نہیں جانتے کہ خطرے کی گھنٹی خطرہ سے قبل بجائی جاتی ہے یا بعد۔ کیا ایام جنگ میں ان کو یہ تجربہ بھی نہیں ہوا اور دھوکہ دینے کے لیے خاندانہ اخبار تثنیٰ جو کہ ماضی کا صیغہ ہے اس کا ترجمہ یوں کر دیا کہ یہ بوٹیاں مجھے خبر دے رہی ہیں۔ کیا اخبارت اور تخبر میں کوئی فرق نہیں ہوا اعتراض

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر یکے گئے ہیں۔ وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتے ہیں کیونکہ نبی اللہ کے قول اور فعل پر ہر وقت اللہ تعالیٰ اپنی نظر قدرت رکھتا ہے۔ جب ایک بات اصولی طور پر ثابت ہو اور اس کے خلاف کوئی جزوی واقعہ اصول کے معارض نہیں بنتا بلکہ اس میں حکمت تلاش کرنی چاہیے۔

ساتواں اعتراض :-

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بشر ہوں اور تم میرے پاس جھگڑے لے کر آتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ تم میں کوئی شخص اپنی چرب زبانی سے اپنے جھگڑے دعویٰ اور مقدمہ کو سچا کر دکھائے اور میں غلط فہمی میں مبتلا ہو کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں تو اس کو یوں سمجھے کہ جہنم کی آگ کا ایک ٹکڑا ہے جو اس نے لے لیا۔ لہذا میرے سامنے سچی ہی بات کہنا، قرآن میں کرام جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو آپ یوں فرما دیتے کہ میں تمہارے ظاہر اور باطن سے بخوبی واقف ہوں ایسے سچے اور جھگڑے کو خوب پہچانتا ہوں۔ لہذا میرے سامنے جھگڑت اور غلط بیانی نہیں چل سکتی۔

جواب :-

حاشا وکذا انبیاء علیہم السلام کے فہم میں کبھی غلطی نہیں ہوتی کیونکہ ان کے فہم کا اللہ تعالیٰ ذمہ دار ہوتا ہے ہاں اگر اجتہاد میں غلطی واقع ہو تو بھی اللہ تعالیٰ اسی وقت آگاہی فرما دیتا ہے اسی اجتہادی غلطی پر انبیاء علیہم السلام کو کبھی قائم نہیں رہنے دیا جاتا چہ جائیکہ غیر اجتہادی اور

میں غلط فہمی کی بنا پر احکام جاری فرمادیں۔ لہذا غلط فہمی کی نسبت سید الانبیاء علیہم السلام والسلام کی طرف کرنا نہایت بے ادبی ہے اور احادیث کی اصل عبارت یہ ہے۔

حدیث اول :-

قَالَ اِسْمًا اَنَا بَشَرٌ وَاَنْتَ يَا بُنَيَّ
الْخَصَمُ فَلَعَلَّ بَعْضًا اَنْ يَكُوْنَ اَبْلَغُ
مِنْ بَعْضٍ فَاَقْضِيْ لَكَ بِذَلِكَ وَاَحْبَبُ اِنَّهُ هَادِيٌ
ترجمہ :- آپ نے فرمایا کہ میں انسان ہی ہوں اور میرے پاس
فیصلہ کے لیے لوگ آتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی زبانی بلاغت
زیادہ رکھتا ہو (اپنا دعویٰ ثابت کرنے میں) اور میں گمان کروں
اس کو سچا اور فیصلہ اس کے حق میں دوں۔

حدیث دوم :-

يَا بُنَيَّ اِنْ خَصَمَ فَلَعَلَّ بَعْضُكُمْ
اَبْلَغُ مِنْ بَعْضٍ فَاَحْبَبُ اَنْتَ
صَادِقٌ فَاَقْضِيْ بَيْنَهُ
ترجمہ :- میرے پاس فیصلے آتے ہیں لیکن ہے کہ تم میں سے بعض
بعض سے زبانی بلاغت زیادہ رکھتا ہو۔ سو میں اس کو سچا گمان
کروں اور اس کے حق میں فیصلہ دے دوں۔

فَاَحْبَبُ جس کے معنی ہیں کہ میں گمان کروں۔ خان صاحب نے اس
کا ترجمہ غلط فہمی میں مبتلا ہونا یا تو تعصب کی بنا پر یا قلت علم کی بنا پر کیا ہے
حدیث کا سیاق و سباق ہی بتلاتا ہے کہ ابلغ مدعی کو سچا گمان کرنا صرف

سہ :- بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۱۱۶ :- مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۱۱۶

اُس کے ظاہری بیان کی وجہ سے ہے نہ کہ نبی اکرم علیہ السلام والسلام
کے عدم علم کی وجہ سے ہے اور مسلم شریف کی ایک دوسری حدیث خان صاحب
کی تردید اور ہمارے بیان کی تائید کرتی ہے وہ یہ ہے۔

اِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ اِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضُكُمْ اَنْ يَكُوْنَ اَحْسَنُ
يَحُجَّتُمْ مِنْهُ بَعْضٌ فَاَقْضِيْ لَكَ عَلٰى كَيْفِ مَا اَمْتَحُ مِنْهُ
ترجمہ :- تم میرے پاس جھگڑے لاتے ہو۔ ہو سکتا ہے کہ تم میں
سے بعض بعض سے زیادہ چرب زبان ہونے کی وجہ سے اپنی
دلیل قائم کر دے اور میں باعتبار جو اُس سے سنوں اُس کے حق
میں فیصلہ دے دوں۔

نوٹ :- خان صاحب کی تحریف معنوی بالکل ظاہر ہے۔

آحصوال اعتراض :-

حاطب بن ابی بلتعہ کا واقعہ جو کہ بخاری شریف
جلد ۲ صفحہ ۱۱۳ اور مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۱۱۶
مذکور ہے۔ اُس میں ہے کہ حاطب نے ایک خط لکھ کر مشرکین مکہ کی طرف
روانہ کیا۔ جس کو ایک عورت نے جاری تھی۔ نبی اکرم علیہ السلام والسلام نے
اپنے چند صحابہ کرام کو بھیجا اور وہ اُس عورت سے خط چھین لائے۔

جواب :- اس واقعہ میں تو نبی اکرم علیہ السلام والسلام کے اطلاع علی الغیب
اور حاضر و ناظر کا بین ثبوت ہے لیکن خان صاحب اس واقعہ پر بھی اپنی جہاڑی
کایوں ثبوت دیتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خط دور کیوں
لے جانے دیا۔ بیشک انسان کو جس کے ساتھ عداوت ہو اس کا وصف کمال

سہ :- مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۱۱۷

بھی عیب ہی نظر آتا ہے۔

نواں اعتراض :- ایک دفعہ رات کے وقت مدینہ میں دشمنوں کی آمد کی افواہ مشہور ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار ہو کر دور تک دیکھ بھال کر کے واپس آ رہے تھے کہ آگے سے اہل مدینہ آپ کو ملے آپ نے فرمایا واپس چلے جاؤ کوئی خطرہ نہیں اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو رات معلوم کرنے کے لیے مدینہ سے باہر جانے کی کیا ضرورت تھی کیا حاضر و ناظر بھی تحقیق حال کے لیے جایا کرتا ہے اور دور تک حالات کا جائزہ لیا کرتا ہے۔

جواب :- اس واقعہ میں تو آپ کے ارشاد مبارک **مَسِيْدُ الْقَوْمِ** **خَادِ مُصَمِّمٌ** کا عملی ثبوت ہے اور عملی ثبوت آپ نے اس موقع پر اس واسطے دیا تاکہ قرآن مجید کے ارشاد **لِيَعْلَمَ الْمُشْكُوكُونَ مَا لَا يَفْهَمُونَ** میں داخل نہ ہوں۔ نہ کہ آپ تحقیق حال کے لیے گئے اور نہ ہی آپ نے واپس آ کر اپنی تحقیق سے اہل مدینہ کو آگاہ کیا اسل روایت یہ ہے۔

عَنْ أَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ أَهْلَ الْمَدِينَةِ خَرَجُوا مَكَّةَ فَرَكِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا لَدِفَ صَلَاحَةً كَانَ يَقْطِفُ أَوْكَانَ يَنْهِيهِ بِحِطَاتٍ فَمَنْ رَجَعَ قَالَ وَجَدْنَا قَوْمَكُمْ هَذَا أَيْحًا فَكَانَ بَعْدَ ذَلِكَ لَا يَخْرُجُ إِلَيْهِ

ترجمہ :- حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ اہل مدینہ

کو گھبراہٹ ہوئی پس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے پر سوار ہوئے جو کہ بڑا سست رفتار تھا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام واپس آئے آپ نے فرمایا کہ ہم نے آپ کے گھوڑے کو تیز رفتاری میں سمندر پایا۔ پس اس کے بعد کبھی اس گھوڑے سے کسی گھوڑے نے سبقت نہ لی۔

جہاں **مَسِيْدُ الْقَوْمِ** **خَادِ مُصَمِّمٌ** کا عملی ثبوت پیش فرمایا وہاں ساتھ ہی حضرت ابو طلحہ کے گھوڑے کو تیز رفتاری بھی بخشی تاکہ ثابت ہو جائے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت تو خادوسوں کے عیب ختم کر دیتی ہے چہ جائیکہ آپ کی ذات میں کوئی کمزوری یا عیب ہو۔ لہذا یہ واقعہ بھی آپ کے عدم علم اور غیر حاضر و ناظر پر دلالت نہیں کرتا۔

دوسرا اعتراض :- **مَسْلَمٌ شَرِيفٌ** جلد ۲ ص ۲۷۲ کہ حضرت حذیفہ کو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دشمنوں کے حالات دریافت کرنے کے لیے بھیجا۔

جواب :- اس حدیث پاک سے تو انتظام سلطنت کے اصولوں کی تعلیم ثابت ہوتی ہے۔ وگرنہ اللہ تعالیٰ کا نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایامِ خلافت میں برابر تین دن جبریل علیہ السلام کو دریافت حال کے لیے بھیجا حدیث شریف سے ثابت ہے اس کا کیا جواب ہو گا اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا عالم الغیب ہونا چونکہ نفوسِ قلعیہ سے ثابت ہے لہذا جبریل علیہ السلام کے بھیجنے میں کوئی حکمت تلاش کرنی چاہیے تو کہا جائے گا کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شاہد ہونا اور مطلع علی الغیب ہونا بھی نفوسِ قلعیہ سے ثابت ہے اور دشمنوں کے حالات کے نامعلوم ہونے پر کوئی نصِ قطعی بھی پیش

نہیں کی جاسکتی لہذا یہاں کہیں نہ حکمت تلاش کی جائے جبریل علیہ السلام کے دریافت حال کے لیے آنے والی حدیث شریف علامہ حسن عدوی حمزوی نے اپنی کتاب مشرق الانوار ص ۱۷ پر نقل کی ہے اس کے علاوہ اور بہت سے علماء وارثین اپنی اپنی تصانیف میں اس کا ذکر لائے ہیں۔

گیارہواں اعتراض :- مسلم شریف ج ۲ ص ۲۳۱ میں یہ روایت آتی ہے کہ ایک شخص آیا اور اس نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک پر ہجرت کی بیعت کی وہ شخص دراصل غلام تھا۔ حالانکہ آپ غلاموں کی ہجرت پر بیعت نہیں کیا کرتے تھے۔ کیونکہ اس صورت میں غلام اپنے آقا کی خدمت نہیں کر سکتا و کفو یُشْعِرُ اِنَّهُ حَبْدٌ آنحضرت کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ غلام ہے جب اس کا آقا آیا اور حقیقت واضح ہو گئی تو آپ نے دو غلام دے کر وہ ایک غلام خرید لیا۔ اس کے بعد آپ کسی سے بیعت نہیں کیا کرتے تھے حتیٰ یَسَاءَلُكَ اَعْبَدُ اَوْحَدٌ تَادِیْکَ یہ نہ پرچھ لیتے کہ وہ آزاد ہے یا غلام۔

جواب نمبر ۱ :- نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا دانستہ طور پر کیا تھا تا کہ ایک غلام کی دو غلاموں کے بدلے خرید و فروخت کا جواز ثابت کریں جیسا کہ آپ نے بیان جواز کے لیے بعض اوقات وضو میں اعضا کو ایک ایک مرتبہ دھویا لیکن سنت تین مرتبہ دھونے میں قائم ہوئی۔

جواب نمبر ۲ :- وَ کَفُو یُشْعِرُ اِنَّهُ حَبْدٌ سے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدم علم پر دلیل نہیں پڑی جاسکتی کیونکہ یہ تو راوی کا اپنا خیال ہے۔ جبکہ شعور ایک باطنی امر ہے اس پر راوی کو کیسے اطلاع ہوئی اگر راوی کے لیے باطن پر اطلاع تسلیم کی جائے تو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے

بدرجہ اولیٰ تسلیم کرنی ہوگی۔ باقی رہا اس غلام کی بیعت کے بعد کا معاملہ کہ بغیر تفتیش کے بیعت نہ کرنا وہ اس لیے تھا کہ وہ اس غلام کی بیعت سے یہ نہ سمجھ لیں کہ تفتیش کی ہمارے لیے بھی کوئی ضرورت نہیں۔ لہذا سنت یہ ہی ہے کہ معاملات تفتیش کے ساتھ انجام دیئے جائیں۔

بارہواں اعتراض :- منافقین مدینہ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لونڈی حضرت ماریہ کو مایور نامی ایک غلام سے متہم کر دیا یہ خبر اس زور سے پھیلی کہ آنحضرت کو بھی یقین ہو گیا آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تلوار دی اور طہارت میں آکر فرمایا۔ مایور جہاں سے اس کو قتل کر دینا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد تھا حضرت علی کو کیا ہمت تھی کہ وہ اس میں پس و پیش کرتے آخر تماشا کرتے کرتے مایور کا سراخ نکال ہی آیا۔ وہ بیچارہ ایک کنوئیں میں بیٹھا ہوا تھا حضرت علی نے جب اس کو پکڑ کر کھینچا تو اس کی شکمکش میں اس کا تہ بند کھل گیا۔ وہ زندہ ہو گیا حضرت علی نے دیکھا کہ کَفُو یُخْلِقُ اِنَّهُ لَمَّا لَیْلَیْ جَالِ اللہ تعالیٰ نے فطرۃ اس کا آکر تناسل ہی پیدا نہیں کیا۔ حضرت علی نے اس کو قتل نہ کیا اور آپ کو آکر یہ قصہ سنا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اَلشَّجَّةُ یَذِیْہِی مَا لَا یَذِیْہِی الْقَاۡثِبُ یعنی حاضر وہ چیز دیکھتا ہے جو غائب نہیں دیکھ سکتا۔

جواب ۱ :- رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم تھا کہ یہ صرف افواہ ہی ہے حقیقت اس کی کچھ نہیں اور نہ تو اس خبر کو زور نہ پڑنے دیتے ابتداء میں ہی

حکم فرما دیتے ہیں خیر کی کوئی وجہ نہ تھی۔

جواب :- اگر ہنزل خان صاحب آپ کو یقین آگیا تھا کہ حاکم یہ لفظ خان صاحب کا بہتان ہے بہر حال زنا کا مقدمہ بغیر عینی شہادتوں کے یا بغیر زانی کے اقرار کے کیوں کر فیصلہ پایا پھر سزا پر فیمن کو کیوں نہ سنائی گئی یہی حصول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یقین آجانے کے بعد بھی ماریہ سزا کی مستحق نہ تھی۔ مابور اکیلے کو کیوں واجب القتل ٹھہرایا گیا۔ ان تمام باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حقیقت امر کی اطلاع تھی صرف اظہار برائۃ کے لیے ملی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تلواریں دے کر بھیجا اگر خود ہی اظہار برائۃ فرما دیتے تو منافق کہتے کیونکہ معاملہ اپنے گھر کا ہے اس لیے پردہ ڈالنا چاہتے ہیں اسی لیے اس حدیث کو باب برائۃ حرم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الریہ میں لایا گیا ہے۔

علامہ نووی شارح مسلم شریف فرماتے ہیں

قِيلَ لَعَلَّهُ كَانَ مِنْ فِتْنَةٍ مُسْتَحَقًّا لِلْقَتْلِ بِطَوْنِ أَخْرَدَ
جَعَلَ هَذَا مُحَرِّقًا بِقَتْلِهِ بِفِتْنَةٍ وَغَيْرَ ۚ لَا بِالزَّانَا وَوَدَّ
كَتَمَ عَنْهُ عَلَى رَحِمَتِ اللَّهِ عَنْهُ إِعْتِمَادًا عَلَى أَنَّ الْقَتْلَ
بِالزَّانَا قَدْ عَلِمَهُ إِنْتِفَاةَ الزَّانَا لَهُ

ترجمہ :- یہ بھی جواب دیا گیا ہے کہ شاید وہ منافق تھا اور اس افواہ کو ذریعہ قتل بسبب اس کے نفاق بنایا گیا نہ کہ زنا کی وجہ

سے اور علی رضی اللہ عنہ نے یہ جانتے ہوئے قتل کیا کہ حکم بوجہ زنا کے تھا لہذا وہ مظلوم ہے۔

اور آخری جواب :- یہ ہے کہ یہ حکم شرعی تھا اور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

إِنْ أَتَيْتُ إِلَّا مَا يُؤْتِي الْغَلِي

میں نہیں اتباع کرتا مگر وحی الہی کی۔ بہر حال آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقت حال سے باخبر تھے بے خبر نہ تھے۔

باقی رہا آپ کا ارشاد الشاہد یؤزی ما لا یلہی أنفاسی یہ ظاہر کے اعتبار سے ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے لوگوں کے مقابلہ میں فرمایا ہو کہ میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو یہ لوگ نہیں دیکھتے کیونکہ آپ کا شاہد ہوا قرآن مجید سے ثابت ہے۔

تیسرے اعتراض :- مسلم شریف ج ۲ ص ۱۰۱ ایک نوٹ میں فرماتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ نے حضرت علی کو بھیجا کہ جا کر اس کو سزا دو۔ وہ گئے اور دیکھا کہ وہ ابھی ایام نفاس میں ہے انہوں نے اس کو سزا نہ دی کہ حالت نفاس میں سزا درست نہیں۔۔۔۔۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس بات کا علم نہ تھا کہ نوٹ میں ہے ہاں بچہ ہوا ہے۔

جواب :- اس حدیث میں عدم علم کی کوئی دلیل ہے بلکہ اس میں تو اس

مسند کی تعلیم ہے کہ ہندی زانیہ اگرچہ حالت نفاس میں ہو یا بیمار اس پر حد کا حکم جاری کیا جائے البتہ حد میں تاخیر کی جائے گی اس کے پاک یا تندرست ہونے تک۔

چودھواں اعتراض صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چار پائی کے نیچے گھس گیا۔ آپ سے حضرت جبریل علیہ السلام نے طاقات کا وعدہ کیا تھا مگر وہ نہ آئے۔ جب آپ نے دیکھا کہ گھر میں کتا ہے تو حضرت عائشہ سے آپ نے پوچھا یہ کتا گھر میں کب داخل ہوا ہے انہوں نے عرض کیا خدا کی قسم مجھے علم نہیں۔ آپ اگر حاضر و ناظر ہوتے تو آپ کو علم ہوتا۔

جواب۔ آپ کا سوال صرف اظہار ناراضگی کی بنا پر تھا اور مراد آپ کی یہ تھی کہ کتا کیوں گھر رہنے دیا گیا۔ اسی لیے سیدہ عائشہ نے قسم کھانی۔ اگر آپ کے سوال میں اظہار ناراضگی نہ ہوتا تو سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو قسم کھانے کی کیا ضرورت تھی۔ صرف اتنا ہی جواب کافی تھا کہ نامعلوم کب داخل ہوا ہے لہذا خان صاحب کا سوال صرف کم فہمی کی بنا پر ہے۔

پندرہواں اعتراض مسند رک ج ۲ ص ۱۳۳ حضرت علیہ فرماتے ہیں کہ جنگ قرینہ میں مجھے بھی صحابہ کرام نے گرفتار کیا۔ چونکہ جوانوں کو قتل کیا جاتا تھا میرے بارے میں صحابہ کو تردد ہوا کہ آیا میں بالغ ہوں یا نابالغ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو ایک مخصوص طریقہ سے دیکھ لو چنانچہ ان کا معائنہ ہوا تو وہ نابالغ نکلے اس لیے ان کو قتل نہ

ملہ۔ تسویر النواظر ص ۱۱۰

کیا گیا۔ حاضر و ناظر کو کیا مصیبت ہے کہ بغیر کسی اشد مجبوری کے ایسے معاند کرنے کی اجازت دیتا ہے بلکہ

جواب۔ معترض کی حماقت قابلِ داو ہے کہ صحابہ کے تردد کو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدم علم کی دلیل بنایا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اگر اس وقت تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے علم کی بنا پر ان کو بتا دیتے اور اگر بعد میں تنہا صحابہ کو ایسا امر پیش آتا تو پھر وہ کیا کرتے۔ چونکہ معاملہ بڑا اہم تھا ایک جان کے قتل کرنے کی بات تھی۔ اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کو ایک خاص طریقہ کی تعلیم فرمادی۔

اسی طرح علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول اَنْظُرْ اَيْنَ هُوَ سے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ میں مَسْنَى احْسَنَ الصَّحَابَةِ الذَّوْبَعِي سے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدم علم پر دلیل پکڑنا بھی حماقت ہے کیونکہ یہ گفتگو عام عادت انسانی کی بنا پر تھی۔

اعتراض۔ ایک مرتبہ ایک صحابی عمدہ قسم کی کھجوریں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس لایا تو آپ نے فرمایا کیا خیر کی ساری کھجوریں اسی قسم کی ہوتی ہیں صحابی نے کہا نہیں خدا کی قسم سب ایسی نہیں ہوتیں بلکہ

جواب۔ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوال میں استنبہام الزکا رہی ہے درندہ کوئی نہیں جانتا کہ کسی جگہ بھی کوئی جنس ایک ہی نوعیت کی نہیں ہوتی۔ دوسرے اس سوال سے کھجوروں کی عمدگی اور صحابی کی داد مقصود تھی۔ تیسرے وہ اہل خیر

ملہ۔ تسویر النواظر ص ۱۱۰۔ ملہ۔ بخاری شریف جلد ۱ ص ۱۱۰

ان کھجوروں کو ناجائز طریقہ سے خریدتے تھے جو کہ سوال کے بعد صحابی نے خود بیان فرمایا کہ ہم ان کھجوروں کے ایک صاع کو دوسری کھجوروں کے دو صاع کے بدلے خریدتے ہیں تو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرمایا کہ ایسا نہ کیا کرو بلکہ اپنی کھجوروں کو قیمتاً فروخت کرو اور ان کھجوروں کو قیمتاً خرید کرو۔

سبحان اللہ عظیم مَا كَانُوا يَكُونُونَ كِي كُوْنِي حَرْكَتِ مَبْنِي حَكْمَتِ مَعِي خَالِي ذِمَّتِي۔ اگر یہ سوال نہ فرماتے تو ان کی اصلاح کیسے ہوتی؟ لیکن کو رہا ملن کو آپ کے افعال میں حکمت کیسے نظر آسکتی ہے، حدیث شریف کی اصل عبارت یہ ہے

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا كَانُوا يَكُونُونَ كِي كُوْنِي حَرْكَتِ مَبْنِي حَكْمَتِ مَعِي خَالِي ذِمَّتِي يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا لَنَأْخُذُ الْعَبَاغَ مِنْ هَذَا الْبَلَدَيْنِ بِالثَّلَاثَةِ فَقَالَ لَا تَفْعَلْ يَبْنَؤُا الْجَمْعُ بِأَنَّهُ رَجِيمٌ شَمُّ الْبَلْعِ بِأَنَّهُ رَجِيمٌ جَمِئًا ۝

ترجمہ :- رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خیر کی تمام کھجوریں ایسی ہی ہوتی ہیں؟ اس نے جواب دیا نہیں خدا کی قسم اسے اللہ کے رسول ہم ان کا ایک صاع دو صاع کے بدلے اور دو صاع تین صاع کے بدلے خریدتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو بیچو و بیجو کھجوروں کو قیمت سے اور انہیں قیمت سے خریدو۔

اعتراف :- حضرت انس فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ راستہ میں کھجور کا ایک دانہ پایا۔ آپ نے فرمایا اگر مجھے یہ دُر نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کا ہو گا تو میں اس کو اٹھا کر کھا لیتا ۝

۱۔ بخاری شریف جلد ۳۱ - ۳۲ - سنہ ۲۰ مسلم شریف جلد ۳۳ - ۳۴ -

نوٹ :- خان صاحب فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں عدم علم منصوص ہے۔ جواب :- ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث میں سوالے خان صاحب کی جہالت کے اور کچھ بھی منصوص نہیں کیونکہ حدیث کی عبارت میں یوں ہے۔
لَوْلَا أَن تَكُونُ مِنْ الصَّدَقَةِ لَا تَكْفُلُ

ترجمہ :- اگر یہ صدقہ کی نہ ہوتی تو میں اسے کھا لیتا۔

یعنی میرا نہ کھانا اسی وجہ سے ہے کہ یہ صدقہ کی ہے کیونکہ لولا کا استعمال شک کے لیے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَوْلَا أَن تَذَكَّرَهُ فَنَفَعْتُكَ مِنْ رَبِّهِمْ لَيْسَ بِالْعَرَاءِ ۝

یعنی اگر حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا فضل نہ سمجھتا تو ایک پیشکش میدان میں پھینک دیے جاتے، مگر اللہ تعالیٰ کے فضل نے ان کو سمجھایا اس لیے اُن کو میدان میں نہ چھوڑا گیا بلکہ سرفراز فرمایا گیا اللہ کے اعتبار سے حدیث کی عبارت اور قرآن مجید کی عبارت میں کوئی فرق ہے فَانْقَضَتْ وَتَذَكَّرُوا۔

اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمانا کہ جب آپ کی خدمت میں کوئی کھانا آتا تو آپ بغیر تحقیق کے نہ تناول فرماتے یہ بھی تعلیم امت کے لیے تھا کہ کھانے سے پہلے خوب تحقیق کر لو کہ آیا یہ کھانا کھانا تمہارے لیے جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے محلال اور طیب کھانا کھانے کی تاکید فرمائی ہے۔

قارئین حضرات :- طائفہ دہلیہ مجددیہ کے اعتراضات سے ہم اس نتیجہ

۱۔ ۲۱ اقلیم ۲۱ آیت ۲۹ -

پر پہنچے ہیں کہ یہ حالت اس وقت غرضش ہوتا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
دنیا میں تشریف لاتے اور تمام معاملات دنیاوی کو اپنے علم اور عرفان پر مبنی
رکھتے ہوتے انہام دے کر دنیا سے رخصت ہو جاتے اور پیچھے آنے والوں
کے لیے کوئی اسوہ حسنہ نہ چھوڑتے اور مخلوق خدا ہر معاملہ میں پریشان حال ہوتی
اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا کوئی طریقہ نصیب نہ ہوتا اور نہ آپ کی اتباع اس
کسی کو نصیب ہوتی نہ یہ اولیاء کرام ہوتے جو کسراستقیم کے لیے نشان راہ ہیں
نہ کتب احادیث ہوتیں جو کہ قرآن کی قوی اور فعلی تفسیر ہیں۔ مخلوق خدا کو اس
طائفہ ولایت کے ہی رحم پر ڈال دیا جاتا جن کے ایک غوث ارشد احمد گنجوی کی
یہ شان ہے کہ بھرے مجمع میں معشوق کو ساتھ لٹا لیتے اور رات کو خواب دیکھتے
تو مردوں کے ساتھ بہتری کا دیکھتے اگر یہ سب کچھ ہوتا تب نبی اکرم علیہ السلام
والسلام مطلع علی الغیب بھی ماننے جاتے اور حاضر و ناظر بھی چونکہ اب آنحضرت
علیہ السلام و السلام ہر معاملہ میں اپنا اسوہ حسنہ چھوڑ گئے ہیں لہذا نہ مطلع
علی الغیب ہیں اور نہ حاضر و ناظر۔

قَمَّتِ ابْنَابُ الشَّيْخِ بِمَعْلَمِهِمْ قَالُوا وَبِمَنْ
رَسُولِهِ الْكَرِيمِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالشَّيْخُ
دَائِمًا أَبَدًا

سہ :- ارواح شوقہ ص ۳۳۶ - ستہ :- تذکرۃ الرشید ص ۳۶۰

تیسرا باب

نبی اکرم علیہ السلام کی عداوت کی بنا پر خان صاحب گکڑوی کو
تحریر کا شوق تو کہہ گیا۔ لیکن سیدہ تحریر سے باطل ثابت ہیں۔ اہل علم میں سے جو
بھی کوئی ان کی کتاب کو پڑھے گا اس پر یہ بات باطل واضح ہو جائے گی۔
کہ کلام میں ربط و منبہ باطل مفقود ہے۔ کلام کو موضوع سے خواہ کوئی تعلق اور
نسبت ہو یا نہ ہو پس کلمہ دینا ان کا کام ہے۔ چونکہ ہم جوابات دینے کے
درپے ہیں اس لیے مجبوراً خان صاحب کی راہ ہی اختیار کی ہے تاکہ جوابات
کو سوالات سے تحریری طور پر مطابقت ہو۔ خان صاحب اپنی کتاب کے تیسرے
باب کو فقہاء کرام کی عبارتیں نقل کر کے یوں شروع فرماتے ہیں۔

كَبُلُ شَرِّهِ رَاوَدَا بِمَعْلَمِهِمْ قَالُوا وَبِمَنْ
رَسُولِهِ الْكَرِيمِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالشَّيْخُ
دَائِمًا أَبَدًا

ترجمہ :- ایک شخص نے بغیر گراہوں کے ایک سے نکاح کیا اور
بوقت نکاح عورت کو یوں کہا کہ اہم خدا تعالیٰ اور اس کے

سہ :- فتاویٰ قاضی خان ۔

رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گواہ کرتے ہیں، فقہاء کرام نے فرمایا کہ اس شخص کا یہ کہنا کفر ہے کیونکہ اس نے یہ انکار کر لیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں حالانکہ آپ زندگی میں غیب نہیں جانتے تھے تو وفات کے بعد بھلا کیسے جانتے ہیں۔

اس کی مثل دیگر فقہاء کرام رحمہم اللہ علیہم اجماع کی عبارتیں خان صاحب کو مفید اور ہمارے عقیدہ کو مضرب نہیں۔ کیونکہ فقہاء کرام کا مطلب یہ ہے کہ اِنَّهُ اعْتَقَدَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُنُّ الْغَيْبَ بِالْاِسْتِغْلَالِ پہلا قرینہ۔ قرینہ اس بات پر یہ ہے کہ ناک کا عقیدہ یہ بھی تو ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب بالاستقلال ہی ہے تو گواہی میں تساوی مستلزم ہے عقیدہ میں تساوی کو یہ یقیناً کفر ہے۔

دوسرا قرینہ۔ فقہاء کرام نے یلم الغیب کے عقیدہ کو جو کفر کہا ہے اس کو اگر عام رکھا جائے تو یُسْكُمُ الْغَيْبَ یا حَتَّوْعَمَ تَعَالٰی کا عقیدہ رکھنا بھی کفر مشہور ہے حالانکہ یُسْكُمُ الْغَيْبَ یا حَتَّوْعَمَ تَعَالٰی کے عقیدہ کو کفر کہنا خود کفر ہے کیونکہ قرآنی آیات کا انکار ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

عَالِمُ الْغَيْبِ فَكَذَّبُوهُمُ عَلَىٰ غَيْبِهِمْ آخِذًا بِمَا فِي اَرْكَعَتِ
وَمِنْ ذُنُوبِهِمْ

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ غیب کا جاننے والا ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔
پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَهُ۔ پُلُ الْجَنِّ پُتِ آیت ۷۰۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُظْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيٰ وَمَن
رَّسُوْلُهُ مَن يَشَاءُ رِبطہ

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کے اطلاع دے تم کو غیب پر مگر چاہتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے۔

لہذا اگر فقہاء کرام کی عبارات کی یہ توجہ نہ کی جائے تو قرآن مجید کا انکار لازم آتا ہے نہ ہو کہ صریح پھر تو خان صاحب کی بھی خبر نہیں کیونکہ یہ اپنی کتاب تسوید النواظر کے مسئلہ پر اقرار کرتے ہیں کہ ایسے ایسے علوم و معارف وقائق و اسرار اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیئے ہیں کہ تو وہ کسی اور رسول کو عطا ہوئے نہ کسی فرشتہ مقرب کو۔ بلکہ

اب خان صاحب سے سوال ہے کہ اگر فقہاء کرام کی عبارتوں کو علی الاطلاق رکھا جائے تو آپ دائرہ اسلام سے خارج اور از وقت تحریر آج تک یہودی سے ہمسری زنا اور اولاد حرامی اور تمہارے گروہ اشرف علی صاحب جو کہ زید عمر بکر مریم و جنون و ہک جمیع حیوانات اور بہائم کو بھی علم غیب تسلیم کرتے ہیں ان کا ٹھکانہ کہاں ہے؟

بلکہ سارے طائفہ وادیہ نجدیہ دیوبندیہ سے سوال ہے کہ بعض علوم غیبیہ باطلاع اللہ تعالیٰ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے مانتے ہو یا نہیں۔ اگر مانتے ہیں تو فقہاء کی عبارت کے عموم کے تحت کافر ٹھہرتے ہو اگر نہیں مانتے تو نصوص قرآنیہ کے تحت کافر ٹھہرتے ہو۔ لہذا ہماری کی ہوئی توجہ بغیر قبول کیسے ان کے لیے کوئی چارہ نہیں۔

لہ۔ پُلُ آل عمران پُتِ آیت ۷۰۔

ہمارا عقیدہ :- ہم اپنا عقیدہ پھر ایک مرتبہ واضح کر دیتے ہیں کہ اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا غلام اللہ بقیۃ عنہم فیئیشہ جو کہ اللہ تعالیٰ سے خاص ہیں ان پر اطلاع رکھتے ہیں نہ آپ عالم بالذات ہیں اور نہ ہی آپ کا علم جمیع علوم غیبیہ کو محیط ہے۔ پس یہ حق اور ثابت ہے اور یہ جو بعض کا گمراہی نے تحریر کیا ہے یہ بعض بھی ایسا ہے کہ مخلوق کے نزدیک غیر متناہی اور عند اللہ متناہی ہے اور یہ ہم پر بہتان مروج ہے کہ ہم انصاف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عالم بالذات اور محیط کی مانتے ہیں کیونکہ ہمارا ایمان ہے کہ جمیع معلومات الہیہ کا احاطہ قطعاً محال ہے اور علماء اہل سنت کی تحریروں اور تفسیروں میں جو جمیع مآکان و مائیکون کے عالم ہونے کا ذکر آتا ہے سو اس سے محیط کی لازم نہیں آتا بلکہ جمیع مآکان و مائیکون میں ہی علوم الہیہ کو منحصر کرنا تو جہالت ہے ہمارے علماء کرام فرماتے ہیں۔

جَعَلَهُ الْوَيْلُ مِنْ عُلُومِ الْأَنْبِيَاءِ بِمَعْنَى لَوْ قَطَعَتْهُ مِنْ سَبْعَةِ أَلْفِ مَعْرِفَةِ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ عِلْمِهِ كَيْتَانِ أَحَدُهُمَا مِنَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى الْمَعْرِفَةِ وَالْعِلْمُ بَيْنَهُمَا مِنْ عِلْمِهِ الْحَقِّ سُبْحَانَهُ بِمَعْنَى لَا الْمَعْنَى لَوْ

ترجمہ :- اولیاء کا علم بمقابلہ انبیاء کے علم کے ایسا ہے جیسا سات سمندروں میں سے ایک قطرہ اور علم انبیاء بمقابلہ ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایسا ہی ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بمقابلہ اللہ تعالیٰ کے علم کے ایسا ہی ہے۔

۱۔ شرح قصیدہ بردہ نور بخش نوکی ص ۱۳۳۔

مآکان و مائیکون کے بعد سے یہ طائفہ ولایہ اس لیے چڑتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے علم کو اسی میں منحصر جاتا ہے۔ اب بعض فقہاء کرام کی عبارت تکفیر کے بارے دیگر فقہاء کرام کا خیال ملاحظہ فرمائیں علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

قَالَ فِي التَّائِيَةِ خَاتِمَةً فِي الْحَقِّ ذَكَرَ فِي الْمَلَقِ أَنَّ
لَا يَكْفُرُ لِأَنَّ الْأَشْيَاءَ تَعْرِضُ عَلَى رُوحِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّ الرَّسُولَ يَسْمَعُ مِنْ بَعْضِ الْغَيْبِ قُلْتُ بَلْ
ذَكَرَ فِي كِتَابِ الْمُتَأَنِّي أَنَّهُ مِنْ جَعَلَهُ كَرَامَاتِ الْأَوَّلِيَّةِ
الْأَخْلَاقِ عَلَى بَعْضِ الْمَغِيبَاتِ

ترجمہ :- تاہم تاخیر اور حجت میں ہے کہ صاحب معلق نے ذکر کیا ہے کہ اس قائل کی تعفیر نہ کی جائے۔ کیونکہ اشیاء پیش کی جاتی ہیں۔ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رُوح مبارکہ پر اور یہ کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بعض غیب جانتے ہیں۔ میں زمین علامہ شامی لکھتا ہوں بلکہ کتب عقائد میں یہ ذکر ہے کہ عہد کرامات اولیاء میں سے اطلاع علی بعض المغیبات بھی ہے۔

اور مصنف تقدیس الاکیل من توجہ رشید و خلیل رکھتے ہیں۔

ہر چند اس میں بہت گلام ہے مگر اس جگہ اتنا ہی جواب کافی ہے کہ والدہ علی المدرا لہ اور صاحبہ طحاوی وغیرہ ہمارے بسند تا تاریخہ و مقامی خبر و منطق وغیرہ سے تصریح ہے۔ إِنَّ رَدَّ آيَةِ التَّكْفِيرِ ضَعِيفَةٌ عَلَيْهِ صَحِيحَةٌ لِأَنَّ

۱۔ شامی جلد ۲ ص ۲۸۳۔

الْأَشْيَاءَ فَكَّرَ مَنْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُصِرُّ فَالْبَعْثُ
الْغَيْبُ بِالْعَدَمِ وَمَنْعَهُ بِذَلِكَ آيَةُ عَالِمٍ الْغَيْبِ مَنْ يَنْظُرُ عَلَى غَيْبِهِ
أَحَدًا إِلَّا مِنْ أَوْفَى مِنْ رَسُولٍ بَلَّ الْإِطْلَاقَ عَلَى بَعْثِ الْغَيْبِ
مِنْ كَرَامَاتِ الْأَوْفَاءِ هَلْ هَذَا خَلَا حَسَةً مَا فِيهِ رَدُّ الْمُحْتَاطِ وَ
الصَّحْطِ وَ هَكَذَا فِي الْمُجْتَمِعِ عَلَى الْخَطِّ وَغَيْرِهِ.

یعنی روایت مخیر ضعیف ہے صیح نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
پر اشیاء پیش کی جاتی ہیں اور باعلام الہی بعض غیب جانتے ہیں۔ دلیل اس
آیت مذکورہ کے بعد بعض غیب پر اطلاع اولیاء کی کرامات میں داخل ہے۔
کیوں جی خان صاحب اگر عبارت کی ترجمہ بھی دیکھ جائے تو ایسی تو
جس کو فقہاء نے ضعیف کہا ہو سے مسلمانوں پر حکم کفر صادر کرنا کہاں کی ایسا بڑی
جسے۔ بعد ابن نجیم تو فرماتے ہیں۔

أَكْفَرُ شَيْءٍ عَظِيمٌ مَنْدَ أَجْعَلُ الْكُفْرَ مِنَ كَافِرٍ صَحِيٍّ وَجَدَتْ
رَدَّ آيَةٍ لَا يَكْفُرُ بِهِ

ترجمہ۔ کفر ایک بڑی بات ہے پس مسلمان کو کافر نہ بنا جبکہ تو اس
کے مدغم مخیر کی روایت پاس ہے۔
پھر فرماتے ہیں۔

لَا يُفْتَنُ بِكَذِبِهِ مُسْلِمٌ أَمَّا مَنْ كَذَبَ عَلَى نَفْسِهِ حَسَنٌ
أَوْ كَانَ فِي كُفْرِهِ اخْتِلَافٌ وَكَوْنُهُ بَيْنَهُ مَنِيعَةٌ

ترجمہ۔ نہیں فتویٰ دیا جائے گا مسلمان کی تکذیب یا اگر اس کے کلام کو اپنے فعل

پر حمل کیا جا، ممکن ہو یا اس کے کفر میں اختلاف ہو اگرچہ روایت
اختلاف ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔

فقیہ ابن نجیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ان تصریحات کے بعد روایت مخیر
کے ضعیف ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہا اور علامہ شامی اور علامہ طحاوی
رحمۃ اللہ علیہما کی بات باطل حق اور صحیح ثابت ہوئی۔

علامہ علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت کا جواب۔

علامہ علی قاری نے مسائرہ کی جو عبارت نقل کی ہے کہ

وَكَلَّ السُّنَنُ تَصَرُّعًا بِالشَّكِّ بِإِعْتِقَادِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُ الْغَيْبَ.

ترجمہ۔ فقہاء احناف نے تصریح کی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
علم غیب جانتے ہیں یہ عقیدہ کفر ہے۔

اس کا بھی وہی مطلب ہے کہ یَقْنَمُ الْغَيْبُ بِالْإِسْتِقْلَالِ کیونکہ اس
عبارت سے پہلے علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود فرماتے ہیں۔

إِعْلَمُوا أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَهُ يَقْنَمُوا الْغَيْبَاتِ مِنَ الْأَشْيَاءِ وَالْأَمَّا
أَعْلَمُهُمُ اللَّهُ تَعَالَى

ترجمہ۔ جان لو کہ انبیاء اشیاء غیب کو نہیں جانتے مگر جو اللہ تعالیٰ
نے اُن کو بتلایا ہو۔

ثابت ہوا علم الغیب بالاستقلال کا عقیدہ ہی کفر ہے۔

اس مقام پر خان صاحب کی ایک اور ممانعت ملاحظہ ہو۔

آپ فرماتے ہیں۔ ذاتی اور عطائی کا قصہ چھیڑنا ہی بیکار اور باطل ہے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو ذاتی طور پر الہ اور خالق مانا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلکہ دیگر بزرگوں کو عطائی طور پر الہ اور خالق تسلیم کرتا ہوں تو کیا ایسا شخص مسلمان رہے گا بلکہ قارئین خود فیصلہ فرمائیں کہ۔

کوئی صاحب علم اور عقل سلیم بھی ایسی باتیں کہہ سکتا ہے؟
جہلاء کی ایسی خلافات کا جواب بھی اہل علم پر ضروری ہے؟
ہم خان صاحب سے صرف اتنی گزارش کرتے ہیں کہ اگر آپ صفت الوہیت کا عطائی طور پر ملایا اللہ تعالیٰ کا الوہیت عطا فرمانے کا اقرار کرنا ثابت کروں جیسا کہ علم غیب عطا کرنے کا اقرار قرآن فیہ میں موجود ہے تو کسی میں صفت الوہیت عطائی تسلیم کرنا عین ایمان ہوگی۔ ورنہ تو آپ کا یہ قیاس مع الفارق اور سراسر شیطانی ہوگا۔

خان صاحب نے معنی احمد یار خان صاحب لکھنؤی و امت برکات پر ایک یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ عرض اعمال کی صحیح سند کے ساتھ کوئی متواتر حدیث موجود ہے۔

ہم عرض کرتے ہیں کہ سوال صرف کم علمی کی بنا پر کیا ہے ورنہ قرآن مجید فرماتا ہے۔

وَأَنذَرْتُكُمْ دَارَ الْآخِرَةِ

ترجمہ :- منقریب دیکھ لیگا اللہ تعالیٰ تمہارے عمل اور اس کا

سہ :- تسویر النواظر ص ۷۹ - سہ :- تسویر النواظر ص ۷۸ -

سہ :- پت توبہ ص ۹۸ - آیت ۹۸ -

رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

دیکھو ایک ہی فعل ہے اور فاعل وہ جیسا دیکھنا اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کیا جائے گا ویسا ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے صرف قدرت رویت میں فرق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتی اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے بعد اللہ تعالیٰ کم از کم اس آیت سے عرض اعمال تو ضرور ثابت ہے۔ دوسری آیت کریمہ :-

عَبْدُ يَذَّكَّرُ مَا عَصَىٰ

ترجمہ :- گنا گزرتی ہے آپ پر تمہاری تکلیف۔

اس آیت سے بھی اول تو مشاہدہ اعمال ورنہ عرض اعمال تو یقیناً ثابت ہے۔ ایسی ہی اور بہت سی آیات پیش کی جاسکتی ہیں کیا خان صاحب کو اب بھی حدیث متواتر کی تلاش باقی رہے گی اور خان صاحب ہی فرمائیں کہ آپ اپنی کتاب میں کتنی احادیث متواتر لائے ہیں۔ (جواب نادر)

فرماتے ہیں۔

خان صاحب کی لمن ترانی یعنی اعتراض :- ہم فریق مخالف کو دعوت

مکر دیتے ہیں اور یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ مسلم فقہاء احناف کی دو شہادتیں بلکہ ایک ہی شہادت اور حوالہ پیش کر دے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر مجلس نکاح میں حاضر و ناظر تسلیم نہیں کرتا یا جو یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ آپ کو ہر عقد نکاح کا علم نہیں یا جو شخص یہ کہتا ہے کہ آپ ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں یا آپ کو علم غیب کی عطا نہیں ہو اؤ کافر ہے۔

سہ :- پت توبہ ص ۹۸ - آیت ۱۲۸ - تسویر النواظر ص ۷۸ -

جواب :- ہم بات کر طول نہیں دیتے صرف اتنا عرض کر دیتے ہیں کہ خان صاحب صرف اتنا کہہ دیں کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام شاہ نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بعض علوم غیبیہ پر اطلاع نہیں (جس میں صاحبان دماغ و عقل سے دی بھر دیجھیں کہ کتنی شہادتیں پیش کی جاتی ہیں۔ فقہاء و کرام کوئی خان صاحب کی مانند نہیں ہیں وہ جانتے ہیں کہ حکم تکفیر کہاں کہاں جاری ہوتا ہے۔

اعتراض۔ یہ باب خان صاحب نے اس بات پر ختم کیا ہے کہ علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں۔

قَالَ عَلَمَانَا مَنْ قَالَ أَرَادَ الشَّيْخَ حَافِظَهُ
لَقَدْ يَكْفُرُ.

ترجمہ :- ہمارے علماء نے فرمایا کہ جو شخص یہ کہے کہ بزرگوں کی رو میں حاضر ہیں اور جانتی ہیں وہ کافر ہے۔

جواب :- اس عبارت کی بہت سی توجیہیں ہو سکتی ہیں۔

اَنْ قَامَ الْمَشَاحِجُ حَاجِئُوهُ جَمْعُ اَسْمَاءِ هُوَ جُزْءُ دَوَامٍ بِرَدِّ دَلَالَتِ كَرْتَا
ہے اور ہر وقت ہر جگہ بھی منہموم ہے اور جمع مشائخ بھی مراد ہیں۔ سو وجہ
تکثیر یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهُمْ وَيَوْمَ تُدْعَوْنَ عَنْهَا
یعنی اللہ جانتا ہے اُس کی جگہ حیات میں اور بعد الموت سے۔ لہذا قائل ایک
ایسی بات کا دعویٰ کرتا ہے جو معنیات میں سے ہے۔ لیکن اس عبارت
مگر اس بات پر دلیل نہیں بنایا جاسکتا کہ اولیاء اللہ میں سے کسی کی بھی رُوح
مبارک کسی وقت کسی جگہ بھی حاضر نہیں ہو سکتی۔
علامہ حسن العدوی الحزادی فرماتے ہیں۔

[illegible]

ترجمہ :- پس بیشک اولیاد کی ارواح کے لیے عالم برزخ میں آزادی ہے بلکہ ان کے اجسام کے لیے بھی جیسا کہ تحقیق فرمائی ہے عمدۃ الحشین اور لیث العارفین جو ملت حقہ نبی اکرم علیہ السلام و اسلام کو حالت بیداری میں محقق سیدی عبداللہ بن جبرۃ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) :-

قَامَتْ أَلْبَابُ الثَّالِثِ بِسُورَةِ بَقِيَّةِ نَعَانٍ وَبِكُرَامِ رَسُولِهِ

الْمَأْمُونُونَ عَالِمِينَ مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ لَيْسَ

عَطَاؤُ رَبِّهِ يَسْفُتُونَ ذُلُوكِهِ

التَّكْفِيرُوتِ.

لعل مشارق الانوار ص ۱۱۰

چوتھا باب

اس باب میں خان صاحب نے اہل سنت کے دلائل حاضر و ناظر کا جواب دینے میں ایڑی چرٹی کا زور لگایا ہے مگر ناکامی کا منہ ہی دیکھتا پڑا اور آیات قرآنیہ کے شان نزول اور مقدم اور مؤخر کی لایحی بحث پھیل چکی ہے۔ اہل سنت و جماعت کے دلائل مسئلہ حاضر و ناظر پر مندرجہ ذیل ہیں۔

آیت نمبر ۱: وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا

ترجمہ:۔ اسی طرح ہم نے تمہیں عادل امت بنا دیا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم پر گواہ ہوں۔

خان صاحب نے اس آیت مبارک میں اُمّۃً و سَطًا کا ترجمہ بہتر امت کیا ہے۔

آیت نمبر ۲: فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ حَضَرٍ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰذِهِ شَهِيدًا

ترجمہ:۔ پس کیا حال ہو گا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں

۱۔ پٹ الہدیٰ آیت ۱۴۳۔ ۲۔ تفسیر الزمخشری

۳۔ پٹ السامیٰ آیت ۴۱۔

گے اور آپ کو ان سب پر گواہ لائیں گے۔

آیت نمبر ۳: لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ

ترجمہ:۔ تاکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم پر گواہ ہوں اور تم لوگوں پر گواہ ہو۔

آیت نمبر ۴: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَهِيدًا

ترجمہ:۔ اے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بیشک بھیجا ہے ہم نے آپ کو گواہ۔

آیت نمبر ۵: إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكَ رَسُولًا شَهِيدًا

ترجمہ:۔ بیشک بھیجا ہے ہم نے تمہاری طرف رسول گواہ۔

تمام عربی لغات میں شاہد شہید کا معنی گواہ دیکھنے والا ہی کیا گیا ہے امام راضی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

الشُّهُودُ وَالشَّهَادَةُ الْعَصُورُ مَعَ الشَّاهِدِ وَالشَّاهِدُ بِالْمَعْنَى

ترجمہ:۔ حاضر ہونا اور گواہی کے معنی موجودگی بعد مشاہدہ ہے اور مشاہدہ خواہ بصر سے ہو یا بصیرت سے۔

بھر فرماتے ہیں۔

الشُّهُودُ وَالْعَصُورُ الْمَجْرُودُ أَوَّلًا وَالشَّهَادَةُ

۱۔ پٹ ج ۱۰ ع ۱۔ ۲۔ پٹ الخزاب علی آیت ۴۵۔

۳۔ پٹ منزل علی آیت ۵۱۔ ۴۔ مغزوات راضی ص ۲۵۰۔

مَعَ الْمُشَاهِدَةِ أَذِلَّ

ترجمہ :- موجودگی میں صرف حاضر ہونا ہی اولیٰ ہے اور شہادت میں گواہی مع المشاہدہ اولیٰ ہے۔

ثابت ہوا کہ گواہی میں اولیٰ اور افضل گواہی مع المشاہدہ ہی ہے اور اصل معنی میں شہید کے اور شہادت بالسمع اس سے کم مقام رکھتی ہے۔ فقہاء کرام نے یہ معنی ہی بیان فرمائے ہیں۔ فقہیہ شمس الترین بن محمد زسانی فرماتے ہیں۔

أَشْبَهُدُ مِنَ الشُّهُودِ أَيْ الْحُضُورِ أَوْ مِنَ الشَّمَاةِ
أَيْ الْحُضُورِ مَعَ الْمُشَاهَدَةِ أَوْ بِالْبَصَرِ أَوِ الْبَصِيرَةِ عَلَيْهِ
ترجمہ :- شہید یا شہود بمعنی حاضر سے ہے یا شہادت بمعنی حاضر مع المشاہدہ سے ہے مشاہدہ خواہ بصر سے ہو یا بصیرت سے۔ پھر فرماتے ہیں۔

الشَّمَاةُ الْحُضُورُ مَعَ الْمُشَاهَدَةِ أَوْ بِالْبَصَرِ أَوِ الْبَصِيرَةِ كَمَا
فِي الْمَقَرَّاتِ عَلَيْهِ

ترجمہ :- شہادت بمعہ مشاہدہ حاضر ہونے کو کہتے ہیں جیسا کہ مفردات امام راغب میں ہے۔
در المختار میں ہے۔

تَسْرِطُ الشَّحْمَلِ ثَلَاثَةُ الْعُقُلِ الْكَاوِلِ دَخَتِ الشَّحْمَلِ

سہ :- مفردات امام راغب ص ۲۶۹ ۔ سہ جامع الرموز ج ۱ ص ۱۳۹ ۔

سہ جامع الرموز ج ۲ ص ۳۸۳ ۔

الْبَصَرِ وَمُعَايَنَةِ الْمُشْهُودِ بِهِ إِلَّا فِيمَا يَشُبُّ

بِالْتَّمَاذِ مَعَ - (رد المحتار کتاب الشہادۃ)

ترجمہ :- تحمل شہادت کی تین شرطیں ہیں وقت تحمل عقل کامل ہونا اور بصیر کا ہونا یعنی اندھا نہ ہو اور مشہود پر کا معائنہ کرنا مگر ان بعض امور میں جن میں تسمع سے شہادت ثابت ہو جاتی ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔

لَا يَشْهَدُ أَحَدٌ بِمَا لَمْ يُعَايَنَهُ بِالْأَوْجَاعِ إِلَّا فِي مَشَدِّ
ترجمہ :- اس بات پر اجماع ہے کہ بغیر معانیہ کے گواہی نہ دی جائے مگر وہ امور ایسے ہیں کہ ان میں گواہی سنی سنائی بھی مقبول ہے۔

اور قدوری میں ہے کہ

لَا تَقْبَلُ شَهَادَةُ الْأَعْمَى عَلَيْهِ

ترجمہ :- نابینا کی گواہی مقبول نہیں۔

فقہاء کرام کی ان تصریحات سے واضح ہے کہ گواہی میں اصل حاضری بمعہ معائنہ ہی ہے اور یہ گواہی ہر باب میں مقبول ہے بخلاف سنی ہوئی گواہی کے کیونکہ وہ صرف چند بابوں میں مقبول باقی سب میں مردود ہے اور خان صاحب خود تحریر فرماتے ہیں کہ قدوری میں ہے کہ گواہ کے لیے درست نہیں کہ بن دیکھے کسی چیز کی شہادت دے مگر نسب، موت، نکاح، جماع، قاضی اور حج کی تقرری کی شہادت بن دیکھے بھی درست ہے۔

سہ :- قدوری ص ۲۱۶ ۔ سہ :- تسویر النواظر ص ۱۱۲ ۔

اور پھر لکھتے ہیں کہ صاحب ہدایت اس عبادت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

إِنَّمَا يَجُوزُ لِشَهِيدٍ أَنْ يَشْهَدَ بِالْإِسْلَامِ وَقَالَكَ
بِالشَّوْكَاتِ أَوْ إِخْبَارٍ مَنْ يَشْفِقُ بِهِ

ترجمہ :- یعنی جو چیز کو قرائت کی وجہ سے مشہور ہو جائے یا کسی شہد اور معتبر نے خبر دی ہو تو شاہد کو جائز ہے کہ گواہی دے دے۔

ان مذکورہ حوالوں سے بھی یہ ظاہر ہے کہ نسبی سنائی گواہی کا مقام جواز ہی ہے اور افضل و اولی گواہی بمع معائنہ ہی ہے۔

سو جب نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شاہد ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے تو جزوی واقعات خواہ کیسے ہی ہوں ان کے ساتھ قرآن کریم سے معارضہ درست نہیں خان صاحب کو چاہیے کہ جس طرح اہل سنت کے پاس قطعی ثبوت اور قطعی الدلالت دلیلیں موجود ہیں اسی طرح وہ بھی مقابلہ میں قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت دلائل پیش کریں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شاہد نہیں ہیں۔ واقعات سے کہیں پائی کر کے ہرگز آپ کا یہابی کا منہ نہ کھیں گے اور قرآن کریم کی آیت لَسْتُ لَكَ شَهِيدٌ عَلٰی اَنَّا مِثْلُ مَا تَقُولُ کے بارے میں ہے یہ بھی ہمارے خلاف نہیں کیونکہ صحابہ کرام کی یہ گواہی شہادت بالتسامع کے قبیل سے ہے اس سے شہادت کا مفہوم اصلی مراد لینا منس نادانی ہے کیونکہ یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے صحابہ کرام انبیاء سابقین کے وقت موجود نہ تھے۔ لہذا یہ شہادت مع الشاہدہ کیسے ہو سکتی ہے اور منکرین تبیین

صلیہ۔ تسویم المناظر ص ۱۱۲۔

کا رد تو کیا مست صحابہ پر سوال کرنا کہ تم تو ہمارے وقت میں موجود ہی نہ تھے تو گواہی کیسی اور اللہ تعالیٰ کا منکرین کی اس جرح کو مقبول رکھتے ہوئے صحابہ سے اپنی سچائی پر گواہی کا مطالبہ کرنا یہ اس بات کا عین ثبوت ہے کہ گواہی میں حاضری بمع معائنہ ہی اصل ہے ورنہ منکرین کو جرح کا موقع ہی عطا دیا جاتا یا ان کی جرح کو مسترد کیا جاتا۔ لہذا لَسْتُ لَكَ شَهِيدٌ عَلٰی اَنَّا مِثْلُ مَا تَقُولُ کے ساتھ معارضہ بے شعوری ہے۔

اور حضرت خزیمہ بن ثابت کا واقعہ بھی خان صاحب کو مفید نہیں کیونکہ حضرت خزیمہ کی شہادت کے وقت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانا کہ (بِمِثْلِ شَهِيدٍ) تم کیسے شہادت دیتے جب تم وقت ربیع موجود ہی نہ تھے۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ گواہی میں اصل حضور مع المشاہدہ ہی ہے۔

پس بحمدہ تعالیٰ قرآن، حدیث شریف، فقہاء کرام کے اقوال سے ثابت ہو گیا کہ گواہی میں اصل موجودگی بمع معائنہ ہی ہے۔ اس اصل مفہوم کے اعتبار سے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت مع المشاہدہ ثابت ہوتی کیونکہ اصل سے عدول بلا وجہ ہرگز ہرگز جائز نہیں جب تک کوئی دلیل قطعی اور قطعی الثبوت ہمیں مفہوم اصلی سے عدول پر مجبور نہ کرے ہرگز عدول نہ کیا جائے گا۔ لفظ شاہد جو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے آیا اس لفظ کو اپنے اصل معنوں پر قائم رکھنے سے نہ تو کوئی دلیل قطعی مانع ہے اور نہ ہی کوئی محال لازم آتا ہے۔ چونکہ مشاہدہ کے دو طریقے ہیں مشاہدہ بالبصر اور مشاہدہ بالبصریہ تو پہلے کی یہ صورت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جسم المہر کے ساتھ خود ہر جگہ موجود ہو اور مشاہدہ بالبصر فرما دیں وہ مرسے کی صورت یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے مقام مبارک سے ہی چشم البصیرت سے معائنہ فرما دیں۔ دونوں صورتیں عقلاً

اور نقلاً جائز اور ممکن ہیں۔

صورت اول یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مشاہد بالبصر

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جسم پاک سے ہر جگہ حاضر ہونا۔ نقلاً اور عقلاً جائز ہے۔ اس کے متعلق الامام العلامۃ الشیخ علی نور الدین الحلی المتوفی ۷۲۸ھ فرماتے ہیں۔

دلیل اول قَمِنَ اللَّيْلُ الشَّعْبِيَّ مَا رَفَعْنَا فِي عَوَالِنَا
الصَّحِيحَةَ فِي مَسْبُودِهَا الثَّابِتَةَ الرَّجِيحَةَ
كَمَا هُوَ ثَابِتٌ عَنْ جَمِيعِ الْحَقَّاقِ وَعَنْ جَمِيعِ أَهْلِ
الْعَمَانِ وَالْأَنْفَاطِ مِنْ أَنَّ صَلَّيَّ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً
الْوَسْطَى أَوَّلَ آخِذٍ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَوَّاهُ يُصْبِي فِي
ثَوْبَةٍ وَجَاءَ بَيْنَنَا إِلَى بَيْتِ الْمُقَدَّسِ فَرَأَا أَيْضًا بَيْنَ يَدَيْهِ
وَصَلَّى مُوسَى خَلْفَهُ مُقْتَدٍ بِأَيْمِهِ صَلَّيَّ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ
فَارَقَهُ وَصَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ
فَوَجَدَ فِيهَا أَوْ فِي غَيْرِهَا. فَإِنْ كَانَ هَذَا مُوسَى وَهُوَ دُونَ
بَيْنَنَا خَلْفَهُ صَلَّيَّ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الثَّوْبَةِ فَبَيْنَنَا
يَكُونُ مَوْجُودٌ فِي كُلِّ مَكَانٍ وَكَذَلِكَ مَسْئَلُنَا فِي قَبْرِ
أَخِي دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَآخِي دَاوُدَ

مَنْعُو لَا مِنْ الثَّابِتَةِ الْمَعْنَى دَقِيقُ أَهْلِ الْإِسْلَامِ
وَالْإِيمَانِ بِأَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْلُو مَوْجُودٌ

مَكَانٍ وَلَا زَمَانٍ لِنُورِ سَيِّدِي الْحَبِيبِ الْمُنِيِّ مُنْذُ وَجَدَهُ فِي
الْكَتَابِ

ترجمہ۔ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر ہونے کی دلیل نقلی یہ ہے جو کہ صحیح کتب احادیث میں موجود ہے اور تمام حقائق حدیث کے نزدیک ثابت ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مصلح کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا پھر بیت المقدس پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہاں پہنچے ہی موجود پایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہاں چھوڑ کر چلے آسمان پر پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہاں پایا پس جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جن سے ہمارے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام درجہ میں بہت بلند ہیں کا یہ حال ہے تو ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر جگہ موجود ہونا اور اپنی قبر اور زمین بھی تشریف فرما ہونا حق اور بدستور اولیٰ ہے۔

دلیل دوم۔ دوسری دلیل نقلی یہ ہے کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ فرشتے قبر کے اندر صاحب قبر کے پاس حاضر ہوتے ہیں جن میں سے ایک کا نام نکیر ہے اور یہ دونوں فرشتے ایک ہی وقت پر ہزار جگہوں پر ہزار قبروں میں موجود ہوتے لہذا نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر جگہ حاضر ہونا کوئی محال نہیں بلکہ منکر نکیر والی احادیث سے ہی انحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حاضر ہونا بھی ثابت ہے۔

۱۔ (ابو جعفر الطوسی) یومئذ یسئل سبھان المجلد ۳ فی ص ۱۰۰

علامہ صلی مرحوم فرماتے ہیں۔

إِنَّ الْمَلَائِكَةَ يَتَوَلَّوْنَ لِلْمُسْلِمِينَ مَا كَانُوا فِي هَذَا الرَّجُلِ
إِسْمُ الْإِشَارَةِ لَا يَشَارُ بِهِ إِلَّا بِحَاضِرِ هَذَا هُوَ الْأَصْلُ
فِي حَقِيقَتِهِ مَعْنَاكَ وَأَمَّا قَوْلُ الْعُلَمَاءِ أَنَّهُ أَنْ تَكُونَ حَاضِرًا
وَهَذَا فَلَا يَسِيلُ إِلَيْهِ هُنَا لَوْ نَا نَقُولُ نَدَا مَا الَّذِي دَعَا
إِلَى التَّجَوُّزِ وَالْعُدُولِ عَنِ الْحَقِيقَةِ إِلَى ذَلِكَ مُوَاجِبٌ أَنْ
يَكُونَ حَاضِرًا بِجَسَدِهِ الشَّرِيفِ بِذَا كَلَامِهِ عَلَيْهِ

ترجمہ :- دونوں فرشتے صاحبِ قبر سے سوال کرتے ہیں کہ تو اس
شخص کے حق میں کیا کہتا ہے اور ہذا اسم اشارہ ہے جس سے حاضر
کی طرف ہی اشارہ کیا جاتا ہے اور یہی اصل اور حقیقی معنی ہیں۔
اور بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ رسول کے ذہن میں حاضر ہوتے
ہیں تو ہم کہیں گے کہ حقیقی معنی سے تجوز اور عدول کی کوئی دلیل
ہے پس واجب ہے کہ آپ اپنے جسم پاک سے ہی حاضر ہوتے
ہیں۔ اس میں کلام کی گنجائش نہیں۔

ان دونوں نقلی دلیلوں کا کوئی اس علم نافع اور عقل سلیم انکار نہیں کر
سکتا ہے اب رہا براہین عقلیہ اس صورتِ اول پر وہ بھی ہم عرض کر دیتے
ہیں جن کے بعد کسی انسان کے لیے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاضر و غایب
تسلیم کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

دلیل اول :- موجودات میں سے کسی کو بھی اس بات کا انکار نہیں ہے

نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام موجودات کی رُوح ہیں، کیا باوجودِ زندہ ہونے
کے انسان کے بدن کا کوئی جز رُوح سے خالی ہے لہذا ثابت ہوا کہ موجودات
کا کوئی جز بھی آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خالی نہیں۔
دلیل دوم :- علامہ علی نور الدین صلی فرماتے ہیں۔

حَتَّى الْجَوَلِ اسْتَدْرَجَنِي وَفَقِيرٌ فِي الْكِتَابِ الْحَذُّ كَوْنِي تَوَيُّدُ
الْعَلَّامِ بِالنَّهْجِ رُؤْيَا تَبَيَّنَ مَعْنَى اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمَلَكُ
وَالْغَيْرُ أَنَّ الْعَارِفَ أَبَا الْعَبَّاسِ الطُّغَيْيَّ قَالَهُ دَعَبْتُ إِلَى
الْأَسْتَاذِ أَحْمَدَ النِّقَاطِيَّ لِيَسْتَكْنِي فَقَالَ لِي هَلْ عَرَفْتَ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ هَبَّ إِلَى شَيْءٍ غَلَبَ
عَبْدُ الرَّحْمَنِ الْقَنَا وَهُوَ يُعَوِّزُكَ بِهِ يَبْحَثُ لَكَ السُّلُوكُ
قَالَ فَدَعَبْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ لِي إِذْ هَبَّ إِلَى بَيْتِ الْمُصْطَفَى يَكُونُ
لَكَ عَنْ ذَلِكَ فَلَمَّا جِئْتُ بَيْتَ الْمُصْطَفَى كَشَفَ اللَّهُ تَعَالَى
عَنْ بَصَرِي فَدَايْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَلَا
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْمَرْسَى وَالْكَوْثَرِ وَمَلَأَ سَائِرَ الْأَفْئَادِ
وَالْأَكْرَانِ

ترجمہ :- امام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب تنویر الحقائق میں اور
دیگر علماء نے اپنی دیگر کتابوں میں ذکر کیا ہے کہ عارفِ اہلِ عباسی الطغی
رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں استادِ احمد دقاعی کی خدمت میں حاضر
ہوا تاکہ مجھے طریقہ سلوک تسلیم فرمادیں آپ نے فرمایا کیا تو نے

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہچانا ہے۔ جا اپنے شیخ عبدالرحیم
قنادی کے پاس کر وہ تجھے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معرفت کرا
دیں تاکہ تیرا طریقہ سلوک صحت کو پہنچے۔ آپ فرماتے ہیں کہ پھر میں
استانہ مذکور کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ بیت المقدس
کی طرف جا۔ وہاں تیرے لیے یہ انکشاف ہو جائے گا پس جب
میں بیت المقدس پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے میری نظر سے حجاب اٹھا
دیا پس میں نے دیکھا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تمام آسمان
اور زمینیں عرش اور کرسی اور تمام اطراف و کائنات پُر ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جلالت شان کسی اہل علم پر
غنی نہیں۔ عارف عبدالوہاب شمرانی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اپنے زمانے کے قطب
ہیں۔ میزان کبریٰ میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں
فرماتے ہیں کہ۔

آپ کی وہ شخصیت ہے جن کو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حالت
بیداری میں بہترین مرتبہ اپنی ملاقات کا شرف بخشا ہے۔ اسی طرح اولیاء عارفین
مختلف مقاموں پر نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملاقات سے حالت بیداری
میں مشرف ہوتے رہے۔ میں جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حجاب ہماری
طرف سے ہے اپنے گناہوں کی بنا پر۔ ورنہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
برنگہ موجود ہونے میں کوئی شک نہیں۔

کتاب الابرار میں ہے۔

سَمِعْتُ مِنْ بَعْضِ الثَّقَاتِ وَقَدْ كَانَ يَدْعُو النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغُظَّةِ يَقُولُ ذَهَبْنَا إِلَيْكَ نَحْنُ

فَلَمَّا دُرْتُ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذْتُ
حَالَهُ وَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا ظَنَنْتَ أَنْيَ أَهْلُ إِلَى مَوْبِئِكَ
ثُمَّ أَرْجِعُ إِلَى قَاسٍ فَسَمِعْتُ صَوْتًا مِنْ قَبْلِ الْقَبْرِ لِلْشَّرِيفِ
وَهُوَ يَقُولُ إِنْ كُنْتُ أَخُذُكَ فِي هَذَا الْقَبْرِ لَمَنْ جَاءَ مِنْكُمْ
فَلْيَبْقَ هَلْكَاءَ إِنْ كُنْتُ مَعَ أَهْلِي حِينَئِذٍ أَنْتَ فَانْجِعُوا
إِلَى بَيْتِهِمْ قَالَ فَرَجَعْتُ إِلَى بَيْتِي

ترجمہ: سیدنا احمد بن المبارک السیاسی فرماتے ہیں کہ سنا ہے
میں نے ایک ایسے معتبر شخص سے جو کہ حالات بیداری میں نبی
اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات کرتے تھے کہ انہوں نے
کہا کہ ہم حج کے لیے گئے اور جب رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی قبر انور پر پہنچے تو مجھ پر حالت رقت طاری ہو گئی اس نے عرض
کیا یا رسول اللہ میرا خیال نہ تھا کہ میں آپ کے شہر مبارک میں
پہنچ کر پھر واپس اپنے شہر قاس کو لوٹ آؤں۔ تو قبر انور سے نبی اکرم
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر تو میں اس قبر میں بند ہوں تو تم
جو یہاں آئے ہو یہاں پر ہی رہو۔ اگر میں اپنے امتی کے ساتھ ہوں
جہاں بھی وہ ہو تو تم اپنے شہروں کو واپس چلے جاؤ۔ وہ فرماتے
ہیں کہ پھر میں اپنے شہر قاس کو واپس آ گیا۔

اور علامہ نور الدین حلی میکتے ہیں کہ

كَانَ الشَّيْخُ أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَوْسِيُّ يَقُولُ لَوْ خَلَجْتُ عَنْ دُورِي

ہیں اور یہ کہ آپ تصرف فرماتے ہیں جیسا چاہیں رومن زمین میں اور ملکوت میں اور آپ اسی حالت پر ہیں جس پر وفات سے پہلے تھے کچھ بھی آپ میں تبدیل نہیں ہوا اور یہ کہ آپ غائب میں نظروں سے جیسا کہ فرشتے غائب ہیں باوجود کہ وہ اپنے جہنوں کے ساتھ زندہ ہیں جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے حجاب کو دور فرمادیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھنے کے لیے وہ دیکھتا آپ کو اسی حالت پر جو کہ آپ کی مکتی پس اس سے کوئی دلیل مانع نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ایسی دلیل ہے کہ روایت کو روایت مثالی کے ساتھ خاص کیا جائے۔

علامہ علی نور الدین صلی امام سیوطی کی یہ عبارت نقل فرمانے کے بعد خود فرماتے ہیں۔

إِنَّ الْأَمْرَ كَمَا قَالَهُ الْعَدْلُ السَّيِّئُ وَأَخْصَصَ مِنْ ذَلِكَ أَنَّ السَّيِّئَ إِذَا كَانَ جَسَدُهُ الشَّرِيفَ لَا يَخْلُقُ وَهُوَ ذِمَّةٌ وَلَا مَكَانٌ وَلَا مَحَلٌّ وَلَا إِمَّاكٌ وَلَا عَرْشٌ وَلَا كُرْسِيٌّ وَلَا قَلَمٌ وَلَا بَدَنٌ وَلَا بَحْرٌ وَلَا سَهْلٌ وَلَا قَعْرٌ وَلَا بَرٌّ وَلَا نَخٌّ وَلَا قُبُورٌ كَمَا أَشْرَفْنَا إِلَيْهِ أَيْمَنًا وَأَكْتَهَ رُشْدًا أَلَكُونُ أَلَا عَلَى بَعْدِ كَمَا مَكَانُ أَلَا سَفَلٌ بَعْدَ كَمَا قُبُورٌ قَبْرٌ بِهٖ

ترجمہ :- بیشک معاملہ ایسا ہی ہے جیسا کہ فرمایا ہے جلال سیوطی نے

اور اس سے بھی بڑھ کر اور بیشک جس نے دیکھا ہے آپ کی ذات کو کہ نہیں خالی ہے آپ کے جسم پاک سے کوئی زمانہ نہ کوئی مکان نہ کوئی محل نہ کوئی امکان نہ عرش نہ لوح نہ کرسی نہ قلم نہ خشکی نہ تری نہ میدان نہ پہاڑ نہ برزخ نہ قبر جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا ہے اور یہ کہ پُر کیا ہے آپ کی ذات سے عالم اعلیٰ کو جیسا کہ پُر کیا آپ سے عالم اسفل کو جیسا کہ پُر کیا آپ کی ذات سے آپ کی قبر اور کو۔

بالآخر علامہ علی نور الدین صلی نے فیصلہ فرمایا ہے کہ

وَبِالْجَمَلَةِ وَالْتَفْصِيلِ فَهُوَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْجُودٌ بَيْنَ أَظْهُرِ رَاجِحًا وَمُغْتَمًا وَجَسَدًا وَرُوحًا وَبَرًّا وَبِرًّا بِرَّهَا نَالًا

ترجمہ :- بالآخر یہ بات ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے درمیان حسی و معنوی طور پر اور باعتبار جسم اور روح کے اور باطن اور ظاہر کے موجود ہیں۔

اور اپنے مقام خاص ہی سے تمام احوال کا مشاہدہ کرنے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ اللَّهَ تَرَفَعَ لِي النَّبِيُّ فَإِنَّا أَنْظَرُ إِلَيْهَا مَا هُوَ كَمَا بَيْنَ فَيُنْهَى إِلَيْنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَمَا أَنْظَرُ إِلَيْنَا هُوَ

ترجمہ :- ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے دنیا کو اٹھایا پس میں وحی کا ہوں اُس کی طرف اور جو اُس میں ہونے والا ہے قیامت تک جیسا کہ میں دیکھتا ہوں اپنی اس پستی کو۔

اس حدیث مبارک میں لفظ اَلْخَطْبُ جو کہ معنای عرس کا صیغہ ہے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ شاید آئندہ بھی جاری ہے یعنی دیکھتا ہوں اور دیکھتا رہوں گا۔

اعتراف: اس حدیث پاک کے جواب میں خان صاحب نے اپنی وجہائیت کا پورا پورا ثبوت دیا ہے۔ نکتے میں کہ حدیث طبقہ رابع کی ہے جس کے متعلق تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ اس طبقہ کی حدیثیں قابل اعتبار نہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ الباقی میں اور شاہ عبد العزیز صاحب نکتے میں۔ این احادیث قابل اعتماد نہ ہونے کی در اثبات عقیدہ یا عمل یا نہایت کم کردہ شود۔ جواب: ہم عرض کرتے ہیں کہ شاہ عبد العزیز صاحب کی عبارت سے کس طرح ثابت ہوا کہ ابن حجر مٹلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصانیف کا شمار طبقہ رابع میں ہے جو کہ غیر معتبر ہے اور طبقہ رابع میں جن لوگوں کا شمار ہے ان کی وضاحت خود شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کر دی ہے لیکن وہ عبارت خان صاحب مضمون کر گئے تاکہ دلیل میں کا بیاب ہوں۔ شاہ ولی اللہ صاحب کی عبارت یہ ہے آپ فرماتے ہیں کہ طبقہ رابع میں مندرجہ ذیل لوگوں کی کتابوں کا شمار ہے۔

كِتَابُ الشَّعْثَاءِ لِابْنِ حَبَّانٍ وَكَامِلُ ابْنِ عَبْدِ قَيْسٍ وَكِتَابُ

لقد تم تسويد النواظر ص ١٨٧.

الْخَطِيبِ وَأَبُو نُعَيْمٍ وَالتَّجَرُّدِ قَاتِي وَرَبِّنَ عَسَاكَرَ وَابْنِ نَجَّازٍ
وَالذَّيْنَبِيِّ وَكَأَنَّهُ مُسْنَدُ الْحَدَاثِ مِمَّنْ يَكُونُ مِنْ هَذِهِ الْعِلَقَةِ
ترجمہ :- کتاب الضعفاء ابن حبان کی اور کامل ابن عدی کی اور تمام
کتابیں خطیب کی اور ابو نعیم اور تجرّد قاتی ابن عساکر ابن نجار و ذینبی
کی اور تقریباً مسند خوارزمی کا شمار بھی اسی طبقہ راجعہ میں ہے۔
عجالتاً فہ کی عبارت یہ ہے۔

عجائبہ نافعہ کی عبارت یہ ہے۔

كَتَبَ الصَّقْفَاءُ لِابْنِ حَبَّانٍ وَتَصَانِيفُ أَهْلِكَ، كَتَبَ
الصَّقْفَاءُ لِلْعَقْلِيِّ كَتَبَ الْكاملُ لِابْنِ عَلَوِيٍّ تَصَانِيفُ ابْنِ
سُرُودٍ وَتَصَانِيفُ حَطِيبٍ تَصَانِيفُ ابْنِ شَاهِينَ
تَعْسِيرُ ابْنِ جَرِيرٍ، وَرُؤَسَ وَبُيُوتُ بَلَكَة، سَائِرُ تَصَانِيفِ
أَو تَصَانِيفِ ابْنِ نَعِيمٍ، تَصَانِيفُ جَوْزْقَانِيٍّ، تَصَانِيفُ ابْنِ
عَسَاكِرٍ، تَصَانِيفُ ابْنِ الشَّيْخِ، تَصَانِيفُ ابْنِ نَجَّارٍ

ان دونوں عبارت میں ابن حجر قسطلانی کو کہاں ذکر ہے خان صاحب نے لوگوں کی آنکھوں میں وصول جہو بخنے کے لیے امام ابن حجر قسطلانی کو اپنی کتاب میں خلیف قسطلانی لکھا ہے تاکہ شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت میں جو فقط خلیف ہے اُس سے خلیف قسطلانی مُراد ہے۔

اعلان :- خان صاحب اور پورا طائفہ و بڑیہ نجدیہ اگر یہ ثابت کر دے کہ کسی کتاب میں بھی لفظ خطیب نہ درج تھا تو کیا ہو اور اس سے

طبع في مطبعة مطبع صدر في سنة ١٢٠٠ هـ في محرم الحرام سنة ١٢٠٠ هـ

مصنف کی مراد ابن حجر قسطلانی ہو تو ایک قصہ روپیہ بطور انعام پیش کیا جائے گا
حجۃ اللہ الباقی کے مترجم نے اس مقام پر وضاحت کر دی ہے کہ خطیب
سے خطیب بغدادی مراد ہے۔

رہے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو وہ اپنی کتاب بستان المحشرین
کی فہرست میں لکھتے ہیں۔
”تاریخ بغداد خطیب“۔

اور اس خطیب کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

خطیب کی کنیت ابو بکر ہے نام و نسب یہ ہے احمد بن علی بن ثابت بن
احمد بن مہدی۔

خطیب کا لفظ خطیب بغدادی کے لیے بمنزلہ نام کے ہو چکا ہے جہاں کہیں
محض خطیب لکھا جاتا ہے وہاں مراد خطیب بغدادی ہی ہوتے ہیں۔ خان صاحب
نے امام قسطلانی شارح بخاری کی تصانیف کو طبقہ رابعہ میں شمار کر کے مقام اعتبار
سے گرایا ہے بالخصوص آپ کی بلند پایہ تصنیف المواہب اللدنیہ شریف کو جس
کے بارے شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں۔

”ارشاد الساری۔ یہ قسطلانی کے نام سے مشہور ہے اور صحیح بخاری کی شرح ہے
یہ شیخ شہاب الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبدالملک بن احمد بن محمد بن حسین
قسطلانی مصری شافعی کی تصنیف ہے (خطیب بغدادی) المواہب اللدنیہ بھی اُن
کی ہی تصنیف ہے جو اپنے باب میں لکھتا ہے۔“

۱۔ حجۃ اللہ الباقی مترجم اردو جلد ۱ ص ۶۶۔

۲۔ بستان المحشرین اردو جلد ۱ ص ۱۰۰۔ بستان المحشرین ص ۲۳۔

علامہ یوسف نجانی فرماتے ہیں۔

المواہب اللدنیہ لا یفضلہا فی ہذا الباب۔

ترجمہ:۔ یعنی مواہب لدنیہ سے افضل کوئی کتاب نہیں ہے۔

ثابت ہوا کہ مواہب لدنیہ کو اولیاء عارفین اور علماء دارین کے نزدیک
جو مقام حاصل ہے وہ کسی دوسری کتاب کو حاصل نہیں اور انہی احمد شہاب
الدین ابن حجر قسطلانی نے اسی مواہب لدنیہ میں ارشاد فرمایا ہے۔

لَا تُكُونُ بَيْنَ مَوْتِهِمْ وَحَيَاتِهِمْ فِي مَشَاهِدِهِ لَا مَتَبَهُ وَمُحَرِّقِهِ
يَا مُؤْمِنِيهِمْ وَيَا تَوْبَتِهِمْ وَعَذَابِهِمْ وَخَوَاطِرِهِمْ ذَا لِكَ عِنْدَكَ
جَلِيٍّ لَا خِفَاءَ بِهِ۔

ترجمہ:۔ کوئی فرق نہیں آپ کی موت اور حیات میں از روئے
مشاہدہ فرمانے اپنی امت کے اور جاننے اُن احوال، نیات، عزائم
دل کے خطرے یہ سب کچھ آپ کے سامنے روشن ہے بغیر خفا کے۔

یہ ہے ابن حجر قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ۔ اس مواہب لدنیہ کی شرح کی
ہے محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی نے انہوں نے بھی بغیر چوں و چنان کے اس
عقیدہ کو قبول فرمایا۔ پھر اس مواہب لدنیہ کا یوسف بن اسماعیل نجانی نے اختصار
کیا ہے انہوں نے اس عقیدہ کو برقرار رکھا اور یہ تینوں کتابیں روسے زمین پر
پھیل چکی ہیں اور تمام امت مسلمہ ان کو حقیقت اور محبت کی نظر سے دیکھتی ہے اور
اولیاء عارفین و علماء دارین میں سے کسی نے بھی اس عبارت پر کشتہ چینی نہیں کی۔

۱۔ ہوامر البهار جلد ۱ ص ۱۰۰۔

۲۔ مواہب اللدنیہ فلسفہ ثنائی فی زیارۃ قبرہ الشریف۔

إِلَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يُفْتِنُونَهُمْ وَأَعْدَتُوا لِقَائِهِمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَيْهِمْ لَأَكْبَرُ
اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا عقیدہ بھی یہی ہے۔ دیکھو تفسیر عزیزی
سورہ بقرہ آیت ۱۰۶ مِیْکُنَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۱۰۶۔ شاہ صاحب کی پوری
عبارت ہم وہاں کی تحریفات کے باب میں نقل کر آئے اور خفیوں کے امام
اپنے وقت کے مجدد علی بن سلطان القاری کی کا عقیدہ بھی یہی ہے ان کی عبارت
بھی ابتداء کتاب میں منقول ہے۔ یہ طائفہ وہابیہ نجدیہ اگر ایڑی چوٹی کا زور لگائیں
تو بھی کسی ستم شخصیت سے یہ بات ثابت نہیں کر سکتے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم اپنی امت کا مشاہدہ نہیں فرماتے اور نہ فرماتے تھے۔ یہ بات تو خان صاحب
بھی ثابت نہیں کر سکتے جنہوں نے باطن و اس عقیدہ کی مخالفت میں قلم اٹھایا
ظاہری معاملات اور ظاہری زندگی کو حقیقت اور برزخی زندگی پر قیاس کرنا محض
بے شعوری اور حماقت ہے جس حماقت اور جہالت کا اپنی کتاب تسوید المذاہر
میں ثبوت دیا ہے۔ بیان سے باہر ہے اور شمار سے بیحد ہے۔

اب خان صاحب کے دیگر دلائل کی حقیقت ملاحظہ فرمادیں۔

حضرت زبیر بن العرقم کا واقعہ۔ جب حضرت زبیر بن العرقم رضی اللہ عنہ
کی بات بارگاہ رسالت میں پہنچی تو حضرت
زید اور عبداللہ بن ابی اور اس کے ماتحتوں کو طلب فرمایا تو سب منافق مکر ہوئے
اور سب نے قسمیں کھائیں، لہذا اصول شریعت کے مطابق فیصلہ مکرین کے
حق میں اور حضرت زید کے دعویٰ کو جھوٹا قرار دیا گیا اس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید
کی آیات نازل فرمائیں جن میں فرمایا: اَلَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِشَيْءٍ مِنْ
عِلْمِ الْفِتْنَةِ سَوَاءٌ لَّهُمْ۔ یعنی نبی اکرم
علیہ السلام کی بارگاہ سے سزا پانے سے بچنا نبی علیہ السلام کے علم کے عدم علم
کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کی قسمیں بچاتی ہیں۔ تو خان صاحب کا یہ فرمانا کہ آپ کو حقیقت

حال کا علم نہ تھا۔ بالکل بے شعوری ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی حضرت زید کو جھوٹا
کہنے پر آپ کو عتاب نہیں فرمایا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی یہ فیصلہ ظاہر
کے مطابق حق اور درست تھا۔ جس فعل پر اللہ تعالیٰ نے کوئی اعتراض نہیں
کیا تو اس میں لگھڑی کو کیا حق حاصل ہے کہ زبان درازی کرے اور خان صاحب
کا یہ فرمانا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زید کو جھوٹا متفق فرمایا اور ان
سے ناراض بھی ہو گئے۔ یہ صریح کذب ہے۔ ان دونوں باتوں کا روایت میں باطل
و کر نہیں۔

موجودہ زمانے کے منافقین بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رحیمی و کریمی سے
اسی طرح غلط فہمی نکالتے ہیں جیسے کہ زمانہ رسالت صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے
منافقین نکالے ہوئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے دشمنوں کے مزے ایسے بند کیے ہیں کہ چون و چرا کی گنجائش باقی نہیں
رہی۔ سورۃ توبہ میں اللہ تعالیٰ یوں ارشاد فرماتا ہے۔

اَلَّذِينَ يَبُذُّوْنَ اَللَّهَ وَرُسُلَهُ يَكُوْنُ لَهُمْ اُذُنٌ مَّثَوْنٌ اُذُنٌ
حَتّٰی يَكُوْنُوْا مِنْ اٰیَاتِہٖ وَاٰیٰتِہٖمْ لَیْسُوْا مِنْ اٰیٰتِہٖ وَ اَحْمَد
لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَسْمُوْا بِہٖ

ترجمہ :- جو لوگ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اذیت پہنچاتے ہیں اور کہتے
ہیں کہ وہ تو کان ہیں آپ فرمادیں کہ کان بہتر ہیں تمہارے لیے ایمان
رکھتا ہے (نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام) اللہ تعالیٰ پر اور یقین رکھتے ہیں
ایمانداروں کی باتوں پر اور رحمت ہے ان کے لیے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں۔

سہ :- پتہ توبہ ہے آیت ۱۱۔

تفسیر خازن شریف میں اس آیت کے تحت لکھا ہے

لَمَّا أَتَى فِي جَمَاعَةٍ مِنَ الْمَنَافِقِينَ مَا يُؤَدُّونَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَتَّبِعُونَ مَا لَا يُنْبَغُ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا تَقْعُدُوا إِنَّا نَخَافُ أَنْ يُبْعَثَ مَا تَقْوُونَ نَبِيًّا يَقَالُ جَلَسْتُ مِنْ سَوِيدٍ وَهُوَ مِنَ الْمَنَافِقِينَ بَلْ لَقَوْا مَا شِئْنَا شَرًّا مَا يَشَاءُ وَتُكْفَرُ مَا قُلْنَا وَتُخْلَعُ فَيُصَدِّقُنَا بِمَا نَقُولُ فَأَرْسَلْنَا حَكْمَةً أَمَّا أَيْ يَسْمَعُ كُلُّ مَا يَقَالُ لَهُ وَيُتَّبِعُهُ فَأَسْأَلَ اللَّهُ هَيْدًا وَلَا آيَةً وَمَقْعَدُ الْمَنَافِقِينَ يَقُولُ هُوَ أَذُنٌ إِنَّهُ لَيْسَ بِعِيْدٍ عَوْرٍ بَلْ هُوَ سَيِّئٌ سَرِيحٌ الْأَعْدَاءُ يَكُلُّ مَا يَسْمَعُ فَاجَابَ اللَّهُ سَبْحَانَهُ وَقَالَ عَنْهُ يَقُولُ (قَدْ أَذُنٌ خَيْرٌ لَكُمْ) يَعْنِي هَبْ أَلَمْ أَذُنٌ لَكُمْ أَلَمْ أَذُنٌ خَيْرٌ لَكُمْ رِئُوسٌ بِاللَّهِ وَيَوْمَ مِنَ الْمُسْمُونِينَ إِنَّهُ يَمَسُّ فِي الْمُسْمُونِينَ وَيَقِيلُ قَوْلَهُمْ وَلَا يَتَّبِعُ قَوْلَ الْمَنَافِقِينَ رَوْحُهُ أَيْ هُوَ رَحْمَةٌ (لِيَذَرَ بَيْنَ أَسْوَائِكُمْ) إِنَّهُ رَحْمَةٌ لِلْمُسْمُونِينَ الْمُخْلِصِينَ لِلْمَنَافِقِينَ وَقِيلَ فِي كَوْنِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحْمَةٌ لِأَنَّهُ يَجْزِي عَنْ أَحْكَامِ النَّاسِ عَلَى السَّطَا هِدًى وَلَا يَتَغَلَّبُ

عَنْ أَحَدِهِمْ وَلَا يَسْأَلُكَ اسْوَادِهِمْ ترجمہ :- یہ آیت منافقوں کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عیب لگاتے تھے، کسی نے ان کو منع کیا کہ ایسا نہ کرو ہمیں خوف ہے کہ آپ کو اطلاع ہو جائے گی پھر میں نقصان پہنچے گا تو جلاس بن سوید جو کہ منافق تھا اس نے کہا بلکہ ہم جو چاہتے ہیں کہتے ہیں کہ پھر ان کے پاس جا کر اپنے بکے کا انکار کر دیتے اور تمہیں اٹھا لیتے ہیں پس وہ ہماری تصدیق فرمادیتے ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو صرف کان میں یعنی جو بھی کہا جائے سکر قبول کر لیتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اس قول سے کہ وہ تو صرف کان ہیں منافقوں کا مقصود یہ تھا کہ نبی علیہ السلوٰۃ والسلام دور اندیش نہیں ہیں بلکہ ہر بات سے بہت جلد و صحو کے میں آجاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دیا کہ آپ فرما دیں یہ کان تمہارے لیے بہتر ہیں یعنی کان تو ٹھیک ہیں لیکن وہ تمہارے لیے اچھے ہیں یعنی رکھتا ہے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ پر اور یقین رکھتا ہے ایمانداروں کی باتوں پر یعنی دلی طور پر مومنوں کی بات کو ہی سچا سمجھتا ہے اور قبول کرتا ہے نہ کہ منافقوں کی باتوں کو اور وہ نبی علیہ السلوٰۃ والسلام رحمت ہیں یعنی رحمت میں ان کیلئے جو غم میں سے ایمان لانے پر تھک وہ رحمت ہیں مومنین غمخیزوں کے لیے نہ کہ منافقوں کے لیے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمت بڑی حقیقت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ آپ لوگوں پر ظاہر کے مطابق ہی

نکم جاری فرماتے ہیں اور ان کی حقیقت حال نہیں کر دیتے اور نہ
ای ان کے راز فاش کرتے ہیں۔

اور یٰسَیِّدُ الْمَوْمِنِیْنَ کے تحت تفسیر معالم الترمذی میں علامہ لغوی کہتے
ہیں۔ اَیُّ یُصَدِّقُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ یَقْبَلُ قِسْمَهُمْ لَا مِنْ الْمُتَمَنِّعِیْنَ۔
یعنی مومنوں کی بات کی ہی حقیقتاً تصدیق فرماتے ہیں اور اُسے ہی قبول
فرماتے ہیں ذکر منافقوں کی۔

علامہ ابوالبرکات عبد اللہ بن احمد بن محمد الشافعی جو کہ عقائد میں اہلسنت کے
امام ہیں۔ اپنی تفسیر مدارک شریف میں لکھتے ہیں۔

(رَحْمَةُ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا مِنْكُمْ) اِی وَهُوَ رَحْمَةُ الْبَلَدِیْنِ
اٰمَنُوا مِنْكُمْ اَظْهَرَ وَاِلَّا یَمَانٌ اَیُّهَا الْمُتَمَنِّعُونَ
حَیْثُ یَقْبَلُ اَیْمَانُكُمْ اَظْهَرَ وَلَا یَكُنْ اَسْرَافُکُمْ۔
یعنی حالانکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رحمت میں اُن کے لیے جو تم میں
سے ایمان لائے یعنی ایمان ظاہر کرتے ہیں۔ اس حیثیت سے
رحمت میں کہ تمہارا ظاہری ایمان قبول فرماتے ہیں اور تمہارے
راز ظاہر نہیں کرتے۔

ہمارے امام اجل ستیدنا حافظ جلال الدین سیوطی تفسیر جلالین میں (وَهُوَ
اَذْنٌ) کی تفسیر میں لکھتے ہیں اَیُّ یَسْمَعُ کُلَّ قَبِیْلَةٍ وَ یَقْبَلُہُ، یعنی ہر بات
سُن کر قبول فرماتے ہیں۔ عارف باللہ حضرت احمد صدیقی حاشیہ جلالین شریف
میں اس قول پر تحریر فرماتے ہیں۔

لے۔ مدارک شریف جلد ۲ ص ۱۰۳۔

اَیُّ مِنْ غَیْرِ اِنَّ یَاتِیْ مَلْ یُؤَدِّیْمِزَ بَاطِنَہٗ مِنْ
ظَہْرِہٖ۔ فَقَصَصَ ذَا بِذَالِکَ وَ صَفَّہٗ مَسَّیَ اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ بِالْمُتَمَنِّعِیْنَ لَا یَقْبَلُہُمْ یَسُوْرُ اَبَادًا یَقْبَلُ
اَزَاہُمْ وَ یَصْفَحُ عَنْہُمْ فَحَمَلُوا عَلٰی عَذْمِ التَّشَبُّوْہِ وَ اَنْفَلَتْ
وَهُوَ اَحْمَاکَانَ ذَا لِکَ بِذَقَابِہِمُ وَ تَفَا حَلَا عَلٰی
عَیُّوْہِہِم۔

ترجمہ :- یعنی آپ قبول فرماتے تھے اُن کی بات بغیر اس میں
غور کیے اور بغیر ظاہر و باطن میں تمیز کیے پس مراد منافقوں کی اس
وصف سے یہ تھی کہ آپ ہمارے حال سے ناواقف ہیں ایلے
کہ آپ ان سے کبھی برا سلوک نہ کرتے اور اُن کی طرف سے تکلیف
برداشت کرتے اور اُن سے پہلو تہی کرتے۔ پس منافقوں نے
اس کریا نہ پہلو تہی کو حقیقت حال سے غافل ہونے پر محمول کر لیا
حالانکہ آپ ایسا صرف اُن کے ساتھ نرمی کی بنا پر اور اُن کے عیوب
سے قصداً صرف نظر کیا کرتے تھے۔

بعض آج کل کے منافقوں کا حال ہے۔ اگر صرف قرآن مجید کی اس مذکورہ
آیت مبارک اور مستتر میں کلام رحمۃ اللہ علیہم اجمین کے مذکورہ اقوال کو ہی شریں نظر
رکھ لیا جائے تو بھی خان صاحب کی تمام سوید الزواجر کا صفایا ہو جاتا ہے اور
کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا لیکن اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْہِمْ
مَا نَذَرْتُمْ اَمْ لَمْ تَنْذِرْہُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتَّمُ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ وَ

لے۔ حاشیہ صدیقی جلد ۲ ص ۱۳۴۔

عَلَىٰ مَسْجِدِهِمْ وَأَعْلَىٰ الْأُمْنَارِ مِنْهُمْ فَنُفِثَ عَنْهُمْ عَنْكَابٌ عَظِيمٌ

ہم نے قرآن مجید سے دلیل قطعی نقل کی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ایمانداروں کی باتوں پر ہی یقین رکھتے ہیں بلکہ خان صاحب جب تک قرآن مجید یا حدیث متواتر سے ثابت نہ کریں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام منافقوں کی باتوں پر ایمان لاتے تھے تو اسی نوعیت کا کوئی اعتراض سمجھ نہ ہو گا بلکہ مردود قرار دیا جائے گا۔

اعتراض :- يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَسْهُاتٍ أَزْدَا حَيْكٌ

ترجمہ :- اے نبی تو کیوں حرام کرتا ہے جو حلال کیا اللہ تعالیٰ نے تجھ پر تو چاہتا ہے رضا مندی اپنی عورتوں کی۔

اس آیت کریمہ کے شان نزول میں جو واقعہ آیا ہے، خان صاحب فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شہد کو اپنے اوپر بیویوں کی سازش کے علمِ عظم کی بنا پر حرام کیا تھا۔

جواب :- شہد حرام کر لینے کی وجہ تو خود قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادی تَبْتَغِي مَسْهُاتٍ أَزْدَا حَيْكٌ باقی رہی یہ بات کہ بیویوں کی سازش کا علم نہ ہونا یہ مردود ہے کیونکہ ذاتِ وحیہ ذاتِ تو منافقوں کے راز فاش نہ فرماتے تھے بلکہ کریمہ رومی ہی اختیار فرماتے جیسا کہ ہم قرآن مجید سے ثابت کر آئے ہیں، تو وہ ذاتِ مومنات بلکہ اپنی ازواجِ پاک کے ساتھ اپنی شانِ کریمی کے خلاف کیونکر بہتان دہکتے۔

۱۔ پٹ تحریم ۱۱۱ آیت ۱۔

وَمِمَّا رَاقَعَهُ :- إِذَا سَأَلَ النَّبِيَّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْدَا حَيْكٌ

(الی آخرہ) :- یہ واقعہ بھی اسی نوعیت کا ہے۔

إِنَّا أَسْأَلُكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ

أَعْتَرَض :- بَيْنَ الثَّانِيَيْنِ بِمَا أَذْكَ اللَّهُ وَلَا تَكُنْ

لِغَائِبَيْنِ حَاضِمًا وَاسْتَفْهِرَ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا

رَحِيمًا وَلَا تَجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ يَخْتَلُونَ أَنفُسَهُمْ

پٹ سورہ النساء ۱۰۵ - ۱۰۷

ترجمہ :- بیشک ہم نے تیری طرف سے سچی کتاب کہ تو انصاف

کرے لوگوں میں جو کچھ سمجھا دے تجھ کو اللہ اور تو مت ہر دو غائبوں

کی طرف سے جھگڑنے والا اور معافی مانگ اللہ سے بیشک اللہ

معافی دینے والا مہربان ہے اور مت جھگڑ ان کی طرف سے جو

اپنے دلوں میں دغا رکھتے ہیں۔

ان آیات کے شان نزول میں جو واقعہ آیا ہے اس کو خان صاحب یوں

فرماتے ہیں :-

حضرت قتادہ راوی حدیث کے چچا حضرت رفاعہ کے گھر بشیر نامی ایک

منافق نے لقب لگا کر چوری کی جو سامان چرایا گیا تھا اس میں کچھ کھانے کا

سامان اور کچھ ہتھیار وغیرہ تھے تفتیش اور تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ چوری نبوی

کے گھرانے ہی نے کی ہے جس میں بشیر اس کا سرغزب ہے حضرت رفاعہ نے

اپنے نوجوان اور قابل بیٹے حضرت قتادہ کو اپنا موکل بنا کر اس معاملے کو لیکر

۱۔ پٹ تحریم ۱۱۱ آیت ۲۔ ۲۔ تفسیر ابن جریر ص ۱۰۷

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوئے کہ حکم دیا وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا ماجرا آپ کو سنا دیا اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کر دیا کہ حضرت اگر ہمیں ہمارے ہتھیار ہی واپس مل جائیں۔ تب بھی ہمیں لینے بسا غنیمت ہے۔ حضور علیہ السلام نے توجہ فرمانے کا وعدہ فرمایا۔ جب پھر کو اس کا پتہ چلا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے مل کر یہ سازش کی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر جھوٹی قسمیں کھا کر اپنی برأت کا اظہار کریں۔ چنانچہ اس پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان منافقوں کو سچا سمجھ لیا اور حضرت قتادہ کو جھوٹا سمجھ کر سخت لہجہ میں جہاد کا صلہ

جواب :- اصل روایت ہے کہ تمام منکرین قرآن نے نقل فرمائی ہے وہ یہ ہے۔

مَنْ آمَنَ بَعَثَ سَيِّئًا قَالَتْ نَزَلَتْ هَذِهِ آيَةٌ فِي رَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ طُعْمَةُ بْنُ أَبِي بَرْقٍ مِثْلُ بَنِي ظَفَرٍ بَنِي الْحَارِثِ سَقَى دُغًا مِّنْ جَابِلَةَ يُقَالُ لَهُ تَمْدَدَةٌ بَنُو النَّعْمَانِ وَكَانَتْ الدُّغُ فِي جَدَابٍ لَهُ يَنْهَ دَقِيقٌ فَجَعَلَ الدَّقِيقُ يَنْتَقِبُو مِنْ فَرْقٍ فِي الْعُجَابِ حَتَّى انْتَهَى إِلَى الدَّارِ ثُمَّ جَنَاهَا وَنَدَّ رَجُلٌ مِّنَ الْيَهُودِ يُقَالُ لَهُ ذَيْدُ بَنِ السَّحَيْنِ قَالَتْ نُسَبَتِ الدُّغُ عِنْدَ طُعْمَةَ فَخَلَفَ بِالنَّبِيِّ مَا أَخَذَهَا وَقَالَ لَهَا يَمَا مِّنْ عِلْمٍ فَقَالَ أَصْحَابُ الدُّغِ لَقَدْ دَايْنَا أَشْرَ الدَّقِيقِ حَتَّى دَخَلْ دَارَهُ فَلَمَّا خَلَّتْ تَرَكَزُوا وَابْتَعَدُوا أَشْرَ الدَّقِيقِ إِلَى مَنْزِلِ الْيَهُودِيِّ فَاتَّخَذُوا مِنْهُ

صلہ :- بقولہ تسمیہ الزواجر ص ۹۰

فَقَالَ الْيَهُودِيُّ دَقَعْنَا إِلَى طُعْمَةَ بْنِ أَبِي بَرْقٍ فَبَاءَ بَنُو ظَفَرٍ هُمْ قَتْلُ طُعْمَةَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَأَلُوهُ أَنْ يُكَادِلَ عَنْ صَاحِبِهِمْ وَقَالُوا إِنَّكَ إِنْ لَّمْ تُنْعَلْ انْصَحْ صَاحِبِنَا فَهَمَّ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَقَابِلَ الْيَهُودِيَّ

ترجمہ :- ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ آیت ایک مرد انصاری طعنای کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس نے اپنے پڑوسی قتادہ کی زرہ چرائی تھی جو کہ ایک خیلے میں تھی اور اس میں آٹا بھی تھا پس وہ آٹا خیلے کے سرخ سے اس کے گریک گتا چلا گیا پھر اسے وہ زید نامی یہودی کے پاس چھپا لیا۔ جب طعمہ سے زرہ طلب کی گئی اس نے قسم کھائی کہ میں نے نہیں لی اور نہ ہی مجھے اس کا علم ہے۔ زرہ کے مالکوں نے کہا ہم نے آٹے کا نشان اس کے گریک دیکھا ہے لیکن حلف اٹھا لینے پر اسے چھوڑ دیا پھر آٹے کے نشان کے پیچھے یہودی کے گریک پیچھے آئے باہر نکالا۔ اس نے کہا کہ یہ تو میرے پاس طعمہ کے گھرانے کے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ آپ ہمارے آدمی کی طرفداری کریں اگر آپ ایسا کریں گے تو وہ رسوا ہو گا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی پر مواخذہ کرنے کا قصد کیا۔

اصل روایت بھی ملاحظہ فرمائیں کہ خان صاحب کے تحریر کردہ الفاظ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان منافقوں کو سچا سمجھ لیا اور حضرت قتادہ کو جھوٹا سمجھ کر سخت لہجہ میں جہاد کا بھی ملاحظہ فرمادیں حالانکہ منکرین فرماتے ہیں کہ :-

إِنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَفْعَلْ ائْتَمَرَتْ
عَنْهُ فِي قَوْلِهِمْ وَلَا تَكُنْ لِبَنِي إِسْرَءِيلَ حَاجِمًا وَلَا لَكُمْ نِيَامٌ
عَنْ صَلَاحِهِمْ لَمَّا سَأَلَهُ قَوْمُهُ أَنْ يَذَبَّ عَنْهُمْ وَأَنْ يُلْحِقَ
السُّرَّةَ بِالنَّيْطِ فَقَوَّضَتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَنْ ذَلِكَ وَاسْتَظْهَرَ مَا يَأْتِيهِ مِنَ الْوَحْيِ السَّامِعِ
وَالْأَمْرِ الْإِلَهِيِّ فَكَذَّبَتْ هَذِهِ الْآيَةُ

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس بات سے آپ
کو منع فرمایا وہ نہیں کی تھی اور نہ ہی طعنہ کی طرف سے آپ نے
جھگڑا کیا تھا جب آپ سے مطالبہ کیا گیا کہ طعنہ سے پھیر کر چوری
یہودی کے ذمے لگا دی جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
توقف فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر رہے پس یہ آیت نازل
ہوئی۔

خان صاحب کا اعتراض چند وجوہ کی بنا پر مردود ہے۔

اول یہ کہ ہماری پیش کردہ نسخ قرآنی کے خلاف ہے۔

دوسرے یہ کہ طعنہ کے ساتھیوں کا مطالبہ کرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے
آپ کو منع فرما دیا۔

تیسرے یہ جب آپ کو یہ ہی پتہ نہ تھا کہ خائن کون ہے تو اللہ تعالیٰ
کا فرمان لَا تَكُنْ لِبَنِي إِسْرَءِيلَ حَاجِمًا یہ تکلیف کا لایقافی ہے تو چاہیے تھا
کہ پہلے فرشتے کے حال سے آگاہ کیے جاتے پھر حکم صادر ہوتا۔

سہ:۔ خازن شریف جلد ۴ ص ۴۴۰۔

چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان لَا تَجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ

الْفُسْخَمِ اس بات کی دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باطنی

نیاتوں سے آگاہ ہیں باقی رہا اللہ تعالیٰ کا فرمان وَاسْتَعِظْهُ اللَّهُ وَهُ اس لیے

تھا کہ آپ اپنی شان رسمی و کرمی کے تقاضے کی بنا پر طعنہ کے ساتھیوں کا مطالبہ

پہرہ کرنے کی طرف مائل ہو گئے تھے تو یہ آپ کے منصب عالی کی بنا پر آپ کے

حق میں ذنب کی حیثیت رکھتا تھا کیونکہ حَسَنَاتُ الْإِنْسَانِ مِثْبَاتُ الْكَفَرِيَّةِ

اور مسجد ضرار کا واقعہ بھی اسی قبیل سے ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کو زیادہ طور پر ان کی حقیقت سے پہلو تھی فرماتے ہوئے دلوں پر ناز پڑھ لیتے لیکن

اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ تھی لہذا ان کی قسموں کے خلاف خود گواہی دے دی

تاکہ محبوب علیہ السَّلَام کو روکنے کی بنا قائم ہو باقی ان کو سچا جان لینا نفس

قَرَأَنِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمِنْهُنَّ كَظَلَمَ هَٰذَا اسْتِثْلَالُ مَرُودٍ مَطْهُرٍ

اعتراف:۔ وَمِنْ أَهْلِ السَّيْئَةِ قَوْلَ مَنْ دُوَّاهُ عَلَى الْيَقَاقِ
لَا تَعْلَمُ هُمْ نَحْنُ لَعَامَمٌ

ترجمہ:۔ اور بعض اہل مدینہ میں ایسے منافق ہیں کہ نفاق میں حد کمال

کو پہنچے ہوئے ہیں آپ ان کو نہیں جانتے ہم جانتے ہیں۔

خان صاحب فرماتے ہیں دور نہیں بلکہ مدینہ طیبہ میں معمولی منافقوں

کو نہیں بلکہ ان منافقوں کو جن کا لفاق حد کمال کو پہنچا ہوا ہے آپ نہیں

جانتے۔

جواب:۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

سہ:۔ پک تو ہے آیت ۱۷۔

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَمَزًا أَنْ لَنْ نُخْرِجَهُم
 اللَّهُ أَضْأَنَّهُمْ وَكُنُوزَهُمْ كَذَبِكُمْ فَتَعَوَّذْتُمْ بِرَبِّكُمْ
 ترجمہ :- کیا گمان کیا ہے ان لوگوں نے جن کے دلوں میں مرض (نفاق) ہے کہ ہم اُس کا کینہ نہ نکالیں گے اگر ہم چاہتے تو ایسے لوگ آپ کو دیکھا دیتے۔ پس آپ خوب پہچانتے ہیں اُن کو اُن کے نشانوں سے۔

خان صاحب کی نقل کردہ آیت مبارک میں علم کی نفی ہے کہ آپ انہیں نہیں جانتے اور اس دوسری آیت مبارکہ میں صیغہ ماضی کے ساتھ معرفت کا ثبوت ہے یعنی آپ نے ان کو خوب پہچانا ہے۔ اب دونوں آیتوں میں تطبیق ضروری ہے۔

مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ چند منافق ایسے تھے جو کہ اپنا نفاق چھپانے میں کمال مہارت رکھتے تھے کوئی نفاق کی علامت ظاہر نہ کرتے تھے جو کہ اُن کے نفاق کی دلیل بن سکے تو نفی علم بالذات کی ہے اور دوسری آیت میں ثبوت علم بالفراسط ہے۔

علامہ بیضاوی فرماتے ہیں :-

(لَا تَسْمَعُ لَهُمْ) لَا تَسْمَعُ لَهُمْ بِأَعْيَانِهِمْ۔ نہیں جانتے آپ اُن کو لبیب اُن کے غواص کے۔ اور دَلَّوْا نَشَأَ لَا تَسْمَعُ لَهُمْ کی تفسیر میں فرماتے ہیں تَعَرَّفْنَاكُمْ بِدَلَّائِلٍ تَعَرَّفْنَاكُمْ بِأَعْيَانِهِمْ یعنی اگر ہم چاہتے تو آپ کو دلائل سے معرفت کرا دیتے (فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيمَاهُمْ) بِسِيمَاهُمْ پس آپ خوب پہچانتے ہیں۔

۱۔ پ محمد حج آیت ۲۹-۳۰۔

انہیں اُن کی علامتوں کی بنا پر۔

اور خازن شریف میں ہے۔

(لَا تَسْمَعُ لَهُمْ) يَعْنِي أَسْمَعُ يَلْعَوَانِي التَّعَاتِي إِلَى حَيْثُ أَتَكَ لَا تَسْمَعُ لَهُمْ يَأْخُذُكَ مَعَ صَنَائِدِ خَطَرِكَ وَرَاطِلَةِ عَيْتِكَ عَلَى الْأَسْرَارِ، يَعْنِي مَنَافِقِ نِفَاقٍ خُفْيَانَةٍ فِيهِ اس كَالِ كَيْسٍ كَرِ
 آپ اُن کو نہیں جانتے باوجود روشن ضمیر ہونے کے اور آپ کو اسرار پر اطلاع بھی ہے۔

اور علامہ بغوی معالم التنزيل میں لکھتے ہیں۔

وَلَوْ لَمْ تَعْرِفْهُمْ لَمْ تَعْرِفْهُمْ) أَيْ لَا عَلِمْتَ كَقَمِّهِمْ وَعَرَفْنَا كَقَمِّهِمْ
 (فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيمَاهُمْ) بِسِيمَاهُمْ قَالَ الشَّيْخُ الْأَمْعَنِيُّ
 لَوْ لَمْ تَعْرِفْهُمْ لَمْ تَعْرِفْهُمْ عَلَى الْمَنَافِقِينَ عِلْمًا مِمَّا تَعْرِفْتَهُمْ قَالَ النَّسَائِيُّ
 مَا خَفِيَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَسْئُولٍ
 هَذَا الْإِلَهِيَّةُ تَعْنِي وَمَنْ أَسْمَعُ فَيَقِينُ۔

ترجمہ :- اگر ہم چاہتے تو منافق آپ کو دکھا دیتے یعنی منافقوں کا علم علامہ فرماتے اور پہچان کر دیتے پس پہچانا آپ نے اُن کو اُن کے نشانوں سے زہاج بخاری نے کہا ہے کہ معنی یہ ہے کہ اگر ہم چاہتے تو منافقوں پر علامت قائم کر دیتے جس سے آپ اُن کو پہچانتے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کے بعد منافقوں کی کوئی پیڑ بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوشیدہ نہ رہی ثابِت مہار کہ نفی علم بالذات کی ہے نہ معرفت اسرار کی لہذا اس آیت سے حاضر و ناظر کے مسئلہ پر کوئی زد نہیں پڑتی۔

دوسرا جواب :- خان صاحب کے طرز استدلال پر یہ ہے کہ مقدم
النزول سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ منافقوں کو ان
کی علامتوں کے ذریعے پہچانتے ہیں اور چرب زبانی سے بھی پہچان لے گئے
اور موخر النزول سورہ توبہ میں فرماتا ہے کہ بعض منافقوں کو آپ نہیں جانتے۔
اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان میں ہی بعض منافقوں کا اتفاق آپ سے غمی تھا
جن میں کوئی علامت بھی اتفاق کی نہ تھی اور نہ ہی کوئی قول اور فعل ان سے ایسا
سرزد ہوا تھا جو ان کے اتفاق پر دلیل ہوتا۔ کیونکہ وہ اپنا اتفاق چھپانے میں کمال
درجہ کے ماہر تھے۔ اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ان
اعمال سے بھی بے خبر تھے کیونکہ یہ بات تسلیم کرنا کہ ان کا اتفاق درجہ کمال کو
پہنچا ہوا تھا مگر نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم نہ تھا سو یہ بات مقدم النزول آیت
کے خلاف ہے کیونکہ اسی آیت میں منافقہ علامتوں اور روشوں سے پہچان لینا
ثابت ہے۔ لہذا یہ موخر النزول آیت ہمارے عقیدہ کے خلاف نہیں۔ کیونکہ
حاضر و ناظر وہی دیکھتا ہے جو کسی سے وقوع میں آتا ہے۔

اعتراف :- حضرت کعب بن مالک سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ
اتنی فوج اور جہوم آپ (نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے
ساتھ مارچ کر رہی تھی کہ اگر کوئی آدمی اس خیال سے شریک نہ ہوتا کہ جب تک
آسمان سے وحی نازل نہ ہو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی عدم موجودگی
کی اطلاع ہی نہیں ہو سکتی تو یہ اس کا خیال صحیح ہوتا ہے۔

جواب :- خان صاحب تو مردہ ضمیر ہیں ہی مگر اس طائفہ کے ایک بھی فرد

لے : تسویر النواظر ۱۵۔

کا ضمیر زندہ نہیں جو خان صاحب کو ملامت کرے کہ ایسی کذب بیانی سے شرم
کھائیں یہ خط کشیدہ عبارت اگر کسی حدیث میں ثابت کر دیں تو منہ مانگا انعام
پائیں ورنہ انعام الہی لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ قبول کرنے میں توقف نہ فرمائیں
حدیث شریف میں تو صرف یہ الفاظ ہیں۔

فَمَا دَجَلٌ يُّرِيدُ أَنْ يَغِيْبَ إِلَّا طَلَعَ أَكْبَرُ سَيِّئِي لَمَّا مَلَعُ
يَعُوْذُ فِيْهِ وَخِيَرُ

ترجمہ :- کوئی شخص غائب رہنے کا ارادہ نہ کر تا مگر یہ گمان کرتے ہوئے
کہ میرا غائب ہونا آپ پر غمی رہے گا جب تک میرے بارے میں وحی
نازل نہ ہو۔

یہ مایوسوں کا گمان پر معنی وارد اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا تو اس جملہ
سے کثرت لشکر بیان کرنا مقصود ہے ورنہ تو کیا غائب ہونے والا ہمد سے بھی
چھوٹا اور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا سلیمان علیہ السلام سے بھی
کم بصارت کے مالک ہیں کیا مسلمانوں کا یہ لشکر حضرت سلیمان علیہ السلام کے
لشکر جس میں انسان، جن، پرندے وندے شامل تھے اُس سے زیادہ تھا۔
الْحَمْدُ لِلّٰهِ اَلَوْ هَآئِثَ اَنْهُمْ لَا يَلْعَمُوْنَ شَاْءَ مَحْبُوْبِكَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ
وَالسَّلَامُ دَائِمًا اَبَدًا اَبَدًا۔

اعتراف :- خان صاحب کے وہ دلائل جن سے بے شعوری کی بنا پر
نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر و ناظر نہ ہونے پر

استدلال کیا ہے۔

اولاً :- خرد و جاہل کے متعلق : وَإِنْ يَغْنُجْ دَلَسْتَ فَيَسْمُ دُكُلُ
اِسْمًا حَاجِبًا فَنَسِمَ : اگر دجال نکلا اور میں تم میں نہ ہوا تو ہر شخص اپنا اپنا

زستے دار ہے۔

ثانیاً :- دُوْدَتْ رَاٰنَا اِحْمٰنًا مجھے یہ بات پسند تھی کہ میں نے اپنے بھائیوں کو دیکھا ہوتا۔

ثالثاً :- قُلْنَا كَيْفَ نَعْرِفُ مَنْ لَمْ تَكُنْ مِنْ اَمَّتِكَ يَوْمَ الْفِتَنِ مَبۡ۔ آپ نے اپنی اُمت کے جو لوگ نہیں دیکھے قیامت کے روز انہیں کیسے پہچانے گئے۔
رابعاً :- قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ قَاتَلْتُمْ وَ مَنْ كُتِبَتْ صَحَابَةُ عَرَضَ کی یا رسول اللہ جس کو آپ نے دیکھا اور جسے نہیں دیکھا فرمایا کہ ہاں مَنْ قَاتَلْتُمْ وَ مَنْ كُتِبَتْ صَحَابَةُ عَرَضَ

خامساً :- دو گروہ ایسے ہیں کہ جو دوزخ جائیں گے کُتِبَتْ اَدۡھُمَا مگر ہم نے ان کو دیکھا نہیں۔

سادساً :- مَا شَأْنُ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ لَا مَرۡءَا ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ کَا یَا حال ہے تم اُسے دیکھتے نہیں۔

سابعاً :- وَ اِنْ کُنْتُمْ کَرۡ اَنْ مَنَّا بِہُمْ حَتّٰی شَرَّکُوۡا بِالشَّہَادِ اگرچہ میں نے اُن کی وہ جگہیں نہیں دیکھی ہیں جہاں جہاں وہ دن کو اترتے ہیں۔

ثامناً :- لَعَلَّی لَا اَدَاکُمۡ بَعْدَ عَامِیۡ هَذَا۔ شاید کہ میں تمہیں اس سال کے بعد نہ دیکھ سکوں۔

۱۔ تسوید النوافل ص ۹۶۔ ۲۔ تسوید النوافل ص ۹۶۔

۳۔ تسوید النوافل ص ۹۶۔ ۴۔ ایضاً ص ۹۸۔

۵۔ ایضاً ص ۹۸۔ ۶۔ ایضاً ص ۹۸۔

۷۔ ایضاً ص ۱۰۰۔ ۸۔ ایضاً ص ۱۰۰۔

ثانیاً :- فَاَتَیَ لَا اَدۡرِیۡ لَعَلَّی اَلَّتۡ هُمۡ یَبۡدِیۡ عَامِیۡہِمۡ هَذَا۔

میں نہیں جانتا کہ میں ان سے اس سال کے بعد ملاقات نہ کر سکوں۔

ثالثاً :- یَا یٰھمَا اَلَّتۡ سِرِّیۡ وَ اَللّٰھُ لَا اَدۡرِیۡ لَعَلَّی لَا اَلْقَاکُمۡ بَعْدَ

یَعِیۡنِیۡ هَذَا یَسْکُنٰی هَذَا۔ اسے لوگو! خدا کی قسم میں نہیں جانتا شاید کہ میں تم سے

آج کے دن کے بعد اس جگہ ملاقات نہ کر سکوں۔

جواب :- یہ ہیں احادیث کے بعض ٹکڑے جن سے خان صاحب نے اپنے

عمیدہ پر دلیل پکڑی ہے ان سب کا اجمالی جواب عرض کر دیتے ہیں۔ ان اجزاء

میں بعض وہ ہیں جن سے نہ دیکھنا اور ملاقات نہ کرنا مفہوم ہے سو وہ بقیہ

حیات دنیاوی اور چشم بصارت سے دیکھنا اور بعض وہ ہیں جن میں نہ جانتا نہیں

ہے سو وہ از روئے درایت کے ہے اور معنی درایت کے یہ ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنۡ شِئۡتَ رَاٰیۡکَ اَلۡکِتَابَ عَلَی

اَلشَّیۡءِ بِحِیۡلَہٗ۔ امام الاحناف علی قاری فرماتے ہیں :-

درایۃ النکل کے ساتھ کسی چیز کا علم حاصل کرنے کو کہتے ہیں۔ سو یہ یا عذرا

اللّٰھُمَّ تَعَالٰی کے متافی نہیں۔

خان صاحب کی ایک اور حماقت :- یَعِیۡنِیۡ

یَوْمَ یَجۡعَعُ اللّٰھُ التَّوۡسَلَ

یَقُولُ مَاذَا اَجِیۡتُمۡ قَالُوۡا لَا عَلَیۡنَا اِنَّکَ اَنْتَ عَلَٰمُ الْغُیۡوِبِ

ترجمہ :- جس دن ہم کریگا اللہ تعالیٰ رسولوں کو کہے گا تم کو اپنی اپنی

۱۔ ایضاً ۲۔ ایضاً

۳۔ مرقات ج ۳ ص ۳۶۔ ۴۔ مرقات ج ۳ ص ۳۶۔

اُنت کی طرف سے کیا جواب دیا گیا۔ وہ بولیں گے ہم کو خبر نہیں تو
ہی ہے غیب دان۔

تمام پیغمبر اس سے لاطمی کا اظہار کریں گے رہا اس لاطمی کے اظہار کو تواضع
پر عمل کرنا جیسا کہ بعض مفتویوں (بلکہ تمام مفتویوں) نے کہا ہے تو درست نہیں کیونکہ
اگر کوئی اور نفس قطعی ایسی ہوتی جس سے صاف طور پر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرات
انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بغیر استثناء کے ہر چیز معلوم ہے تو ہم تواضع
پر عمل کر سکتے تھے بلکہ

جواب :- واہ خان صاحب ہم نے بھی بہت دیکھے ہیں مگر آپ
سے کم سوال تو ہو گا اُنتوں کے جوابوں کے بارے میں اور خان صاحب انبیاء
علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جواب لَآ عِلْمَ لَنَا کو تواضع پر محمول کرنے کے لیے
بغیر استثناء کے ہر چیز کے علم پر نفس قطعی کے ثبوت کا مطالبہ کرتے ہیں ہم پہلے
میں کہ بعض انبیاء اور ہمارے نبی علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جو جواب دیئے گئے
وہ تو قرآن میں آج بھی موجود ہیں اور قرآن کی برکت سے تمام اُنت کو بھی علم
ہے تو جن کو جواب دیئے گئے اُن کو علم کس طرح نہیں؟ اگر لَآ عِلْمَ لَنَا کو تواضع
پر محمول نہ کیا جائے تو اس جواب کی اور کونسی وجہ ہوگی۔ ہمیں یقین ہے کہ
خان صاحب بہت ہیں ورنہ ضرور کوئی وجہ اپنی کتاب میں تحریر کرتے۔

اعتراض :- اِنَّكَ لَا تَقْدِرُ عَلٰی مَا كُنْتَ تَقْدِرُ (بخاری ص ۱۷۸)
ترجمہ :- آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد اُنہوں نے
کیا کیا نئی نئی باتیں اور حرکتیں کر رہی ہیں۔

لے :- بلطف تسمیہ النواظر ص ۱۷۸

اگر آپ حاضر و ناظر ہوتے یا آپ کو ان کا علم ہوتا تو اللہ تعالیٰ یا اس کے
فرشتے یہ نہ فرماتے کہ آپ کو علم نہیں ہے اور اسی حدیث میں اس کی تصریح موجود
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائیں گے: "وہ ہوں وہ جنت
جنہوں نے میرے بعد دین بدل دیا۔"

جواب :- اس حدیث پاک سے جو بات خان صاحب سمجھے ہیں وہ کئی
وجہ سے سرودھ ہے۔

اول تو قرآن مجید کی اُس آیت کے خلاف ہے جس میں اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے۔

عَزِيزٌ عَلٰی مَا تُعْمَلُوْنَ ۝۱۰۲ مگر جو تمہیں برائی پہنچتی ہے وہ آپ کو از حد گراں
گزرتی ہے۔

اگر اُنت کی برائیوں پر آپ کو اطلاع ہی نہیں تو گراں گزرتا چر معنی وارد۔
دوسرے عرض اعمال والی حدیث کے بھی معارض ہے۔

تیسرے طبرانی شریف کی اس روایت کے بھی خلاف ہے جس میں آپ
نے فرمایا ہے کہ

اِنِّیْ اَنْظُرُ اِلَیْہِمَا مَا هُوَ کَاثِرٌ اِلَیَّ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔

چوتھے مسلم شریف کی حدیث نے واضح کر دیا ہے کہ مَا تَقْدِرُ عَلٰیہِ میں ہنر
استفہام مقدر ہے کیونکہ مسلم شریف میں ہے کہ اَمَّا شَعْرَتَا مَا عَمِلُوْا اَبَدًا
کیا آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا عمل کیے ہیں لہذا مَا تَقْدِرُ عَلٰیہِ
کا معنی بھی یہ ہی ہے کہ اَمَّا تَقْدِرُ عَلٰیہِ یعنی کیا آپ نہیں جانتے؟ یعنی باوجود علم ہونے کے

لے :- بلطف تسمیہ النواظر ص ۱۷۹

پھر بھی آپ اپنا رپے ہیں۔ لیکن یہ اپنا نام صرف بِاسْمِہِ وَبِیْنِیْنِ دُوْتُ دَجِیْمِ کے تقاضا پر ہوگا۔

خان صاحب سے جب مسلم شریف جلد ۲ ص ۴۹ کی روایت اَمَّا شَعْرَتُ کا جواب نہیں سکا اور نہ ہی بن سکتا ہے تو دو چیلے تراشے۔

پہلا حیلہ اور اس کا جواب :- اول یہ کہ یہ روایت مسلم کی درجہ دوم کے روایت سے ہے اور ان کے متعلق

فیصلہ امام مسلم نے مقدمہ میں کر دیا ہے کہ "اُن سے خطا اور غلطی کمتر سرزد ہو جاتی ہے۔"

لیکن خود ہی اس سے ماقبل صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں کہ تمام اُمت کا اتفاق ہے کہ "بخاری و مسلم صحیح ہیں"۔ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا کہ درجہ دوم کے روایت سے خطا اور غلطی کمتر سرزد ہو جاتی ہے۔ یہ خان صاحب کو مفید نہیں جب تک خطا و غلطی کا ثبوت نہ ہو۔ درجہ تمام وہ روایات جو کہ درجہ دوم کے روایت سے ہیں ماقابل اعتبار سمجھتی ہیں جس کی بنا پر مسلم شریف کی صحت پر اُمت کا اتفاق غلط ثابت ہو جاتا ہے۔

دوسرا حیلہ دوم یہ تراشا کہ اَمَّا شَعْرَتُ کا جملہ اس کو نہیں چاہتا کہ پہلے سے مخاطب کو علم ہو۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوامامہ سے فرمایا۔
اَمَّا شَعْرَتُ اَنْ اَللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ كَذَّبَ دُوْجَبٰی فِی السَّجَّةِ مَسْدِیْمَ
یَنْتَ جَسْرًا۔ (ابو آخروہ حدیث)

۱۔ تصویر التواضع ص ۱۶۔ ۲۔ تصویر التواضع ص ۱۵۔

ترجمہ :- کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ جنت میں میری بنت عمران کا نکاح کر دیا ہے۔

اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس سے یہ ارشاد فرما رہے ہیں اس کو اس سے پہلے اس کی کیا خبر ہوگی؟

جواب :- اس روایت پر قیاس کرتے ہوئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کی نفی کرنا تو خود اپنے شعور کی فاسخ دینا ہے۔ کیونکہ یہ قیاس مع الفارق ہے کہ ان سیدہ الاولیاء و الاخرین علیہ الصلوٰۃ والسلام اور کہاں ایک انبی صحت نبوی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو خود فرماتے ہیں اَوْرَثْتُ عَلَیْہِمْ اَلْاَدْلَیْنِ وَالْاَخْبَرِیْنِ کہ مجھے پہلوں اور پچھلوں کا علم دیا گیا ہے۔ احوال اُمت سے مطلع ہونا تو لوازمات نبوت میں سے ہے۔ بخاری شریف اور مسلم شریف میں باب الزواہر میں حدیث موجود ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا :-

اَلْوَدَّ بَا الصَّابِعَةِ مِثْلَ النَّجْلِ الصَّالِحِ جَنْبًا مِنْ سِیْئَةِ دَارِیْنِ
جَدَّیْنِ النَّبَوِیْنِ۔

یعنی انسان کا خواب نبوت کے چھپا لیس جزوں میں سے ایک جز ہے۔ اور چھپا لیس اجزاء کی تفصیل کرتے ہوئے قطب الواصلین سیدنا محمد العزیز و بارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مَا دُوْسُہَا كَمَا لِحِفْظِہَا حَتّٰی یُعْظَمَ الْقَبُوْرَةُ كَمَا لِحِفْظِہَا
اِذَا سَجَّہَا سَجَّةً۔

ترجمہ :- چھٹا جز نبوت یہ ہے کہ نبی کا حافظہ اس کمال کا ہوتا ہے

۱۔ تصویر التواضع ص ۱۶۔

کہ ایک مرتبہ جس بات کو سن لے اُسے کبھی نہیں بھولتا۔ بلکہ بات کی کھل صورت کو محفوظ رکھتا ہے۔

وَتَارِسُهَا كَمَا لَمْ يَبْصُرْ مِنْ أَقْصَى الْأَرْضِ مَا لَا يَبْصُرُ عَيْنُهُ. عَائِدُهُ كَمَا لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَقْصَى الْأَرْضِ مَا لَا يَسْمَعُ عَيْنُهُ. الثَّانِي: وَالْأَلَا زَبْعُونَ الْإِطْلَاقَ عَلَى الْغَيْبِ بِمَا لَمْ يَنْقُلْهُ أَحَدٌ قَبْلَهُ. الثَّلَاثُ: وَالْأَلَا زَبْعُونَ الْإِطْلَاقَ عَلَى مَا سَيَكُونُ السَّابِعُ وَالْأَلَا زَبْعُونَ الشَّيْءَ عَلَى أَسْرَابِهَا فِي دُخَانِهَا بِهَوِيلٍ.

ترجمہ :- لوگوں! جزیہ ہے کہ بصارت اس کمال کی ہوتی ہے کہ دور دراز سے بھی دیکھ لیتا ہے جس کو دوسرا کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ دیکھوں! یہ ہے کہ زمین کے دوسرے کنارے سے بھی بات سنتا ہے جو کوئی دوسرا نہیں سن سکتا۔ بیا بیسواں یہ ہے کہ غیب پر اطلاع ہوتی ہے جو اس سے پہلے کسی سے منقول نہ ہو ترائیسواں یہ ہے کہ آئندہ ہونے والے واقعات پر اطلاع ہونا۔ چوالیسواں یہ ہے کہ انسانوں کے اسرار اور پوشیدہ باتوں پر اطلاع ہونا۔

پھر فرماتے ہیں۔

إِنَّ الشُّبُهَاتِ بَيِّنَاتٌ عَمَّا يَخْتَصُّ بِهَا الْغَيْبُ وَيُفَارِقُ بِهِ الْغَيْبُ وَهُوَ يَخْتَصُّ بِهَا لَوْ لَا مِنْ الْغَوَاظِ مِنْهَا أَنْ يُكْرِفَ حَقَّهَا

سُورَةُ الْاَنْعَامِ ۱۰۲۔

الْأَسْرَارِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِأَنْتِهِ وَصِفَاتِهِمْ وَصَفَاتِهِمْ وَالْأَلَا زَبْعُونَ لَكُمْ مَا يَكُنْ عَيْنُهُ سَبَلٌ عِنْدَهُ مِنْ كَثْرَةِ الْمَعْلُومَاتِ وَزِيَادَةِ الْيَقِينِ وَالْخَفِيَّةِ مَا لَيْسَ عِنْدَ عَيْنِهِ وَلَهُ مِسْفَةٌ يُبْصِرُ بِهَا الْمَلَأَئِكَةَ وَيُشَاهِدُ بِهَا الْمَلَائِكَةَ وَالْأَلَا زَبْعُونَ لَكُمْ مَا سَيَكُونُ فِي الْغَيْبِ وَيُطْلَعُ بِهَا مَا فِي الْوُجُوحِ الْمُحْفُوظَةِ.

ترجمہ :- یعنی نبوت ان خاص کمالات کا نام ہے جو نبی کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں جن سے نبی اور غیر نبی میں فرق کیا جاتا ہے اور وہ نبی بہت سارے خواص سے قصص کیا جاتا ہے ان میں ایک یہ ہے کہ نبی ان تمام معاملات (جو اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات، فرشتوں اور آخرت کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں) کی پوری پوری معرفت رکھتا ہے اور یہ معرفت غیر نبی سے ممتاز ہوتی ہے بلکہ معلومات کی کثرت اور یقین کی زیادتی اور تحقیق ایسی رکھتا ہے کہ غیر نبی کو نہیں ہوتی اور نبی میں ایک صفت ہوتی ہے کہ اس سے غیب میں ہونے والے واقعات کا اور اک کرتا ہے اور اس سے لوح محفوظ کا مطالعہ بھی کرتا ہے۔

یہ ہے نبی کی شان اور نبوت کی حقیقت۔ عائدہ دہا یہ مجاہد یہ تو نبی کو بس مسجد کا ملاں ہی سمجھے ہوئے ہیں۔

العارف باللہ القلب اکبر سیدنا احمد بن ادریس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

سُورَةُ الْاَنْعَامِ ۱۰۲۔

أَنَا قَاتِلٌ بِكَذِبِ الْمُتَفَقِّينَ لِأَنَّ اللَّهَ عَصَمَكَ مِنْ ذَنْبِكَ
الذَّنْبِ عَلَى جَهْدِكَ لِأَنَّهُ يَقَعُ عَلَى التَّجَسَّاتِ فَيَسْتَلْطِقُ بِهَا
فَلَمَّا عَصَمَكَ اللَّهُ مِنْ ذَلِكَ الْقُدْرَةِ مِنَ الْقُدْرَةِ فَكَيْفَ
لَا يَعْصِمُكَ عَنْ صُحْبَةِ مَنْ تَكُونُ مُسْلِمًا بِمُشَلِّهِ هَذَا
الْعَاجِزُ.

وَقَالَ عُمَرَانُ إِنَّ اللَّهَ مَا أَدْرَعُ ظِلَّكَ عَلَى الْأَرْضِ بِشَيْءٍ يَصْغَعُ
إِنْسَانٌ كَذَمَهُ عَلَى ذَلِكَ الظِّلِّ فَلَمَّا لَمْ يَكُنْ لِقَدْرٍ مِنْ
دَوْصَعِ الْقُدْرَةِ عَلَى ظِلِّكَ كَيْفَ يُمْكِنُ أَحَدًا مِنْ تَكْوِينِ عَرْضِ
رَوْحِكَ.

قَالَ عَنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِنَّ جَبْرِيْنَ أَخْبَرَكَ أَنَّ عَلَى لَيْلِيكَ
قَدْ رَأَى أَمْرًا بِأَخْرَاجِ النَّعْلِ عَنْ جَعْلِكَ بِسَبَبِ مَا لَمْ يَكُنْ
بِهِ مِنَ الْقُدْرَةِ فَكَيْفَ لَا يَأْمُرُ لِي بِأَخْرَاجِكَ بِتَقْوِيرِ أَنْ
تَكُونُ مُسْلِمًا بِشَيْءٍ مِنَ الْفَوَاحِشِ لَهُ

ترجمہ :- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں عرض کیا کہ میں قلعی طور پر منافقوں کو جھوٹا کہتا ہوں اس
لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا ہے کہ کھلی آپ کے
جسم پاک پر نیٹھے۔ کیونکہ وہ نجاست سے موت ہوتی ہے۔ سو وہ
کس طرح نہ محفوظ رکھے گا آپ کو ایسی بیوی سے جو کہ ایسی برائی
سے موت ہو۔

سہ :- تفسیر مدارک جلد ۴ ص ۵۹۰

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ
کے سایہ زمین پر نہیں پڑنے دیا تاکہ کوئی انسان اسے اپنے قدموں
سے نہ روندے سو جب اس بات پر کسی کو قدرت نہیں دی تو یہ
کیسے ممکن ہے کہ کوئی آپ کی اہلیہ پاک کو موت کرے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ جب وہ اہل اسلام نے
آپ کو اطلاع دے دی تھی جبکہ آپ کی نعل پاک نجاست سے موت
تھی اور آپ کو نعل اٹارنے کو کہا۔ بسبب اس نجاست کے تو جو بیوی
برائی سے موت ہو اس کو نکالنے کا حکم کیوں نہ آپ کو دیا جاتا۔

حضرت سیدنا امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو قلعی طور پر یقین ہے
کہ منافق جھوٹے ہیں لیکن وہابیوں کے نزدیک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے آقا و مولیٰ سید الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو یقین نہ تھا کہ منافق جھوٹے
ہیں۔

دوسرے یہ کہ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منبر شریف پر یہ فرمایا کہ
خدا کی قسم میں اپنی اہلیہ کے بارے میں سوئے بھلائی کے کچھ بھی نہیں جانتا تو
یہ قول صحابہ کے نزدیک قلعی تھا یا نہ آپ کے اس ارشاد کا انکار کھڑا تھا یا
نہ۔ باقی رہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا
فَإِنْ كُنْتُ بِوَيْلَةٍ فَسَيَبْرُئُكَ اللَّهُ إِنْ كُنْتُ أَلْصَقْتُ بِذَنْبٍ
فَأَسْتَغْفِرُكَ اللَّهُ لَهُ

ترجمہ :- اگر تو بری ہے تو عنقریب اللہ تعالیٰ تیری برائی ظاہر

سہ :- بخاری شریف جلد ۲ ص ۵۹۰

کر دے گا اگر تجھ سے کوئی گناہ (صغیر) سرزد ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ۔

سو یہ سیدہ کی دلجوئی اور مآا صابکھو من موصیبتہ فیما کسبت ایدیکم کے پیش نظر تھا۔ کیونکہ لفظ التَّسْبِت کے معنی یہ ہیں۔

التَّسْبِتُ بِذَنْبٍ اَوْ مَذْذِبٍ یَمْ یعنی اگر تو گناہ کے قریب بھی گئی ہے۔
وَقِيلَ لَالْمَمِّ مَقَادِبُهُ الْمُعْصِيَةِ مِنْ عَيْنٍ وَاقِعٍ یہ بھی کہا گیا ہے کہ
الْمَمِّ بغیر وقوع کے مقادیر گناہ کو کہتے ہیں۔ وَقِيلَ لَمَنْ هُوَ التَّسْبِتُ صَعْدُ
الذَّنْبِ۔ یعنی یہ لم میں سے ہے جس کا معنی گناہ صغیر ہے۔
نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مُراد باطل واضح ہے۔

آخر میں ہم حاجی امداد اللہ صاحب جو کہ اس طائفہ کے پیرو مرشد ہیں ان کا فیصلہ ناظرین کے پیش خدمت کرتے ہیں۔ حاجی صاحب فرماتے ہیں۔
لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء اور اولیاء کو نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ
اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت اور ادراک فیہات کا ان کو ہوتا ہے
اصل میں یہ علم حق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حدیبیہ (یعنی حضرت
عثمان کا واقعہ) اور حضرت عائشہ کے معاملات سے خبر نہ تھی اس کو دلیل اپنے
دعویٰ کی سمجھتے ہیں یہ غلط ہے۔

ایک اور جواب :- خان صاحب نے اکثر اعتراضات میں سُورۃوں کے نزول میں مقدم و متوخر کا سہارا لیا ہے کیا اس

سہ :- حاشیہ بخاری شریف جلد ۲ ص ۵۹۶۔

سہ :- شام امدادیہ حصہ دوم ص ۷۷۔

جگہ پر نزول میں مقدم و متوخر یاد نہیں رہا۔ سو ہم یاد دلا دیتے ہیں۔ سُورہ نور جس کی بعض آیات واقعہ انک کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ اس سُورہ سے پہلے
سُورہ احزاب نازل ہو چکی تھی جس میں ازواج پاک کی شان میں آیت تطہیر نازل
ہو چکی تھی۔ دیکھو تفسیر القرآن لا مانا اسید علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۷۷۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ
وَلِیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ اسے میرے نبی علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی ازواج تمہیں ہر قسم کی نجاست سے پاک فرما دے
جیسا کہ پاک کرینا حق ہوتا ہے۔

اور فرماتا ہے۔ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا یُؤْتِی اللّٰہُ کَرَّزَ تَابَ جو ارادہ فرماتا ہے
لہذا ثابت ہوا کہ واقعہ انک سے پہلے ازواج پاک کے حق میں آیت تطہیر
نازل ہو چکی تھی کیا سیدہ الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام واقعہ انک کے موقع پر
یہ آیت قبول گئے تھے جو کہ ازواج کی پاکیزگی کی قطعی دلیل ہے کیا اس آیت
کے ہوتے ہوئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی کا یقین نہ تھا۔

وَ اِذَا نَزَّلْنٰ اٰیٰتِ الْاٰزِیْنِ یَخُوْضُوْنَ فِیْ اٰیٰتِنَا فَاَلْکَیْفُ
عَنْهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثِ عَلَیٍّ وَ اَمَّا
یُنْسِیَنَّ الشَّیْطٰنُ فَاَلَّا تَعْلَمُوْا اَنَّہُ یَذَّکَّرُ بِمَعَ اَنْسٰی الْاَلْبٰیْنِ

سہ :- ۲۲ احزاب آیت ۳۲۔

سہ :- ۲۷ الانعام آیت ۷۸۔

ترجمہ :- اور جب دیکھے تو ان لوگوں کو جو مزاج اڑاتے ہیں ہماری آیات سے تو ان سے کنارہ کر یہاں تک کہ وہ مشغول ہو جائیں کسی اور بات میں اور اگر بھلا دے مجھ کو شیطان تو مت بیٹھ یاد آنے کے بعد غلاموں میں ۔

اس آیت سے صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خلاف شرع مجالس میں شریک ہونے اور حاضر ہونے کی قطعاً اجازت نہیں ملے۔

جواب :- خان صاحب نے ترجمہ میں تحریف کی ہے مع القوم الظالمین کا ترجمہ تو کاخراؤ مشرک لوگوں کی مجالس دوسرے یہ حکم دنیاوی حیات میں منتشر نفس شریک ہونے کے بارے میں ہے کیونکہ آپ کی حیات ظاہرہ میں خلاف شرع کوئی مجلس ہوتی ہی نہ تھی، لہذا نیک اور پاک مجالس میں شریک ہونے اور دیگر مجالس کا اپنی جگہ خاص سے معائنہ فرمانے کے منافی نہیں۔

خان صاحب فرماتے ہیں کہ اگر فیکم رَسُولُہُ سے مراد یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر جگہ موجود اور حاضر ہیں تو بتلایئے کہ مختلف قسم کے اور گونا گوں عذاب دنیا میں پہلے بھی اور اب بھی کیوں ظاہر اور نازل ہوئے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَكَأَنَّ الشُّرَکَّاءَ بَيْنَهُمْ وَآٰتَتْ فِیْہُمْ

یعنی اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرے گا کہ ان میں آپ کے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دے۔

جواب :- اس عذاب سے عذاب استیصال مراد ہے جو کہ قیامت تک نہیں آسکتا اور اگر عذاب کو عام رکھا جائے تو یہ حکم دنیاوی حیات کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔

اعترض :- اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر میں حاضر ہیں تو نہایت ہوا کہ کسی بھی مردہ کو عذاب قبر نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم آپ کی موجودگی میں سزا نہیں دیتے بلکہ

جواب :- بیشک جس قبر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود رونق افروز ہوتے ہیں بوقت سوال منکر تحریر وہ شخص ہرگز معذب نہیں بلکہ اُس کو ارشاد ہوتا ہے نَعَمْ كَسُوْهُمُ الْعَذَابُ سِوَا سَاجِدٍ اَوْ اَمِنَ سَوْتِیْ ہے باقی رہا منافقوں اور کافروں کا معاملہ تو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حصول نفع کے لیے ایسا شرط ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد حق ہے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام بری مجالس بری جگہوں مشرکین کے گھر اور قبروں میں اور ہر وہ جگہ جہاں آپ کا مجلس نفیس حاضر ہونا کسر شان ہے بایں معنی حاضر و ناظر ہیں کہ ایسے تمام مقامات آپ کے سامنے موجود ہیں اور آپ اپنے آستانہ عالیہ سے ان کا معائنہ اور مشاہدہ فرماتے ہیں جیسا ستیہ نامہ زائل علیہ السلام کے لیے روئے زمین ہے، اسی لیے امام الاحناف علی القاری رحمۃ اللہ الباری نے ارشاد فرمایا ہے کہ

لَا تَدْفَعُہُ عَلَیْہِ السَّلَامُ حَاضِرًا فِی بَيْتِ اَهْلِ الْاِسْلَامِ کیونکہ جو تعلق اہل اسلام کے ساتھ ہے وہ کسی دوسرے سے نہیں اگر علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عقیدہ کے مطابق روح النور علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام وہابیوں کے

گمروں میں موجود نہیں تو انہیں فکر کرنا چاہیے کہ وہ کرنے گروہ میں سے ہیں۔

خان صاحب فرماتے ہیں اَلْعُرْشُ پُرِ اعترافات ہے اَلْعُرْشُ کا معنی

محض صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا میرے بتلانے سے آپ کو معلوم نہیں جب اللہ تعالیٰ نے بتلادیا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جان لیا تو اس پر اَلْعُرْشُ کا اطلاق ہوا

جواب :- خان صاحب اتنا بھی نہیں دیکھتے کہ جس واقعہ پر اَلْعُرْشُ داخل ہوا ہے وہ واقعہ اَلْعُرْشُ کے ماقبل مذکور ہوتا ہے یا مابعد۔ اس بات پر تو خود قرآن

بمید شاہد ہے کہ واقعہ اَلْعُرْشُ کے بعد ہی مذکور ہے تو خان صاحب کے خیالات کے مطابق کہ اللہ تعالیٰ نے بتلادیا تو آپ نے جان لیا تو بتلانے سے پہلے اَلْعُرْشُ سے استفہام کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَللّٰهُ يَكْفُرُ الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهِيْمَ فَرَدَّ يَدَهُ

کیا آپ نے اُس شخص کی طرف نہیں دیکھا جس نے ابراہیم علیہ السلام کے رب کے بارے میں ان سے جھگڑا کیا۔

اس آیت میں الذی کے ساتھ اُس شخص کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جب مشارک الیہ کا مخاطب کو علم ہی نہیں تو اشارہ سے گفتگو کیسی۔ چونکہ روایت

ثابت ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے واقعہ کو اِذْ قَالَ سے شروع فرمایا ہے اور فریضہ کا اتفاق ہے کہ اِذْ سے ماقبل اِذْ کُنْ فعل مقدر ہے اور معنی یہ ہیں کہ یاد کریں جب

کہا ابراہیم علیہ السلام نے اور یاد دلانا جب ہی صحیح ہوتا ہے کہ مخاطب نے وہ

۱۔ تسویر الزواجر ص ۱۲۹۔ ۲۔ پ ۱۲۹ ص ۲۵۸۔

واقعہ دیکھا ہو۔

اور سورہ یوسف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَمَّا نَسُوا نَجْمَ الْوَحْيِ اَنَّا اَرْسَلْنَا بِرُوحِنَا اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْآنَ ۝ اِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمَنِ الْعَاقِلِيْنَ

ترجمہ :- ہم آپ کے سامنے اچھا قصہ بیان فرماتے ہیں اس لیے کہ ہم نے تمہاری طرف اس قرآن کی وحی بھیجی اور اگرچہ آپ اس بیان سے پہلے اس قصہ سے غافل تھے۔

یہ نہ فرمایا اِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمَنِ الْعَاقِلِيْنَ۔ چونکہ آنحضرت اس واقعہ پر روحانی طور پر شاہد تھے۔ لیکن توہر اس طرف نہ تھی اسی لیے اللہ تعالیٰ شروع

میں فرماتا ہے اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِنَجْوٰى اَبُوْهُ جِبْرٰهِيْمَ عَلٰى السَّلَامِ لَمَّا كَانَا فِي الْغِيَابِ۔ اگر کوئی کہے کہ اگر یہ بات ہے تو صرف واقعہ کی طرف توجہ دلانا ہی کافی تھا۔

پورا واقعہ بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی اللہ اتنی ہی بات کی طرف توجہ فرماتا ہے۔ جتنی بات کی طرف توجہ کا حکم ہو بغیر حکم الہی اللہ

تعالیٰ کا نبی کسی بات کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اور جن آیات قرآنیہ سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں موجود نہ تھے مثلاً۔

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذَا جُمِعُوا لِنُصْرَتِهِمْ ۝ تَوَدَّ مَتَّحٰسِنٌ اَنْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ السَّلٰمُ ۝

۱۔ پ ۱۲۹ ص ۲۵۸۔ ۲۔ پ ۱۲۹ ص ۲۵۸۔

۱۔ پ ۱۲۹ ص ۲۵۸۔ ۲۔ پ ۱۲۹ ص ۲۵۸۔

○ — وَمَا كُنْتُ قَائِلًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ ۖ

اور تو نہ رہتا تھا مدین والوں میں۔

○ — وَمَا كُنْتُ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ ۖ

اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ اپنی قلموں سے قرعہ ڈالتے تھے۔

(کنز الایمان شریف)

○ — وَمَا كُنْتُ بِجَانِبِ الْقُرْبَىٰ إِذْ قَضَيْتُمَا إِلَىٰ مُوسَىٰ الْأَمْرَ ۚ وَمَا

كُنْتُ مِنَ الشَّاهِدِينَ ۖ

طور کی جانب مغرب میں نہ تھے جبکہ ہم نے موسیٰ کو رسالت کا حکم

بھیجا۔ (کنز الایمان شریف)

یہ سب آیات عالم جسمانی کے پیش نظر ہیں اور عالم روحانی کے اعتبار سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کے ساتھ جو بھی واقعات پیش آئے آپ ان پر حاضر تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

يُنَادِيُ الَّذِي تَدْعُو الْمُتَّقِينَ عَلَىٰ عَرْشِهِ ۚ يَسْكُونُ لِلْعَاطِيَةِ نَذِيرًا ۖ

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ پر قرآن نازل فرمایا تاکہ آپ تمام

جہانوں کے لیے نذیر (نبی) ثابت ہوں۔

اور فرماتا ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ

۱۔ پٹ القم ص ۳۵ آیت ۳۵۔ ۲۔ پٹ آل عمران ص ۳۳ آیت ۳۳۔

۳۔ پٹ القم ص ۳۴ آیت ۳۴۔ ۴۔ پٹ الفرقان ص ۱ آیت ۱۔

۵۔ پٹ صا ص ۲۸ آیت ۲۸۔

نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام انسانوں کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام خود ارشاد فرماتے ہیں۔

كُنْتُ أَقْلَ النَّاسِ فِي الْخَلْقِ ۖ وَأَخْرَجَهُمْ فِي الْبَيْتِ ۖ ابْنُ سَعْدٍ عَنْ

تساده قَالَ الشَّيْخُ حَدِيثُ صَحِيحٌ ۖ

میں پیداؤں کے لحاظ سے تمام انسانوں سے اقل ہوں اور بعثت کے

لحاظ سے آخر۔

علامہ عزیزی فرماتے ہیں۔

بِأَنَّ جَعْلَهُ اللَّهُ حَقِيقَةً تَقْصُرُ عَنْهَا عَنْ مَخْرِقَتِهَا وَكَفَاؤَ

عَلَيْهَا وَصَلَتْ النَّبِيُّ ۖ مِنْ ذَلِكَ الْوَقْتِ فَكَانَ هَذَا لَهُ بَاطِلًا

ثُمَّ ظَهَرَ ۖ

یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ایسی حقیقت بنایا کہ ہماری عقل اس

کی معرفت سے قاصر ہے اور اسی وقت سے آپ کو وصف نبوة

عطا فرمایا پس یہ از روئے باطن تھا پھر آپ کا ظہور ہوا۔

ایک دوسری روایت میں ہے۔

كُنْتُ نَبِيَّهِ آدَمَ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ ۖ قَالَ الشَّيْخُ حَدِيثٌ

صَحِيحٌ ۖ

یعنی میں نبی تھا حالانکہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

علامہ مناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

۱۔ السراج المیز شرح جامع صغیر ج ۳ ص ۱۱۰۔

۲۔ السراج المیز ج ۳ ص ۱۱۰۔ ۳۔ السراج المیز ج ۳ ص ۱۱۰۔

قوله صلى الله عليه وسلم كنت نبيا لم يزل يبعث
الناس ولا كنت موجودا اشارة الى ان النبوة صلى الله عليه
وسلم كانت موجودة في ازل الخلق الزمان في عالم الغيب
دون عالم الشهادة فلما استهل الزمان بالاسم الباطن
الوجود جسم وارتباط الروح به صلى الله عليه وسلم
انتقل حكم الزمان في جديان الى الاسم الظاهر فظهر
بذاته جسما وروحا فكان الحكم له باطنا ولا في كل
ما ظهر من الشرائع على ايدي الانبياء والرسول

ترجمہ: نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول سے کہ میں نبی فرمایا اور نہ فرمایا کہ میں انسان تھا اور نہ فرمایا کہ میں اس جسم سے موجود تھا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کی نبوت اول زمانہ سے عالم غیب میں موجود تھی نہ کہ عالم شہادت میں جب آپ کا وہ باطن کا زمانہ ختم ہوا تو آپ جسم اور روح کے ساتھ ظاہر ہوئے پس روز اول سے باطنی طور پر آپ ہی کا حکم تھا ان تمام شرائع میں جو انبیاء اور رسولوں کے باطنوں سے ظاہر ہوئے۔

اور علماء اہل سنت نے اس آیت (وَسَيُرَى الله عَمَلَكُمْ وَرَسُولِي) سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روایت اعمال پر جو استدلال کیا ہے وہ حق ہے کیونکہ اس آیت میں لفظ رویت صاف طور پر مذکور ہے جس کے دو فاعل ہیں ایک اللہ تعالیٰ جس کا دیکھنا اس حیثیت کا ہے کہ اس پر کوئی چھر مخفی

سہ: شرح جامع صغیر لنادی

نہیں بلکہ اعمال کے ظہور سے پہلے بھی وہ جانتا ہے دوسرے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام لیکن آپ کا دیکھنا اللہ تعالیٰ کے دکھانے سے ہے اور یہ دیکھنا آپ کے لوازمات نبوت میں سے ہے۔ لہذا دونوں فاعلوں کا دیکھنا اپنی اپنی شان کے مطابق ہے۔ خان صاحب کا یہ کہنا کہ یہ آیت صرف منافقوں کے اعمال کی رویت پر دلالت کرتی ہے غلط ہے کیونکہ آیات قرآنیہ کا اگرچہ مورد خاص ہوتا ہے لیکن حکم عام ہوتا ہے در نہ تو یہ بات لازم آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی سوائے منافقوں کے اور کسی کے بھی اعمال نہیں دیکھتے اور جس آیت میں اللہ تعالیٰ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مومنین کا بھی ذکر ہے (وَسَيُرَى الله عَمَلَكُمْ وَرَسُولِي) یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مومنین تمہارے عمل دیکھ لیں گے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مومنین بھی حاضر و غاib میں کیا خان صاحب کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مومنین میں مرتبہ کے لحاظ سے کوئی فرق ہے یا نہیں مومنین کے حق میں رویت بمعنی علم ہے وہ بھی باطنی الہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خان صاحب خود ہی شاہ کے معنوں میں یہ تحریر کر گئے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور عام انسانوں کے بارے میں ایک ہی لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس کا ترجمہ ہر ایک کی شان کے مطابق کرنا چاہیے اور یہ قاعدہ بھی درست ہے لیکن اس مقام پر خان صاحب فرق مراتب کا باطل خیال نہ رکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور عام مومنوں میں اس صفت کے لحاظ سے کوئی فرق نہ ہوا“

سہ: تفسیر النور المشرق

یہ بات خان صاحب نے مولانا محمد عمر دامت برکاتہ کے اس قول پر کرلوں،
گرام بھی دیکھیں گے تبار سے اعمال اعتراض کرتے ہوئے فرمائی ہے۔ حالانکہ مومنین
کا عین کا اعمال دیکھنا عقلاً اور لفظاً درست ہے حدیث پاک میں ہے۔

اقتدا فرماتے المومن انہ یظہروا بنور اللہ۔

یعنی مومن کی فراست سے ذرورہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔

علامہ مناوی نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا ہے۔

کہ بوجہ اُس نور کے جو کہ مومن کے قلب پر چمکتا ہے، حقائق مومن پر روشنی
سہجائے ہیں مافی الضمائر پر اطلاع ہو جاتی ہے۔ لیکن باوجود اس کے پھر بھی
مومن کسی طرح بھی اس صفت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ
شریک نہیں۔

اہلسنت کی دلیل و گھڑوی کا اعتراض

اہل سنت کا وہما آل سُنَّتِکَ اَللّٰہُ وَرَحْمَۃُ الْعَالَمِیْنَ سے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے حاضر و ناظر ہونے پر استدلال اور دلیلیہ تنہیہ کا اعتراض۔

اہل سنت کا ایمان ہے کہ سیدنا و مولانا، بادشاہ و سرشار حضرت محمد مصطفیٰ
سلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سترتا پارامت میں اور عالم کائنات کے ذرہ ذرہ کو ہر وقت
ہر آن اپنا فیض رحمت پہنچا رہے ہیں۔

عارف باللہ علامہ صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

لے۔ شرح جامع صغیر جلد ۱ ص ۴۴۔

فنبینا صلی اللہ علیہ وسلم رحمة للعالمین ولولا رحمة بشا ما
بقي منا احد۔

ترجمہ :- پس ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام جہانوں کے لیے
رحمت ہیں اور اگر آپ کی رحمت کا تعلق ہمارے ساتھ نہ ہو تو ہم میں
سے کوئی بھی باقی نہ رہے۔

لیکن خان صاحب فرماتے ہیں۔

” بلاشبک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام جہانوں
کی اصلاح و فلاح کے لیے بھیجا ہے اور آپ کا رسول بنا کر بھیجا خدا
تعالیٰ کی تمام جہانوں پر رحمت کرنا ہے۔“

جواب :- پہلی بات تو یہ ہے کہ خان صاحب عالمین کا مفہوم اور معنی

نہیں جانتے۔ دوسرے بھیجنے کے مفہوم سے بھی ناواقف ہیں۔ اگر بھیجنے سے

آپ کا جسم پاک کے ساتھ تشریف لانا اور مبعوث ہونا مراد ہو تو آپ کی بعثت

کے ماقبل والوں کو شامل نہیں کیونکہ عالمین کا اطلاق ماسوا اللہ کے سب پر آتا

ہے۔ اس لیے خان صاحب کا معنی درست نہیں بنتا۔ جب تک نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ

والسلام کے وجود پاک کو خواہ عالم باطن میں ہوں خواہ عالم ظاہر میں رحمت و تسلیم

کیا جائے ہرگز ہرگز رحمت اللعالمین کا مفہوم نہیں بنتا اور حقیقت بھی یہی ہے

کہ آپ کا وجود ہی رحمت ہے اقل خلق سے زمانہ بعثت تک عالم غیب

میں آپ رحمت تھے۔ جب جسم پاک کے ساتھ عالم ظاہر میں تشریف لائے تو آپ

رحمت اور جب عالم برزخ میں تشریف لے گئے پھر آپ رحمت۔ لہذا آپ

لے۔ تفسیر صادق جلد ۱ ص ۴۴۔ تفسیر الزواجر ص ۴۴۔

رحمۃ اللعالمین ثابت ہوئے۔ سو جب یہ حقیقت ہے تو ثابت ہوا کہ کائنات کا کوئی فرد بھی آپ کے فیض رحمت سے محروم نہیں لیکن حصہ اپنے اپنے مقام کے مطابق۔

لہذا منیف کو مستفیض کا ہر گھڑی ہر آن علم ہونا ثابت ہوا اور یہ علم بذریعہ مشاہدہ ہی ہے نہ کہ ہر وقت ہر ایک کے حال کی بذریعہ وحی آپ کو اطلاع دی جاتی ہے۔ دانیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ رحمۃ اللعالمین ہونا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

اہلسنت کی دوسری دلیل اور گھڑی کا اعتراض

اہل سنت کی دوسری دلیل اِنَّ رَحْمَةً اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ہے۔

خان صاحب اس پر ارشاد فرماتے ہیں۔

اگر بالفرض اس آیت سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ وسلم کی ذات گرامی ہی ملو ہے تو آپ صرف محسنین کے لیے حاضر و ناظر ہوں گے نہ

جواب۔ محسنین کی قید سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے علاوہ کسی دوسرے کے باطل قریب نہیں کیونکہ محسنین کے ساتھ ایک خاص قرب مراد ہے وگرنہ تو ان مندرجہ ذیل آیات کا جواب کیا ہوگا۔

ان اللہ مع المتقین۔ اللہ پر سیزگاروں کے ساتھ ہے۔

۱۔ فتاویٰ رشیدیہ کاں ص ۴۹۔ ۲۔ پ ۱۸۴ ص ۵۶۔

۳۔ تفسیر انوار ص ۳۰۔

ان اللہ مع المحسنین۔ اللہ نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔

ان اللہ مع الصبرین۔ اللہ تعالیٰ صابرین کے ساتھ ہے۔

کیا ان آیات کا یہ مفہوم ہے کہ اللہ سوائے ان کے اور کسی کے ساتھ نہیں ہرگز ہرگز نہیں۔ کیونکہ ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وہو معکم ایما کنتم وہ تمہارے سب کے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔ ثابت ہوا کہ متقین، محسنین، صابرین کے ساتھ ایک خاص نوعیت کا ساتھ ہے۔ درو عام معیت سب کو حاصل ہے۔

خان صاحب ہر جگہ اور بار بار اس بات پر زور ایک مٹمہ اور اس کا حل دیتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام گندی

مباس میں بلکہ جس گھر میں فوٹو ہوں وہاں حاضر نہیں ہوتے کیونکہ ایسی مباس اور ایسے گھروں سے تو فرشتے بھی بھاگتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آج دیکھے ہر

گھر صم کدہ اور بخت خانہ بنا ہوا ہے اور ان مبسوں کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ ہر جگہ موجود و حاضر ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ خان صاحب نے صرف فوٹو کا ذکر کر دیا لیکن

دو چیزیں اور بھی تو ہیں جن کی موجودگی سے فرشتے گھر میں داخل نہیں ہوتے چہ جائیکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام وہ دو چیزیں یہ ہیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد

فرمایا کہ نہیں داخل ہوتے اس گھر میں فرشتے ہوں جس میں فوٹو یا کتا یا جلی آدمی یعنی جس پر منسل فرض ہو۔ اس حدیث کو بھی یاد رکھیں اور اس طائفہ و طبیبہ کے

عزت الاعظم رشیدیہ احمد لنگوہی کی بھی بیٹے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات حالت جنابت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی

۱۔ تذکرۃ الرشیدیہ ص ۳۰۔

ناظرین خود فیصلہ فرمائیں گرو سچا ہے یا پیلہ

ماكنت تقول في هذا الرجل بمرأض

جب کوئی آدمی یا مقام یا کوئی بھی چیز مشہور و معروف ہو یا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہو تو اس کو حاضر کے ساتھ تعبیر کرنا جائز اور صحیح ہے، اگرچہ وہ پاس حاضر اور موجود نہ بھی ہو اور گویا استعمال عام کے مقابلہ میں قلیل ہے لیکن ہے ضرور۔
جواب :- مطلق کی عبارت و بیجون علی قلة لفظ العاظر قاتل هذا الرجل و ان كان غائبا۔ یعنی کبھی کبھی حاضر کے لفظ سے غائب کو بھی تعبیر کیا جاتا ہے، اس سے ہم کو اختلاف نہیں، سوال تو صرف یہ ہے کہ لفظ هذا کا موضوع لہ کیا ہے اس کا جواب مطلق کی مذکورہ عبارت میں ہی موجود ہے کہ صاحب مطلق نے لفظ حاضر بول کر اس کی مثال هذا الرجل دی ہے ثابت ہوا کہ لفظ هذا کا حقیقتاً استعمال حاضر کے لیے ہی ہے۔ جب حقیقت اور اصل سے تجرڑ اور عدول پر کوئی دلیل یا قرینہ قوی موجود نہ ہو عدول ہرگز جائز نہیں۔ لہذا حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قبر میں حاضر ہونا ثابت ہوا۔ چاہی اس تقریر سے خان صاحب کے دیگر دلائل اور مثالیں ہیا منشور ہو گئیں اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا جواب علی القاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دیا ہے۔

قلت علی تقدیر صحیحہ یحتمل ان یكون مفید البعض دون بعض والا فظہر ان یتكون مختصا بمن ادركه ف

حیا تم علیہ الصلوٰۃ والسلام و تشرف بدویۃ طلعتہ الشریفۃ۔

ترجمہ :- میں کہتا ہوں بالتقدیر صحیح ہونے اس بات لدینی دکھائے جاتے ہیں مقبور کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احتمال ہے کہ آپ کا دکھایا جاتا بعض کو تنہید ہوا اور بعض کو تنہید نہ ہو، غایب بات یہ ہے کہ یہ معاملہ خاص ہے ان لوگوں کے ساتھ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حیات مبارک میں پایا اور آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

بہر حال یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حجاب ہماری طرف سے ہے نہ کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے اور اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت کہ نہ معلوم سرکار جو تشریف لاتے ہیں یا روضہ مقدسہ سے پردہ اٹھا دیا جاتا ہے شریعت کے کچھ تفصیل نہ فرمائی۔ خان صاحب کو تنہید نہیں کیونکہ اس میں تفصیل کی نفی ہے نہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقبور کے سامنے حاضر ہونے کی۔

اور خان صاحب نے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قبروں پر حاضر نہ ہونے پر حرم واقعات سے استدلال کیا ہے۔ ان کا جواب امام الاحناف علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ دیا ہے۔

قلنا كان له حق التقدم في المثلثة لثلاثه تعالیٰ الشیخ ادلی بالمؤمنین من النہیم ولولای حق الاعادۃ۔

ترجمہ :- ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز کے معاملہ میں حق تقدم حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ النبی اولی بالمرئیین من النہم اور ولی کو نماز کے اعادہ کا حق ہے۔

چونکہ صحابہ کرام کا آپ کو جنازہ کی اطلاع نہ دینے میں نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حق تلفی بھی تھی اور میت کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعائے مرحوم رکنا بھی تھا اس لیے آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اطلاع دیئے بغیر کوئی میت دفن نہ کیا کرو کیونکہ میری دعائیت کے لیے رحمت ہے لہذا یہ قبر میں حاضر ہونے کے خلاف نہیں۔ خان صاحب کا یہ کہنا کہ فریق خلافت آپ کی موجودگی میں خود کہیں نماز جنازہ پڑھاتے ہیں نماز خود پڑھاتے ہو خطبہ خود پڑھتے ہو فتویٰ خود دیتے ہو سو یہ قول جہالت پر مبنی ہے کیونکہ یہ اور ایسے سب امور دینا وہی حیات سے تعلق رکھتے ہیں۔ کیا اس واراکلیف سے روپوش ہو جانے کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احکام کے تکلف ہیں۔ کیا مفروض کی تکفل کے پیچھے عبادت جائز ہے۔ ایسی پیر باتیں کرنا تصرف فقہان عقل کی دلیل ہے۔

گھڑوی کا عبد المصطفیٰ یا عبد الرسول یا عبد نبی اظہار بیزاری

”خان صاحب“ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس شعر

دیو کے بندوں سے تم کو کیا عرض
ہم میں عبد المصطفیٰ پھر تجھ کو کیسا

کا جواب یوں دیتے ہیں۔

ہم تو ہیں اللہ کے بندے سبھی۔ تو ہے عبد المصطفیٰ پھر ہم کو کیا۔

بالکل درست ہے۔ کیونکہ برتن سے وہی چیز باہر آتی ہے جو اس میں موجود ہو یہ حقیقت ہے کہ خان صاحب کیا سارا طائفہ ہی اس منصب عالی سے ازلی طور پر محروم ہے۔ کیونکہ عبد المصطفیٰ ہونا کوئی معمولی بات نہیں اور ہر ایک بد نصیب کا حقہ بھی نہیں۔ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور دیگر اولیاء کرام سبھی عبد المصطفیٰ ہیں۔ سوائے منافقوں اور مشرکوں کے قرآن عظیم میں ارشاد ہوتا ہے کہ :-

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ۖ إِنَّهُ سَيَرْحَمُهُمْ إِنَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

یعنی اے نبی آپ فرمادیں کہ اے میرے بندوں جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کر لی ہے۔ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔

حضرت حاجی اماد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کہ اس طائفہ کے قلب وقت رشید احمد صاحب کے پیرو مشد ہیں فرماتے ہیں۔

”چونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واصل بحق ہیں اس لیے عباد اللہ کو عباد الرسول کہہ سکتے ہیں جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِم مَّا تَزِرُ وَازِرَتُهُمْ لَئِنْ رَجَعُوا إِلَى اللَّهِ لَآتِيَنَّهُمْ مَغْفِرَةٌ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ“ مولانا اشرف علی صاحب نے فرمایا قرینہ بھی انہی معنوں کا ہے۔ آگے فرماتا ہے لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ اگر مرجع اس کا اللہ ہوتا تو فرماتا رحمتی تاکہ مناسب

۱۔ پتہ الزمر طبع آیت ۵۳۔

عباد کی کہ ہوتی ہے۔

بکرسیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو جمع صحابہ میں منبر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر رونق افروز ہو کر اپنے عبدالنبی ہونے کا اقرار کیا اور تمام صحابہ غاموش رہے کسی کو تردید کی جرأت نہ ہوئی گویا یہ بات سب صحابہ کو مقبول ہے الفاظ یہ ہیں۔

قد كنت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم وكنت

عبداً وخادمه

تحقیق میں ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور تھا میں آپ کا بندہ اور خادم۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ خطبہ شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی "ازالة الخلق" میں نقل کیا ہے یہ الفاظ وہاں بھی موجود ہیں۔ عبد المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہونے سے بیزار ہی تو عبد اللہ ہونے سے بیزار ہی ہے جو عبد المصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں وہ عبد اللہ بھی نہیں جو عبد اللہ نہیں۔ اسکے عبد شیطان ہونے میں کیا شک ہے اور دیوبندی ہونے کا بھی یہی معنی ہے کہ شیطان کے بندے۔ اس یہودہ گردہ کا ہر فرد دیوبندی ہونے پر فخر کرتا ہے اور عبد المصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہونے سے بیزار ہے۔

نوٹ :- یہ بات خوب یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کمال عبد اللہ ہونا ہی ہے اور امت اجابت کے لیے سب سے بڑا کمال عبد المصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہونا ہی ہے۔ اس سے بڑا کمال کوئی نہیں

سے۔ شفاء العروق ص ۱۸۸۔ سہ۔ الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ج ۱ ص ۱۸۸۔

اور یہ کمال ولایت کے تمام درجات کو حاوی ہے خان صاحب کو اتنا بھی شعور نہیں کہ وصفت عبد المصطفیٰ سے بیزار ہی تو تمام صحابہ سے بیزار ہی ہے اور تمام اولیاء کرام سے بیزار ہی ہے بلکہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بیزار ہی ہے کیونکہ ان کے عبد المصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہونے میں کس کو شک ہے اگر توجہ شک ہو بھی تو کمال قیامت کے روز شک دور ہو جائے گا۔

رشید احمد گنگوہی سے کسی نے سوال کیا۔

سوال :- بعض بعض صوفی یہ کہتے ہیں کہ جب تک بندے کا بندہ نہ ہو خدا نہ ملے تو یہ کلمہ کیا ہے۔

جواب :- اس کے معنی درست ہیں۔ رشید احمد گنگوہی علیہ

رشید احمد جو کہ خان صاحب گنگوہی کے نزدیک قلب الوقت ہیں۔ کے جواب سے ثابت ہوا کہ کوئی دہائی بند ہی عبد اللہ بھی نہیں ہے جبکہ عبد اللہ نہیں۔

تشہد میں حضور نبی اکرم علیہ السلام کو صیغہ منیٰ طبعی

خطاب کی وجہ

سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

"بعضے از عرفا گفته اند کہ این خطاب بجهت سرمان حقیقت مستدیر

است در ذرات موجودات و افراد مکانات پس آن حضرت در ذوات

سہ۔ فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۸۸۔ سہ۔ رسوید النواظر ص ۱۸۸۔

مصلیٰ موجود و حاضر است پس مصلیٰ باہر کہ ازیں معنی آگاہ باشد
 و ازیں شہود و غافل نہ ہوتا ہوا قرب و اسرار معرفت منور و فائز گردد
 یعنی عارفین میں سے بعض فرماتے ہیں کہ یہ خطاب اسی لیے ہے کہ حضور
 کی حقیقت تمام موجودات کے تمام افراد میں سرایت کیے ہوئے ہے اور
 نبی اکرم نمازیوں کی ذاتوں میں موجود ہیں پس نمازی کو چاہیے اس حقیقت اور
 شہود سے غافل نہ ہوتا کہ انوار قرب و اسرار معرفت سے منور اور فائز ہو۔
 اہل سنت نے اس صیغہ خطاب سے بھی نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
 حاضر و ناظر ہونے پر استدلال کیا ہے خان صاحب گنگوڑی اس کا جواب
 یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۵۷ وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت
 ہے فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو ہم
 انبیاء میں السلام علی النبی پڑھا کرتے تھے یہ سئل
 یعنی اہل سنت کا تشہد میں خطاب سے استدلال ہرگز درست نہیں۔
 میں عرض کرتا ہوں کہ خان صاحب اس روایت کی حقیقت سے بالکل
 ناواقف ہیں ورنہ اس کا یا اس جیسی دیگر روایات کا سہارا لیتے۔

امام الاحناف علی قاری مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

اما قول ابن مسعود قلنا فتقول فی حیاة رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم السلام علیک ایہا النبی فلما

قبض علیہ السلام قلنا السلام علی النبی فہو روایت الیہ
 عوانہ و روایت الجنادی الا صحیح متفقاً بکثرت ان ذالک لیس
 من قول ابن مسعود بل من قول الراوی عنہ و لفظہا
 قلنا قبض قلنا السلام یعنی علی النبی فتقول قلنا السلام یعنی اللہ
 اللہ یہ استعود تاہم عن مکان علیہ فی حیاتہ و یحتمل انہ اراد عرضا عن
 الخطاب و اذا احتمل اللفظ لیسبق فیہ دلالت کذا ذکر ابن
 حجر

ترجمہ :- لیکن ابن مسعود کا قول کہ ہم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات
 میں السلام علیک ایہا النبی پڑھتے تھے جب آپ کی وفات
 ہو گئی تو ہم نے السلام علی النبی پڑھا یہ ابی حوانہ کی روایت ہے
 اور بخاری شریف کی روایت زیادہ صحیح ہے اُس سے جس نے
 بیان کیا کہ یہ قول ابن مسعود کا نہیں ہے بلکہ اس کو روایت کرنیوالے
 سے سمجھا ہے اور اُس کے الفاظ ہیں کہ جب آپ وفات پا گئے
 (راوی کا کہنا ہے) ہم نے پڑھا سلام ہو یعنی نبی پر و اسلام علی النبی
 پڑھا اس میں احتمال ہے کہ مراد اُن کی یہ ہے کہ ہم اسی طرح پڑھتے
 رہے جس طرح آپ کی حیات میں پڑھتے تھے اور یہ بھی احتمال ہے
 کہ مراد اُن کی یہ ہو کہ ہم نے وفات کیجہ صیغہ خطاب عرض کیا اور جب
 لفظ میں احتمال ہو تو اس میں ولایت باقی نہیں رہتی اسی طرح ذکر کیا
 ابن حجر نے فتح الباری میں۔

لہذا یہ روایات اہل سنت کو مستر اور خان صاحب کو مفید نہیں۔

خان صاحب لکھنوی کا مدارج النبوت اور احیاء العلوم کی عبارت کو نہ سمجھنا

سبحۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں،

واحضرو فی قلبک النبی صلی اللہ علیہ وسلم و شخصہ

الحکیم و قل سلام علیک ایھا النبی

ترجمہ :- یعنی اپنے قلب میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی کو حاضر
کر اور کہ سلام علیک ایھا النبی۔

سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تتمہ مدارج النبوت
جلد ثانی میں فرماتے ہیں۔

ذکر کن اور او دود و نیز ست بروے علیہ السلام و باش در

حال ذکر گویا حاضر است پیش تو

ترجمہ :- ذکر کر اور درود پڑھ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور حالت

ذکر میں ایسا رہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیرے سامنے حاضر ہیں۔

خان صاحب نے اپنی جہالت کا یوں اقرار کیا ہے۔

”دل میں حاضر اور تصور باندھ کا معنی تو جانتے ہی ہوں گے اگر جناب

سنت :- احیاء العلوم جلد ۱ ص ۱۲۹۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقی طور پر حاضر و ناظر میں تو دل میں حاضر کرنے
اور تصور باندھنے کا کیا مطلب ہے اس کو اسی طرح سمجھئے جیسے آنحضرت صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اعبدوا ربک کا نیک انداز کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس
طور پر کر کہ گویا تو خدا کو دیکھ رہے ہو۔

خان صاحب نے امام غزالی اور شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہما کی عبارت کا مطلب
سمجھانے کے لیے حدیث شریف کا جو جملہ تحریر فرمایا ہے اُس نے اہل سنت کے
معتقدہ ہی کی تائید کی ہے۔ کیونکہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمانا کہ اللہ تعالیٰ
کی عبادت اس طور پر کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہے ہو یہ اس چیز کے پیش نظر ہے
کہ نمازی ہر گاہ خداوندی کا پورا پورا ادب رکھے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے
حاضر ہوں۔ کیونکہ حجاب صرف نمازی کی طرف سے ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف
سے۔ اللہ تعالیٰ تو حاضر و ناظر ہے۔ اسی طرح امام غزالی اور شیخ محدث دہلوی
نے عوام کو بارگاہ رسالت کے آداب کو ملحوظ رکھنے کو ارشاد فرمایا۔ کیونکہ جب
ذاکر نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے دل میں یا سامنے حاضر یقین کرے گا
تو آداب بھی ملحوظ رہیں گے۔ امام غزالی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور نبی اکرم
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول میں ایک قدر مشترک ہے۔ وہ آداب کا لحاظ ہے۔
سو اگر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر نہیں تو لحاظ ادب پر معنی وارد۔
لہذا اس قدر مشترک نے یہ بات ثابت کر دی کہ اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم
علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر و موجود ہیں۔ حجاب اگر ہے تو ذاکر اور نمازی کی طرف
سے ہی ہے ورنہ تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ بھی حاضر موجود نہیں۔

سنت :- تفسیر النواظر ص ۱۶۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یونہی دیکھنے کا قصور باندھنے کو ارشاد فرمایا ہے۔
یہ بات خوب یاد رہے کہ کسی ذات کا نظر نہ آنا عدم موجودگی کو مستلزم نہیں لیکن
پاس ادب موجودگی کو مستلزم ہے۔

گکھڑوی کا مُصنّف انوار ساطعہ پر بہتان

خان صاحب گکھڑوی کا مُصنّف "انوار ساطعہ پر" بہتان کہوہ "یا" حرف
نڈا سے حاضر و ناظر سرزد لینے والے کو کافر اور شرک سمجھتے ہیں۔
حالانکہ خان صاحب نے انوار ساطعہ کی جو عبارت نقل کی ہے اس میں
یہ جملہ موجود ہے۔

"کیا ضرور کریں کہ وہ شخص خدا کی طرح حاضر و ناظر جان کر پکارتا ہے؟"
بیشک صرف انوار ساطعہ کے مُصنّف کا ہی نہیں بلکہ ہمارا سب کا یہ عقیدہ
ہے کہ مخلوق کے کسی فرد کو کسی بھی صفت میں اللہ تعالیٰ کی طرح ماننا شرک و کفر
ہے۔ "یا" حرف نڈا سے پکارنا تو صرف نجدیوں کے نزدیک ہی شرک اور کفر ہے
کیونکہ یہ کہتے ہیں کہ "یا" حرف نڈا کا استعمال صرف حاضر و ناظر ہی کے لیے ہوتا
ہے۔ اہل سنت میں سے "یا" حرف نڈا سے حاضر و ناظر کسی نے بھی منکر نہیں کیا۔

گکھڑوی کا تحریف منہقی احمد یار خاں حسنا و انتہا پر بہتان

خان صاحب لکھتے ہیں، فریق مخالفت ایک حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے ہمیشہ اور ہر وقت حاضر و ناظر ہونے پر استدلال کرتا ہے، حدیث مسلم جلد
۳۴ اور مستدرک جلد ۴ صفحہ ۲۴۱ وغیرہ میں حضرت ثوبان سے مروی ہے کہ جناب
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان اللہ زود ہی فی الارض حتی رایت مشارقہا ومغاربہا۔
ترجمہ: کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو سمیٹ دیا جہاں تک کہ
میں نے اس کے مشرق اور مغرب کو دیکھ لیا۔

یہ خان صاحب کا صریح کذب ہے فقیر العصر قبل مفتی صاحب نے تو
اس حدیث شریف کو علم غیب کے باب میں نقل فرمایا۔

اس دروغ گوئی کے بعد خان صاحب فرماتے ہیں، اس حدیث سے
یہ کب اور کیوں کر ثابت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر وقت زمین پر
ہر چیز کو دیکھتے رہتے ہیں یا اب بھی دیکھتے ہیں؟

میں کہتا ہوں کہ اہل سنت بھی کب اس حدیث پاک سے یہ مدعا ثابت
کرتے ہیں، اگر ثابت ہو بھی جائے تو یہ طائفہ دیا بیہ کب ایمان لانے والے
ہیں اگر ایمان لانے کو تیار ہوں تو ہم ایک دوسری حدیث پاک سے اس مدعا
کو ثابت کر دیتے ہیں۔

حافظ احادیث ابن حجر قسطلانی فرماتے ہیں

اخرج الطبرانی عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لہ + دیکھنے والی حدیث، حضور ناظر صلا، صلا، تسبیح النوافل صلا۔

ان الله قد دفع لي الدنيا ذات النظر اليسار ما هو كمن
يضيء لي يوم القيامة كاشفا الظلمة كفي هذا
ترجمہ :- طبرانی نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے دنیا سے عجایب اٹھا
دیا ہے اور میں دنیا اور جو کچھ اس میں ہوگا قیامت تک دیکھ رہا
ہوں جس طرح میں اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔

کیوں ہی اخوان صاحب اس حدیث پاک میں اُنْظُرْ تو مضارع کا صیغہ
ہے جو کہ زمانہ حال اور مستقبل دونوں کو شامل ہے یعنی میں دیکھتا ہوں اور
دیکھتا رہوں گا۔ یہ بات بھی طوطا خاطر رہے کہ جس طرح ہتھیلی میں سے کچھ بھی
آپ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اسی طرح دنیا اور اس میں ہونے والے واقعات
میں سے کچھ بھی آپ سے پوشیدہ نہیں ہے۔

اس کے بعد پھر خان صاحب لکھتے ہیں
نیز یہ بھی طوطا خاطر رہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ وسلم کے سامنے
زمین سیٹی گئی تھی تو کیا آپ نے ہر ہر آدمی اور ہر چیز کو تفصیلاً دیکھا تھا کیا اگر
آپ لاکھ دو لاکھ کے مجمع کو دیکھتے ہیں تو کیا اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ آپ
ہر آدمی کو اور اس کے تمام اعضا حتیٰ کہ سر اور دائرہ می کے ایک ایک ہل کو
بھی دیکھا کرتے ہیں؟ یا کسی پہلو کو اگر آپ دیکھتے ہیں تو کیا اس کے ایک ایک
درخت کی ایک ایک ٹہنی اور ٹہنی کے ایک ایک پتے کو بھی دیکھا کرتے ہیں۔
کہنے کو تو یہ ہی کہا جائے گا کہ میں نے ایک بھاری مجمع کو دیکھا اور ایک ہزار

پہاڑیا باغ دیکھا۔

بہم خان صاحب سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دکھانے اور نبی
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیکھنے کو عام لوگوں کے دیکھنے پر قیاس کرنا کہاں کی
ایمانداری ہے۔ لیکن خان صاحب مجبور ہیں کیونکہ اس طائفہ ضار کے گرو گشتاوں
کی تعلیم ہی یہی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور قہار سے درمیان کوئی فرق نہیں
جیسے تم انسان ویسا ہی نبی۔

خان صاحب کہتے ہیں۔

خالد صنا کا ایک اور شہر بیان :- حافظ ابن حجر عسقلانی جن کی مجلس اور گول

مبارت سے فریق مخالفت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مجلس میلاد میں حاضر
ہونے پر استدلال کیا کرتا ہے۔ ثمود شریعت نجد الفکر ص ۱۱۱ میں لکھتے ہیں کہ اگر یہ
ابتدا صیح طور پر ثابت ہو جائے کہ لیلۃ الاسراء وغیرہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کو اس وقت جتنے بھی آدمی روئے زمین پر موجود تھے دکھائے گئے تھے
اور آپ نے ہر ایک کو دیکھ لیا تھا تو چاہیے کہ ان لوگوں کو بہنوں نے آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی میں ایمان قبول کیا تھا صحابی کہا جائے اگرچہ انہوں
نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہو۔ اور حقائق بھی نہ ہوئی ہے۔
کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے روایت (دیکھنا) ہوئی ہوگی۔
اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر آپ نے اس وقت ہر آدمی کو دیکھا تھا تو حافظ
الحدیث کو اگر مگر کے الفاظ استعمال کرنے کی کیا مسیبت پڑی ہے نیز جب آپ
کی زندگی میں ایمان قبول کرنے والے صحابی ٹھہرے اگرچہ دو طرفہ روایت یہی

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے روایت ہوئی تھی پھر رسولکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے صحابی ہونے میں کیا تردد؟ اس عبارت کو پیش نظر رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر جگہ حاضر و ناظر جاننے اور ماننے والے خود صحابی بننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

جواب :- خان صاحب کی اس نقل کردہ عبارت اور ان کے دعویٰ کو غور سے پڑھیں اور شرح تخریج الفکر کی اصل عبارت بھی ملاحظہ فرمائیں شرح شرح تخریج الفکر کی اصل عبارت یہ ہے۔

لکن ان ثبت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلة الاسراء کشف عن جمیع من فی الارض خراہم ینبغی ان بعد من کان موثابہ فی حیاتهم اذناک و ان لم یلاک فی الصحابة لحصول الرویۃ جانبہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ :- اگر یہ ثابت ہو جائے کہ معراج کی رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ظاہر کیا گیا جو لوگ بھی زمین پر تھے پس آپ نے ان کو دیکھا سو چاہیے کہ جس شخص نے آپ کی بیعت میں بیان قبول کیا اگرچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات نہ کی ہو صحابہ میں شمار کیا جائے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے تو روایت ثابت ہے۔

یہ بات حافظ مستقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سہ :- تسوید الزاویہ سہ :- شرح شرح تخریج الفکر صفحہ قدیم نسخہ۔

کے اس قول پر اعتراض کرتے ہوئے فرمائی ہے کہ امام نووی کہتے ہیں کہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات میں ایمان لائے آپ کی صحبت نہ پائی اور نہ زیارت کی ایسے لوگوں کو ابن عبد البر نے صحابہ میں شمار کیا ہے۔ سو اس کا جواب دیا ہے کہ پھر تو وہ لوگ بھی صحابہ میں شمار ہونے چاہئیں جن کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معراج کی رات دیکھا اور وہ آپ کی زندگی میں ایمان بھی لے آئے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ صحابی کی صحیح تعریف حافظ مستقلانی نے یوں کی ہے۔

”واصح ما وقفت علیہ من ذالک ان الصحابی من لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم موثابہ ومات علی الاسلام۔“

یعنی صحابی وہ ہے جس نے مؤمن ہونے کی حالت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہو اور اسلام پڑھا ہو۔

اگر حافظ مستقلانی نے اس لیے استعمال کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام روئے زمین کی مخلوق کو نظر سے دیکھنا تو ثابت ہے لیکن یہ صحیح طور پر ثابت نہیں کہ یہ دیکھنا شب معراج کا ہے یا کسی دوسرے وقت میں۔ قارئین حضرات اس اصل مضمون کو بھی پڑھیں اور خان صاحب کی جابلانہ تقریر اور بے دلیل دعویٰ بھی ملاحظہ فرمادیں۔

اس کے بعد خان صاحب گھڑوی یوں لب کشائی فرماتے ہیں۔

مفتی احمد یار خان صاحب نے ایک حدیث کے پیش نظر صراط مستقیم وغیرہ میں صوفیاء کرام کی ایک اصطلاح کو نہ سمجھتے ہوئے یہ لکھا ہے اور یہ حدیث

سہ :- اصحاب جلد مسئلہ۔

قدی كنت سمعه الذی یسمع بلم و بصیر الذی یبصر بلم و یبصر
الشیء یبطلش بها ایک اور روایت کی رو سے ولسا لله الذی یشکم بلم
اسی حالت کی حکایت ہے اس عبارت میں صفات اقرار ہے کہ جب انسان
خدا فی اللہ ہو جاتا ہے تو خدا کی طاقت سے دیکھتا، سنتا اور چھوتا اور بولتا
ہے یعنی عالم کی چیز کو دیکھتا ہے ہر دور نزدیک کی چیزوں کو پکڑتا ہے یہی مفہوم
انفر کے معنی میں اور جب معمولی انسان خدا فی اللہ ہو کر اس درجہ میں پہنچ جائے
تو سید الانس والجان علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر خدا فی اللہ کون ہو سکتا
ہے تو درجہ اولیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عاجز و ناتوان ہوئے۔ بلعظمہ
جاء الحق ص ۱۵۹

گھڑوی صدا کا احمقانہ جواب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نصائی
معتقدہ بتلایا ہے کیونکہ انہوں نے یہی کہا تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام خدا
فی اللہ ہو گئے اور اللہ تعالیٰ میں حلول کر گئے ہیں، ان میں اور اللہ تعالیٰ
میں کامل اتحاد ہو گیا ہے

جواب: ”سبحان اللہ“ خان صاحب جہالت کے پتلے ثابت ہوئے،
نصاری کا جو عقیدہ لکھا ہوا ہے کیا اس کا ثبوت قرآن و حدیث سے دے
سکتے ہیں کیا کسی مفسر قرآن نے یہ بات کہتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ

شہ ۱۰ تفسیر الزواجر ص ۱۵۹ شہ ۱۱ تفسیر الزواجر ص ۱۵۹

شہ ۱۲ پت المائدہ شیخ آیت ۱۷

خان صاحب اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔
ترجمہ: ”تحقیق وہ لوگ کافر ہیں جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ ترجیح ان
مریم میں حلول کر گیا ہے۔“
مبے جیاباش ہرچہ خواہی کن کون نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کا کسی فرد مخلوق میں
حلول کرنے کا عقیدہ رکھنا اور بات ہے جو کہ مسیح کفر ہے اور مخلوق کے کسی فرد
کا خدا فی اللہ ہونا اور بات ہے جو کہ عین مطلوب خداوندی ہے اس امر کی تحقیق
ہم اس طائفہ فساد کے گھر سے ہی پیش کر دیتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں

فان العبد بعد الفناء المطلق الذی هو فناء الذات وفناء
الصفات یضع علیہ وجود الحقانی حتی یتشرف بذلك
الوجود بالادعاء الإلهیة ویخلق بالاحدوق الربانیة
وفي هذا المقام یعتقد مرتبة لی یسمع و لی یبصر و لی
یبطلش و لی یمشی و لی یعقل

ترجمہ: ”پس بیشک عابد کو بعد فناء مطلق کے جو کہ فنا ذات اور صفات
ہے وجود حقانی کی خلعت عطا ہوتی ہے کہ بندہ اس خلعت کی
وجہ سے اوصاف الہیہ سے مشرف ہو جاتا ہے اور اس میں خلایق
ربانی پیدا ہو جاتے ہیں، اس مقام میں پہنچ کر پھر حدیث کے معنی

شہ ۱۳ تفسیر الزواجر ص ۱۶۰ شہ ۱۴ انباء فی سلسل اولیاء ص ۱۶۰

محقق ہوتے ہیں کہ محمد سے سنا محمد سے دیکھتا محمد سے پہنچتا اور محمد سے پہنچتا اور محمد سے پہنچتا ہے۔

اب خان صاحب بتائیں کہ جو معنی حدیث قدسی کے مفتی احمد یار خاں صاحب دامت برکاتہ نے بیان فرمائے ہیں وہ معنی شاہ ولی اللہ صاحب سے منقول ہیں یا نہیں اگر مفتی صاحب صوفیاء کلام کی اصطلاح کو نہیں سمجھے تو کیا شاہ ولی اللہ صاحب بھی جاہل ہیں اور یہ تحقیق بھی ولی اللہ صاحب کی پتی نہیں بلکہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل فرماتے ہیں جو کہ سلسلہ نقشبندیہ کے بانی ہیں، کیا خان صاحب کے فتویٰ کفر کی زد میں یہ دونوں بزرگ آتے ہیں یا نہیں اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً ہے تو حضرت قبلہ مفتی احمد یار خاں صاحب گجراتی کا قصور کیا۔

اس کے بعد خان صاحب فرماتے ہیں

فریق مخالفت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے پر ذیل کی حدیث سے قیاس کرتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے وقت ایک مرتبہ حضرت بلال سے پوچھا کہ تم نے اسلام میں کونسا مقبول کام کیا ہے؟ کیونکہ آج رات میں نے جنت میں تمہارے جوتوں کی کھڑکھڑاہٹ سنی ہے!

جواب :- جو کہ خان صاحب نے اپنی تحریر میں قیاس کرنے والے کا ذکر نہیں کیا لہذا ہر کس و ناکس کی بات کے ہم ذمہ دار نہیں۔

خان صاحب انتہت کی بارہویں دلیل کے جواب کے عنوان سے کہتے ہیں۔

فریق مخالفت کہا کرتا ہے کہ ایک حدیث اس مضمون کی آتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک فرشتہ قیامت تک میری قبر پر کھڑا رہے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کے کان دینے میں جو آدمی محمد پر درود پڑھتا ہے وہ فرشتہ اس کے لئے ہے اور مجھے پہنچا دیتا ہے۔ اسی طرح ایک دوسری حدیث آتی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی شخص کی بیوی اپنے خاوند کے ساتھ لڑتی ہے تو جنت میں جو اس کی آواز کو سن لیتی ہے اور اس لڑائی کی عورت کو کہتی ہے، اپنے خاوند کو تکلیف دے دے تیرا تو مقبور ہے دن کا مہمان ہے اصل میں وہ تو میرا خاوند ہے بلکہ جواب :- خان صاحب سے جب ان دونوں حدیثوں کا جواب نہیں پڑا تو ملک مار کر یہ کہہ دیا کہ یہ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں اور قابل سند نہیں۔ حدیث اول کی عبارت اور شارحین کا فیصلہ ملاحظہ فرمائیں اس حدیث ثعلبیہ کو خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جامع صغیر میں نقل کیا ہے اور سراج منیر شرح جامع صغیر میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتا ہے۔

ان اللہ ملکا اعطاء سمع العباد ای قوتہ یقدر ربہما علی سماع ما یطوق بہ کل مغلوق من النس وجن وغیرہا فی امی موضع کان فیس من احد یوصل علی الابلغیہا

یاشک اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ایسی قوت

دی ہے جس سے تمام مخلوق کی باتیں سنا ہے خواہ انسان ہو یا جن یا ان کے سوا اور چاہے کہیں بھی، پس جب کوئی مجھ پر درود پڑھتا ہے وہ مجھے پہنچا دیتا ہے روایت کیا ہے اس کو طبرانی نے عمار بن یاسر سے اور فرمایا شیخ نے کہ یہ حدیث حسن ہے اس حدیث کے متعلق خان صاحب کی ساری ٹیپیں ہیں جہاں منثورا ہو کر رہ گئی اور السراج النیر کے غشی نے تو اس طائفہ و بابہ کی خوب جڑ کاٹی ہے وہ اس حدیث پر حاشیہ تحریر فرماتے ہیں۔

(تولہ ملکہ) ای واقفا علی قدیمی یبلغنی صلوة کل احد باسمہ و اسم ابیہ و ہذا لا یناف ان غیرہ یبلغہ ذالک کالمدا تکلہ لسانین یعنی فرشتہ کھڑا رہے گا میری قبر پر پہنچاتا ہے مجھے درود ہر ایک کا اس درود بھیجنے والے کا نام اور اس کے باپ کا نام بھی ذکر کرتا ہے اور یہ منافی نہیں اس کے کہ دوسرے فرشتے بھی درود پاک پہنچاتے ہیں۔

سُبْحَانَ اللَّهِ کیا شان عطا فرمائی ہے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اردلی کو کہ وہ جانتا ہے کہ درود شریف پڑھنے والے کا نام کیا ہے اور وہ کس کا بیٹا ہے۔

دوسری حدیث ابن ماجہ باب فی الصلوٰۃ توذی ذو جہا میں ہے پر موجود ہے جس کے راویوں میں ناقدین نے کلام کیا سو اگر اس حدیث کو سب سے کم درجہ دیا جائے تو صرف یہ ہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے ناقدین میں سے سب سے متشدد ابن جوزی ہیں جو کہ ایک متولی شہر پر بھی حدیث کو موضوع قرار دے دیتے ہیں ان ہی ابن جوزی نے ابن ماجہ کی چترتیں احادیث کو موضوعات میں داخل کیا ہے لیکن یہ حدیث ان میں شمار نہیں۔ ابن جوزی کے علاوہ بھی اس حدیث پر حواٹالے موضوع

اور باطل ہونے کا حکم لگایا ہے یہ حدیث ان میں بھی شامل نہیں۔

لہذا یہ حدیث موضوع اور باطل نہیں باقی راضعت کا درجہ سو باب فضائل میں ضعیف حدیث کے مثیل ہونے پر اس حدیث کا اتفاق ہے اور جو کوئی ابن ماجہ کی احادیث کے متعلق زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہے وہ ماتش ایہ الحاجہ محمد عبدالرشید نعمانی کی تصنیف کا مطالعہ کرے۔

خان صاحب نے اپنی کتاب تسوید النواظر مثلاً پر مواہب اللئیم کی حدیث کے بارے میں جو دھوکا دیا ہے اس پر ہم اپنی کتاب مثلاً پر مواخذہ کرتے ہیں۔ توفیق حدیث کہ سنتے ہیں رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام بذات خود درود پاک برورد فرمے۔

خان صاحب گمشدہ جو الہامی حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں۔ خانی اسبع صلواتک علیہ واسطۃ یعنی میں تمہاری طرف سے درود کو بلا واسطہ سنتا ہوں تو یہ بالکل بے سند اور بے اصل ہے ایسی بے پروا روایتوں سے یہ مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔

جواب ۱۔ میں کہتا ہوں کہ کسی دینی مجاہد کے کہنے سے تو کوئی روایت بے سند اور بے اصل نہیں ہو سکتی جب کہ ائمہ کرام سے اس کا بے اصل ہونا ثابت نہ کیا جائے۔

امام علی نور الدین جلی صاحب سیرہ علیہ اپنے رسالہ تعریف الی الاسلام والایمان جو کہ جواہر البحار جلد ثانی ص ۳۷ پر درج ہے لاشا و فرماتے ہیں۔ ورد فی صحیح الاخبار ان اللہ تبارک و تعالیٰ کل منکاتبہ۔

النبي صلى الله عليه وسلم يبلغه الصلوة والسلام من
المصلين والمسلم عليه وانت ليلة الجمعة ويوم
يسوع ذاك بنفسه ويبدو بكل حال

ترجمہ :- صحیح حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر شریف پر ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے جو کہ آپ کو صلوٰۃ و سلام پہنچاتا ہے جمعہ کی روز و شب کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بذات خود سنتے ہیں اور ہر حال جواب دیتے ہیں۔

انصاف قارئین کرام خود فرمادیں کہ حدیث صحیح اور ثابت ہے اور خان صاحب گھڑوی فرماویں کہ بے اصل اور بے سند ہے ثابت ہوا کہ آئمہ دین کے نزدیک اس حدیث کی اصل اور سند ثابت ہے اور سند ذکر نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ سند سے ہے ہی نہیں۔ خان صاحب خود جمعہ کے روز اپنے وعظ میں ہمیشہ حدیثیں بیان فرماتے رہتے ہیں کیا ہر حدیث کی اصل اور سند بھی پڑھ کر سناتے ہیں مشکوٰۃ شریف کی تمام احادیث بے سند نہ کہیں تو کیا مشکوٰۃ غیر معتبر ہے۔

خطبہ دلائل الخیرات میں یہ روایت موزوں
دلائل الخیرات کی روایت ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: سمع صلوة اهل محبتی و اعوذهم من محبت والوں کے دُرد و شریعت کو خود سنتا ہوں۔ خان صاحب فرماتے ہیں یہ بھی بے سند اور بی کیفیت روایت اور جعلی و من گڑبست ہے۔

۱۔ جامع البیہار علیہ ص ۱۲۰ ۲۔ تسویر النواظر ص ۸۵

جواب :- خان صاحب دلائل الخیرات اور اس کے مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت اور شان سے بالکل جاہل ہیں ورنہ اس حدیث شریف کو جعلی اور من گھڑت قرار نہ دیتے ہم مؤلف دلائل الخیرات کا مختصر حال عرض کرتے ہیں۔ دلائل الخیرات کے مؤلف عارف کامل ابو عبد اللہ محمد بن سلیمان ابن ابی کبر بن سلیمان الجزولی المعروف الماسکی رضی اللہ عنہ میں مزارع الحنات شرح دلائل الخیرات میں مؤلف کا مختصر تذکرہ یوں مذکور ہے۔

مؤلف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قطب فلک فضل و کمال مرکزہ دائرہ شرف اہلال سلاسل خاندان نبوی سید حسینی مولانا سید عبد اللہ بن سلیمان جزولی و شہنشاہی کہ از بلاد مغرب است تحصیل علوم و کمالات نمودہ و در آن شہر مقتدی اہی اکابر و علمای کرام بودہ و تالیف کرد آں کتاب دلائل الخیرات۔

لیکن آپ کے زمانہ کے علماء کرام میں سے کسی ایک نے بھی اس روایت میں کلام نہیں کیا۔ مؤلف کا وصال آٹھ سو بیس صدی ہجری میں ہوا ہے آج تقریباً چھ سو سال گزر گئے کہ یہ کتاب بابرکات علماء و دانشمندان اور اولیاء کاملین کے اوراق میں داخل ہے اور ان میں سے بھی کسی کو اس روایت میں کلام نہیں اور بڑے بڑے اہل علماء اور صوفیاء نے اس کی شرح بھی کی ہے جن میں الشیخ محمد المہدی القاسمی جو کہ ۱۱ صدی ہجری کے بزرگ ہیں۔ اور محمد فاضل بن محمد عارف سیف الدین دہلوی بھی ہیں۔ کسی شارح نے بھی اس روایت پر بحث نہیں کی۔ بالخصوص اس عالم دہلیہ کے پیشوا حاجی اولاد مبارک نے خود بھی اس کتاب کو اپنے اوراق میں شامل رکھا اور مریدین کو بھی تلقین فرماتے۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب نے اقباب فی سلاسل کے آخر میں اس کی

۱۔ شہنشاہی احوال ص ۱۰۰

سند یوں لکھی ہے۔

امام لائل الخیرات فاضل نابہ شیخنا ابو طاهر عبد
الشیخ احمد النخلی عن سید عبد الرحمن الادویسی الشیخ
یا لمحبوب عن ابیہ احمد عن جدہ محمد عن ابی
جدہ احمد عن مؤلف السید الشریف محمد بن سلیمان
الجزولی رحمۃ اللہ علیہ۔

ترجمہ :- دلائل الخیرات کی ہم کو اجازت ہمارے شیخ ابو طاهر
نے انہوں نے شیخ احمد نخلی سے انہوں نے سید عبد الرحمن ادویسی
سے جو کہ محبوب مشہور ہیں انہوں نے اپنے باپ احمد سے انہوں
نے اپنے دادا محمد انہوں نے اپنے باپ کے دادا احمد
سے انہوں نے دلائل الخیرات کے مؤلف سید شریف محمد بن
سلیمان رحمۃ اللہ علیہ سے۔

اب ہم خان صاحب سے سوال کرتے ہیں کہ کیا ولی اللہ صاحب جیسے
فہمشت اور ان کے شیوخ میں سے کسی نے اس حدیث کو رد کیا ہے؟ نہیں
ہرگز نہیں۔ من ادعی فحیبہ البیان۔ لہذا اس حدیث کی سند اور اصل علماء
دارین اور موقیہ کامین اور محدثین عظام کے نزدیک ثابت ہے۔ چھ سو سال
میں صرف خان صاحب ہی پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے اس حدیث کو بے سند
بلے اصل، من گھڑت قرار دیا ہے۔ فاعتبروا یا اعداء اللہ البصائر۔

لے :- انتہاء فی سلاسل اولیاء ص ۱۳۔

قصیدۃ النعمان کے متعلق خان صاحب کی لن ترانی

خان صاحب فرماتے ہیں، یہ قصیدۃ النعمان خالص جعلی اور من گھڑت
ہے۔ حضرت ابو نعینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ ہرگز تصنیف نہیں ہے۔ بغیر تصانیف
کے ان کی اپنی دنیا میں کوئی تصنیف ہی نہیں ہے۔

جواب :- بندہ عرض کرتا ہے کہ اہل سنت و جماعت میں سے کوئی بھی
امام عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تالیفات سے منکر نہیں ہوا صرف بعض معتزلہ
نے انکار کیا ہے سو وہ اعتبار کے قابل نہیں امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی مشہور کتابیں مندرجہ ذیل ہیں۔

فتہ اکبر کتاب العالم والمعلم کتاب الاوسط کتاب الوصیۃ کتاب المقصود
یہ کتابیں اتنی مشہور ہیں کہ سند کی محتاج ہی نہیں لیکن اگر خان صاحب
ان کی سند ضرور دیکھنا چاہتے ہوں۔ تو قاضی ابو زید الدبوسی کی کتاب الزکاة
کے باب زکاة الخارج اور ابو ہریرہ الغزالی کی کتاب الطہارۃ کے باب الخیض
اور ابو ہریرہ الدقاق کی کتاب النکاح کے باب العدة اور ابو المنصور ہمدانی کی
کتاب الزکاة کے باب زکاة السوائم اور کتاب الوکالت کے باب الوکالت بالبیع
والشرأ اور ابو الیث سمرقندی کی کتاب النکاح کے باب المہر کا مطالعہ فرمادیں۔ ان
میں شرح فتہ اکبر قواعد دستیاب ہے لیکن فتہ اکبر کا ایک قدیم نسخہ اور کتاب
الوصیۃ بندہ کے پاس بھی موجود ہے۔ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک اور

لے :- تسویر النواظر ص ۱۵۔

کتاب بندہ کے علم میں ہے جس کا نام زبدۃ الصالحین ہے اور اس کا ذکر قرۃ العین بقادوسی علماء العربین میں شیخ عبدالعظیم بن درویش العجمی حنفی مفتی کرکڑہ نے نے صحت پر کیا ہے۔ امام اعظم کا وصال سنہ ۲۰۴ ہجری میں ہوا ہے یعنی دوسری صدی ہجری کے نصف میں۔ اس وقت سے لیکر آج تک کسی بھی عالم سے اس قصیدہ کا انکار منقول نہیں۔ لہذا خان صاحب کو اپنی قلت علمی پر آنسو بہانا چاہیے کیا اسی مبلغ علم پر تصنیفات کا شوق گدگدایا ہے یا یہ حجاب عارفانہ ہے۔

نوٹ :- قارئین حضرات کی خدمت میں گزارش ہے ہم نے ان باتوں کا جواب عرض کیا ہے جو جواب کے قابل تھیں اور خان صاحب کی لایعنی باتوں کا جواب نہ تو ہمارے ذمہ تھا نہ ہی ہم ان کے جوابات کے درپے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کی راہ ہدایت پر رکھے۔

قصت هذه الشفعة بفضلہ تعالیٰ و بفضلہ و مولہ الکیم و بیدارکت
اولیائہ انکاسون۔ امین شہادہ امین۔

اعلان :- اور پے بطور انعام فی حوالہ اس شخص کو دیا جائے گا جو ہمارے نقل کردہ حوالہ کو غلط یا اس کی نقل میں خیانت ثابت کرے اور ایک قصہ درویش اس صاحب کی نذر کیا جائے گا جو ہماری اس کتاب کا لفظ بلفظ جواب تحریر فرماوے۔

تعارف بائی ادارہ اشاعت العلوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم و بسم اللہ العظیم۔

اعمالہد :- عالم طور پر تدبیر و کھیا جاتا ہے کہ جو مناظر پر وہ صوفی نہیں ہوتا اور جو صوفی ہو وہ مناظر نہیں ہوتا کیونکہ ان دونوں کمالات کے اندر فطری طور پر ایک فرق موجود ہوتا ہے۔ لیکن پروردگار عالم نے حضرت مناظر اسلام، مولانا صوفی اللہ تبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃً لیلہ علیہ ایسے ان دونوں خوبوں کو جمع کر دیا تھا۔ وہ جہاں فطری طور پر ایک بلند پایہ مناظر تھے۔ وہاں طبعاً ایک صوفی، ہمسافر اور شیخ طریقت بھی تھے۔ سرمایہ ثروت کی نجیبانی میں جہاں وہ گفتار کے غازی تھے وہاں حق و صداقت کے چلتے پھرتے مبلغ یعنی کردار کے ایسے غازی تھے کہ اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی سزا لائق تصویر نظر آتے تھے۔ یہ خوبی آج بھی ان کے متبعین و دل کے اقوال و افعال پر اپنا سکہ جاتے ہوئے ہے۔

پیدائش :- محترم صوفی اللہ تبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سنہ ۱۲۲۹ھ میں مشرقی پنجاب کے اندر لدھیانہ چھاؤنی میں پیدا ہوئے۔ وہیں کے آریہ ہائی سکول سے میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ کچھ عرصہ محکمہ ٹیلی فون میں ملازمت کی اور پھر تجارت میں اپنے والد محترم میاں مہر الدین صاحب کا ہاتھ بٹانے لگے۔ قیام پاکستان کے بعد آپ کا گھرانہ ضلع گوجرانوالہ میں آ گیا یعنی تحصیل دیوار سنگھ کے پاس موضع ڈیوڑھی وڑائچ میں سکونت اختیار کی۔ یہاں کچھ عرصہ آپ اپنے والد محترم کا شکارشی میں مقرب تھے رہے اور والد ماجد کا اس وقت ذریعہ معاش یہی تھا۔

حصول علم :- والد محترم کے حکم سے آپ دینی علوم حاصل کرنے کی غرض سے شیخ پورہ میں وارد ہوئے ایک روز وہاں کے مفتی عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دیکھا اور پہچان لیا کہ یہ تو گورنمنٹ ہے مفتی صاحب آپ پر خصوصی مہربان ہوئے اور انکو صوفی صاحب کے لقب سے یاد فرمایا کرتے تھے مفتی صاحب کے دولت خانے پر ایک روز سلسلہ نقشبندیہ

عبدیہ کے معروف بزرگ حاجی محمد کبر نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور ان کی نظر
کیما اثر نے حضرت صوفی اللہ داتا گنج بخش علیہ السلام کی اندر خود مراد پوری کر دی کہ ان کے دل
کی کائنات ہی بدل گئی۔ گفت رو کردار کے تمام لادے اسلامی سانچے میں وصل کئے اور ہر قول و فعل
پر مشقی رسول کی چھاپ لگ گئی۔

اگر شوق ارادت ہے تو خدمت کر فقیروں کی

نہیں ملنا یہ گوہر بادشاہوں کے خزانوں میں

کچھ سرور بھتی علیہ السلام رحمۃ اللہ علیہ کی انھاس پر حضرت حاجی شیخ محمد کبر نقشبندی بھندی
رحمۃ اللہ علیہ نے عزم صوفی اللہ داتا گنج بخش علیہ السلام کو سلسلہ نقشبندیہ عہد قدیم میں بیعت کر لیا بروایت
لا اکتفاء چھانگاماننگا کے قریب خیر وال میں مقام آپ نے ساڑھے تین سال مرشد گرامی
کی خدمت میں رہ کر نازل ملک ملے کیے۔ پیر روشن ضمیر نے آپ کو جو کچھ بتایا، مشاہدہ کیا اور جہاں
تک پہنچا، مقام پہنچایا اور اس کے بعد اپنے شیخ طریقت کے حکم سے پہلے مولانا مہر محمد خاں ہمدانی
رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۴۴ھ / ۱۸۲۹ء) سے درس نظامی کی ابتدا ہی کتابیں پڑھیں۔

اسکے بعد لاہور کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ نعیمیہ میں داخلہ لیا۔ وہاں ان کے استادوں میں
حضرت مفتی اعجاز دلی خاں رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۳۱۳ھ / ۱۹۰۳ء) جی منی علیہ السلام
کو کب علیہ الرحمۃ (المتوفی ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۵ء) قاری محمد یوسف صدیقی صاحب اور مفتی
محمد حسین نعیمی صاحبان کے اسمائے گرامی سرفہرست ہیں۔ فن مناظرہ کی تربیت آپ نے پاکستان
کے مناظرہ عظم شہر پنجاب حضرت مولانا محمد سعید راجپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۵ء)
سے پائی اور حق تو یہ ہے کہ حضرت مناظرہ عظم کی طرح یہ بھی میدان مناظرہ میں اپنی مثال
آپ ہی تھے۔ ان کے مقابلے پر گزرا کروں کے بڑے سے بڑے مناظر کے چمکے چھوٹ جاتے تھے۔

امامت و خطابت | صوفی اللہ داتا گنج بخش علیہ السلام نے ۱۲۵۵ھ سے ۱۲۸۵ھ تک پورہ
کی جامع مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دینا
شروع کیے اور آخری دم یعنی ۱۲۹۵ھ تک سترہ سترہ سال تک اس ملاقہ کو زندہ
برایت و علم و عرفان اور عشق رسول کے ایمان افروز دریا سے میراب کرتے رہے۔ آپ کے اقوال و افعال

کا رنگ آج بھی ان سے فیض یاب ہونیوالوں پر چڑھا ہوا صاف نظر آتا ہے۔ آپ روزانہ صبح
کو قرآن مجید کا درس دیا کرتے جو علمی لحاظ سے بلند پایہ اور ایمان افروز ہونے کے باعث اعلیٰ محبت
نے کیسٹوں کی صورت میں محفوظ کر رکھا ہے۔ اب بھی کیسٹ دکا کر آپ کا درس سنا کر سنا جا رہا ہے
اور مجمع کے وقت یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا آپ بنفس نفیس درس دے رہے ہیں، لیکن
کہاں؟ وہ تو ۲۵ دسمبر ۱۳۵۵ھ مطابق ۵ جون ۱۹۹۵ء کو رحلت خداوندی کی
آغوش میں چلے گئے تھے۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر کبر باری کسے

حشر میں شان کریں ناز برداری کرے

عشق رسول

موصوف کی تقریر جہاں علمی نکات سے بھرپور ہوتی وہاں اس کے اندر
عشق رسول روح رواں کی صورت میں سرایت کیے ہوئے ہوتا چودھویں
صدی کے مجدد برحق امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۴۴ھ / ۱۹۲۹ء)
اور میاں محمد بخش قادری جلیلی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام آپ کو بہت ہی پسند تھا۔ نعت خوان حضرت
کو ہدایت کر رکھی تھی کہ وہ حدائق بخشش یا سیف الملوک سے اشعار سنایا کریں۔ سنانیوالے
حضرات باذوق ہوتے۔

جب نعت خوانی ہو تو آپ آخر تک مودب بیٹھے رہتے اور آخر تک سر جھکا کر
رکتے۔ نعت خوانی کے دوران بعض اوقات بے خود ہو جاتے اور بعض اشعار پر آپ کی آنکھوں
سے آنسوؤں کی جھڑی بھی لگ جاتی۔ دراصل آپ کا دل رحمت و دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی محبت سے بھر پورا اور آپ کے دل و دماغ میں سرور کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی عظمت و جنت نیرں سمائی رہتی جیسے پھول کے اندر خوشبو اور اسی خوشبو سے مست ہو کر
زبان حال سے یوں کہتے رہتے تھے۔

تیرے سوا خیال ہی میں تیرے نشر

سمجھاؤ کوئی دیدہ گریاں کی گفتگو

حقیقت یہ ہے کہ جناب صوفی اللہ داتا گنج بخش علیہ السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے کی محبت تھی کہ جو آپ کے نزدیک عشق رسول ہی جان لیا ہے جیسا کہ صحابہ کرام نے کہا
اور ہر صاحب ایمان کا یہ نظریہ ہے یعنی

بعضی برساں خویش را کہ دین ہر دوست

اگر باو ز سیدی تمام بولہی ست

علمی ذوق

صوفی اللہ و تبارک و تعالیٰ علیہ کرم سے بے پناہ ملاؤ اور عشق کا بہت
ذوق تھا جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ اگرچہ وہ دل دار نہیں تھے لیکن ان
کی فانی لائبریری میں لاکھوں روپے کی کتابیں تھیں جن میں کتنی ہی نایاب کتابیں اور خطوط
تھے۔ دین بڑی کی تبلیغ و اشاعت اور حق و صداقت کی ترویج کے لیے وہ ہر وقت کوشاں
رہتے تھے۔ احتیاق حق اور ابطل اہل کے ایسے شیعانی تھے کہ ایک جانب کتابیں کو کر حق
کی حمایت میں مفت تقسیم کرتے رہتے اور دوسری جانب اگر کسی بے دین سے مناظرہ کرنے کی ضرورت
پیش آتی تو صوفی صاحب ہر گز اس سے مناظرہ کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہتے تھے۔ مناظرہ کے
لیے وہ مناظر علم مولانا محمد سرہرچہ صوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جواب شاگرد اور مدبر میدان تھے۔

انفرادیت

یعنی عمر رسیدہ علماء میں شمار نہیں ہوتے تھے لیکن علم و دل کے لحاظ سے ان کا
شمار صف اول کے علماء میں ہوتا ہے بلکہ میں تو یہاں تک کہنے کے لیے تیار ہوں کہ محترم صوفی صاحب
کی طرح اپنے علم پر پورے غور سے عمل کرنے والے اور اپنی زندگیوں کو سنت رسول کے سانچے میں
ڈالنے والے ملاؤ کو اگر آج پڑا لے کر دھونڈیں تو نہیں ملے۔ آخری وقت تک ان کے قدم ٹھہرے
محمدیہ کی پھر اہل پر ذرا نہیں ڈگمگائے۔ کوئی مصلحت و لالچ یا خوف انہیں حق بات کہنے سے
باز نہیں رکھ سکا۔ انہوں نے حق و صداقت کی شمع کو فروزاں رکھا جس کو باطل کے جھگڑا یا
آندھیاں ہرگز نہ بجھا سکیں۔

صوفی اللہ و تبارک و تعالیٰ علیہ کو غنیمت اللہ تعالیٰ علیہ نے کلام میں یہ اعتبار حاصل تھا کہ ان
کے قل و قل میں تضاد نہیں تھا۔ ان کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ وہ عالم باطل تھے اور اپنے
خدا و اعظم پر ہر وقت عمل پیرا رہتے تھے۔ ان کا ہر قول و فعل رضائے الہی کے لیے تھا۔ وہ

انتہای رسول کی منہ بولتی تصویر، اکابر کے نقش قدم پر چلنے والے اور سنت رسول کی پیروی
کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔

حق و صداقت کے وہ ایسے شیعانی تھے کہ کوئی مصلحت یا خطر انہیں حق بات کہنے
سے روک نہیں سکتا تھا۔ ان کی اس روش کے باعث بیگانے تو جھگڑتے ہی ہیں بعض اوقات
اپنے بھی ناراض ہو جاتے تھے کیونکہ کسی مصلحت کے تحت وہ نرم لہجہ کو فائدہ نہیں کہا کرتے تھے
جیسا کہ سابق وزیراعظم پاکستان مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف بننے والے قومی اتحاد کو انہوں
نے ناجائز قرار دیا تھا۔

منزل مقصود

عالم دین ہر ما بہت بڑا کمال ہے لیکن یہ منزل مقصود نہیں ہے کیونکہ
شیطان بھی تو بہت بڑا عالم ہے اور اہل سنت کے ملاوہ جتنے
بھی گمراہ فرقے نظر آ رہے ہیں ان کے بانی اور چلانے والے بھی تو سارے عالم ہی تھے اور ہیں
لیکن وہ سب گمراہ ہے دین اور اسلام و مسلمین کے بدخواہ ہیں۔ ایسے ملاوہ کو ملائے سدا اور
شیطان کے مددگار شمار کیا جاتا ہے۔ وہ اپنے علم پر عمل بھی کرتے ہیں لیکن منزل مقصود کی طرف
جالتے سے قاصر ہیں۔ منزل مقصود یہ ہے کہ شریعت مطہرہ کا وہ علم حاصل کیا جائے جس سے سب کو ابراہیمیت
قرباں دیا اور ان بزرگوں کی طرف عمل کیا جائے اور عمل محض اخلاص کے ساتھ ہو یعنی اس سے مقصود محض اپنے
پیارے کو نیلے کو لائی کرنا اور کوئی دنیاوی غرض اس کے ساتھ وابستہ نہ ہو۔

ملائے دین تو بے شمار ہیں لیکن قسط الرجال کے اس زمانے میں اخلاص کے ساتھ
عمل کرنے والے علماء اگر نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہیں۔ حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے
تو اس دور کے اکثر علماء دنیا داروں اور بازاری لوگوں سے بھی چند قدم آگے ہی نکلتے ہیں۔ تقدس
کے لہا دوں میں چلنے پرے ان محبتوں کو خدائے ذوالنن ہدایت بخشنے جیکہ یہ بزرگ جن کی
بزرگی میں شک کرنا ہمارے جیسے سراپا گنہگار اور نااہل آدمیوں کو کسی صورت بھی جائز نہیں
لیکن حقیقت میں وہ اپنے آپ کو اسلام کی مقدس پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ بنائے رکھتے ہیں بہت
ہی خوش ہیں اور میر اس خوش فہمی میں بھی مبتلا ہیں کہ جن کی زیب و زینت ہمارے ہی دم
قدم سے ہے اور علم و عمل کے دریاؤں کو عبور کر کے اب تو ہم خود جانی منزلوں کو طے کر رہے

ہیں۔ یعنی ۱۔

وہ منزل میں سب گم ہیں مگر افسوس تو یہ ہے

امیر کا روال بھی ہیں انہیں گم کردہ راہوں میں

پچھلے زمانوں میں لوگ علمی و روحانی ہستیوں سے جتنے قریب ہوتے اتنے ہی اسلامی رنگ میں رہتے جاتے تھے اور مقدس اسلام کے ساتھ ان کا تعلق مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جاتا تھا اب اسلام کے اکثر علمبردار جو علم پر میر کے وارث تو بنے بیٹھے ہیں لیکن وہ اپنے دنیاوی مقاصد کی خاطر اپنے گم کردہ منزل پر چلے گئے ہیں ان کی زبانوں پر خالی اللہ اور خالی رسول اللہ کے الفاظ تو ہوتے ہیں لیکن صریح کلمائے کھانے کے لیے کاروباری طور پر ایسی ہستیاں بہت ہی کم ہیں جن کی یہ تک وہ دھمیں اللہ اور رسول کو راضی کرنے کے لیے ہو۔

عام مسلمان جب ایسے علماء کے نزدیک ہوتے ہیں اور ان کے قول و فعل کا اقتدار ان کے سامنے آتا ہے تو وہ دیکھتے ہیں اور سوچتے رہ جاتے ہیں کہ کیا یہ وہی نہیں ہیں جن کی زبانوں پر کلام الہی کی آیتیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث مضبوطی سے جڑی ہوئی ہیں، لیکن ملی میدان میں یہ ہم اپنی آنکھوں سے کیا دیکھ رہے ہیں؟ اللہ اور رسول کے احکامات سے روگردانی کرنے میں یہ حضرات تو عوام الناس سے بھی چار قدم آگے ہی نظر آ رہے ہیں، کیا غریب خدا اور خطرہ روز جزا کا ان کے دلوں میں کوئی تصور موجود ہے؟

وہ سوچتے ہی رہ جاتے ہیں کہ یہ وہی تو ہیں کہ یقیناً اوقات اسلامی تعلیمات کو ایسے وقت امیر اور دروہم سے بچے ہیں بیان کرتے کہ بے اختیار ان کی آنکھوں سے آنسو چھٹک پڑتے اور سامعین پر بھی رقت طاری ہو جایا کرتی تھی اور ساتھ ہی حاضرین میں سے کہتے ہی حضرات ان کی بزرگی کے قائل ہو جاتے ہوں گے لیکن تصور یہ کا دوسرا رنگ اتنا بھیانک کیوں ہے، اگر وہ ساری کارگزاری اپنی جھوٹی بزرگی کا سکہ جانے اور دکان چکانے کے لیے نہیں تھا تو ان کے افعال ان جملہ کارگزاریوں کی تکذیب کیوں کر رہے ہیں؟ عوام الناس میں سے جو ان کے قول و فعل کا اقتدار دیکھ پا رہے وہ زندگی بھر ان کے قریب پھٹکنے کی جرات نہیں کرتا، یوں وہ بڑی حد تک اسلام سے لائق ہو جاتا ہے یا مگر وہ فرقوں کے علماء اسے

اپنے حال میں چننا لیتے ہیں عوام الناس کے اسلام سے لائق ہونے کی وجوہات میں سے ایک وجہ علماء کی بے راہ روی بھی ہے۔

واعمال کیں جلوہ بر خند آید منبری کنند

چوں بملوت می روند آن کار و دیگری کنند

حضرت صفوی اللہ تبارک و تعالیٰ علیہ اپنے معاصر علمائے اہل سنت کا جان و دل سے اعزاز کرتے اور تلامذائے کرام میں سے مفتی اعظم پاکستان قبلہ ابوبکر کاتب سید احمد شاہ (المتوفی ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء) محدث علم پاکستان مولانا سرور احمد لاہوری (المتوفی ۱۳۸۸ھ / ۱۹۶۸ء) صاحب علم پاکستان مفتی احمد یار خاں گجراتی بدایونی (المتوفی ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء) مفتی محمد بن الدین بدایونی (المتوفی ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء) حافظ الحدیث مفتی سید جلال الدین (المتوفی ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء) مولانا عبد الغفور ہزاروی (المتوفی ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا ادب و احترام تو بہت ہی زیادہ کیا کرتے تھے، علماء سے آپ کا اس درجہ محبت رکھنا دراصل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھنے کے باعث تھا کیونکہ علمائے حق ہی علم بھیر کے وارث ہیں۔

تصانیف

صفوی اللہ تبارک و تعالیٰ علیہ نے ساری عمر میں مثنیٰ کی تسلیح و اشاعت میں گزاری، ان کا درس قرآن کیتوں کی شکل میں محفوظ ہے، کیا ہی اچھا ہر کورسے درس کر کیتوں سے صفحہ قرعاس پر منتقل کر لیا جائے اور یوں اہل سنت و جماعت کو قرآن مجید کی ایک مکمل تفسیر اور دل جانے موصوف کی جو تقریریں ریکارڈ کی ہوئی ہیں مگر انہیں بھی شائع کروادیا جائے تو اچھی بات ہے مجتہد صفوی صاحب نے جو کتابیں احقاقی حق اور باطل کی غرض سے لکھیں اور شائع کرائیں انہیں اکثر مفت ہی تقسیم کیا کرتے تھے چند رسائل کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) تنویر الخواطر بتحقیق الامام روانظر

(۲) تحفین القواطر مولوی محمد سرخشاہ گھڑاوی صاحب کا رد۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ

علیم المرتبت ذی شان مجدد الف ثانی ہیں
 ہے شاداب شکستہ آپ کے دم سے ریاض ہیں
 بولہ رومی نے خود ہر دل حق آفسرین و املا
 میں کیوں کہ ہوں اسرار توحید و ہدی سب
 ہر دل فرشتہ کی ہے شک آپ کی موت
 تلوں سر آپ کے در پر کیوں ہوتے سلاطین بھی
 ہے سعادت حدیث پاک سے روشن دل حضرت
 تلوں سب مقدس آپ کے آئینہ وحدت
 نواز فرقتِ اہل سے خوش چمک نے ان کو
 میں ہر نام نبی ام گرامی حضرت احمد
 خدا تعالیٰ درین مسطور کے عاشق صادق
 حدیث شریف کا عنوان مجدد الف ثانی ہیں

ابوالطاهر خدا حسین خدا

(میر تقی میر مراد آبادی)

(۱۳۷۳/۱۵ ذی القعدہ ۱۲۷۱ھ بمطابق ۱۹۵۴ء)

کروڑوں دُرو

کعبہ کے ہاں الٰہی تم پر کروڑوں دُرو
 شافعی و زیدی جسے تم پر کروڑوں دُرو
 اور کوئی طیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
 دل کہہ دے خدا مراد کعبہ پا چاند سا
 تم پر سلیف و خلیفہ کیلئے ذہ دشمن غدیت
 گرچہ میں ہے حد قصور تم ہو عضو و غفور
 تم ہو شفیع مرض خلق خدا خود غرض
 خلق تمہاری بسمل خلق تمہارا بسمل
 طیبہ کے ماہ تمام بچلہ رسل کے امام
 خلق کے عالم ہو تم رزق کے قائم ہو تم
 جاہیں نہ جب تک غلامِ غلام ہے سب حرم
 برستے کرم کی بھرن چھو لیں نعم کے کرم
 کیوں کہیں نہیں ہیں کیوں کہیں نہیں ہیں
 کہہ کر تمہارے گناہ مانگیں تمہاری پناہ
 ہم نے خطا میں نہ کی تم نے عطا میں نہ کی
 طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پر کروڑوں دُرو
 دافع جسٹہ بلا تم پر کروڑوں دُرو
 جب خدا ہی چھپا تم پر کروڑوں دُرو
 سینہ پر رکھ دو خدا تم پر کروڑوں دُرو
 تم ہو تو پھر خوف کیا تم پر کروڑوں دُرو
 بخش دو مجرم و خطا تم پر کروڑوں دُرو
 خلق کی حاجت بھی کیا تم پر کروڑوں دُرو
 خلق تمہاری گدا تم پر کروڑوں دُرو
 نوشہ ملک خدا تم پر کروڑوں دُرو
 تم سے ملا جو ملا تم پر کروڑوں دُرو
 ملک تم ہے آپ کا تم پر کروڑوں دُرو
 ایسی چلا دو ہو تم پر کروڑوں دُرو
 تم ہو میں تم پر خدا تم پر کروڑوں دُرو
 تم کہو اس میں آتم پر کروڑوں دُرو
 کوئی کمی سہرا تم پر کروڑوں دُرو

کام وہ لے لیجیے تم کو جو راہنی کئے

ٹھیک ہو نام رضا تم پر کروڑوں دُرو

۳۱ درود حل مشکلات

یہ درود مشکلات کو آسان کرنے کے لیے بہت مؤثر ہے اسی لیے اسے درود حل مشکلات کہا جاتا ہے اکثر بزرگوں نے اسے مشکل کے وقت پڑھا۔ ابن عابدین نے اپنی کتاب فتویٰ شامی میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ دمشق کے مفتی حامد آفندی سخت مشکل میں گرفتار ہو گئے وہاں کسیران کاوشن ہو گیا وہ بے مدد پارہ نہ ہوئے رات کو جب آنکھ لگتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور انہوں نے تسبیح دی اور یہ درود سکھایا کہ جب تر اس کو پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ تیری مشکل آسان کر دے گا جب آپ بیدار ہوئے تو آپ نے یہ درود پاک پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے مشکل آسان کر دی۔ ابن عابدین نے کہا ہے کہ میں نے ایک فتنہ عظیم میں اس درود پاک کو پڑھا شروع کیا ابھی دوسو مرتبہ میں پڑھا تھا کہ ایک شخص نے مجھے اطلاع دی کہ فتنہ ختم ہو گیا ہے انہوں نے مزید کہا ہے کہ مجھے یہ درود شیخ عبدالحکیم کی کتاب سے ملا ہے۔

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى سَيِّدِنَا

اے اللہ ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام

مُحَمَّدٍ قَدْ ضَاقَتْ حَبْلَتِي أَدْبَارَ كُنِّي

اور برکت بھیج یا رسول اللہ میری سفارش کیجئے میرا جیلہ اور کشش

يَا رَسُولَ اللَّهِ

تنگ آچھے ہیں

تسلیف
ایم الماخرین مولانا محمد الشدوٹا صاحب
حضرت علامہ

۱۔ الصلوٰۃ والسلام علی خیر الانام

۲۔ بھیڑنما بھیڑیے (بعض گمراہ گروں کی نشاندہی)

۳۔ دستور جماعت اسلامی کا تنقیدی جائزہ

۴۔ دین اسلام کے خدوخال

۵۔ نبی الانبیاء

۶۔ اسلام کے بدترین دشمن

۷۔ حدیث مجدد اور مودودی صاحب

۸۔ سواد اعظم اور ابن سبیل کی

۹۔ علماء اہل سنت کی نظر میں یزید

۱۰۔ مروجہ حسنات (گہرائی مولوی حناہت اللہ صاحب کی کتاب تجرہ و بدعات کا رد)

۱۱۔ الرد علی الغبی فی ظہور الامام المحدثی

ایم الماخرین حضور قبلہ صوفی

مولانا محمد الشدوٹا صاحب

نقشبندی قادری مجددی

ہر سال 25 رمضان المبارک

وجہاً 11 بج کر 35 منٹ

عمر مبارک